N
Au
Pu
Sec

Date of Receipt ....

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ

جو نیک بیبیاں ہیں بات مانتی اور مردوں کی پیٹھ پیچھے ہر طرح کی خبر رکھتی ہیں

بنات النعش

مرآۃ العروس کا دوسرا حصہ

از تصنیفات فاضل اجل جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب بہادر مرحوم

ایل ایل ڈی ڈی او ایل سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو ریاست حیدرآباد دکن

جسکے تصنیف کرنے سے

عورتوں کی اصلاح حالت اور تمدن میں انکو زیادہ تر کارآمد بنانا مقصود ہے اور

جسکے صلے میں

پانسو روپیہ بطور انعام بموجب اشتہار گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی

مورخہ ۳- اگست سنہ ۱۸۶۹ء نمبری ۱۹۱- الف مصنف کو مرحمت ہوا

مصنف کی نظر ثانی اور ترمیم اور اصلاح اور تحشیہ اور قرارداد فصول اور تجدید رجسٹری کے بعد

حسب فرمائش مولوی بشیر الدین احمد صاحب تعلقدار خلف مصنف مرحوم

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۰ء

[illegible]

سلسلہ طبع جدید مرتبہ اول دو ہزار جلد

قیمت ۱۲ خرچہ وی پی

فہرست مضامین بنات النعش

مضمون	صفحہ
حسن آرا کی بدمزاجی اور شرارت	۳
حسن آرا کو مکتب میں بٹھانے کی صلاح اور استانی اصغری خانم کا مختصر حال	۴
حسن آرا کا مکتب میں بیٹھنا اور لونڈیوں کی بیجا خوشامد	۷
حسن آرا کی عادات	۸
مکتب کی لڑکیوں کا حال	۱۰
حسن آرا کا مکتب کی لڑکیوں کو نظر حقارت سے دیکھنا اور محمودہ کا اس کو قائل کرنا۔	۱۱
محمودہ کی گڑیوں کا گھر دیکھکر حسن آرا کا متعجب ہونا	۱۲
محمودہ نے حسن آرا کو سینا سکھایا	۱۴
محمودہ کا حسن آرا کو (دانا کہ غنی ترند محتاج ترانند) کا مضمون سمجھانا	۱۵
ایک غریب خاندان کی آسودہ زندگی کی مثال دے کر ثابت کرنا کہ تکلفات موجب زحمت ہیں اور آرام طلبی باعث کلفت	۲۰
صبح خیزی	۲۶
پڑھنے کے فائدے سن کر حسن آرا کے دل میں شوق کا پیدا ہونا	۲۹
مسیح الملک ایک بے رحم امیر کی حکایت کا آغاز	۳۱

مضمون	صفحہ
بادشاہ رعیت کا خدمت گزار ہے اور اسکے اختیارات محدود ہیں - - - - -	۳۴
حسن آرا نے پڑھنا شروع کیا - - - - -	۳۵
حسن آرا سویرے اٹھنے لگی - - - -	۳۷
مکتب کی لڑکیوں نے مل کر پکوان تلا اور حسن آرا کام کاج میں شریک ہوئی مگر کام کی عادت نہ تھی چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی بڑی دقت اٹھائی - - - - - -	۳۸
علم جر ثقیل کا تذکرہ مختصر - - - - -	۴۰
حسن آرا نے کام تو بگاڑا آپ اور ماما پر ناحق خفا ہوئیں - - - - - - -	۴۲
خیرات دے کر احسان جتانا - - - - -	۴۳
حسن آرا نے بیچاری ماما کو فضیحت کیا تو محمودہ کا اسکو ملامت کرنا اور خطا معاف کرانے پر مجبور کرنا	۴۴
نیکی اور سچی خیرات - - -	۴۵
حساب کی دلچسپ باتیں - - -	۴۸
قسم کھانے کی برائی	۵۱
ہمجولیوں میں پاس ادب	۵۲
زمین کی کشش - - - - - -	۵۳
وزن مخصوص - - - - - -	۵۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہوا کا داب	۵۶	مسیح الملک کی باقی حکایت۔ اسکا بعد معزولی	
کشش اتصال	۵۸	حج کو جانا اور اسکی بیٹی ناز پروردہ کا جس نے	
مقناطیس	۵۹	امیرزادیوں کی طرح تربیت پائی تھی بدوؤں	
زمین گول ہے اور آفتاب کے گرد گھومتی ہے	۶۱	کے ہاتھ میں ہوشمند کنیز کے ساتھ گرفتار ہونا	
خوردبین	۶۲	اور اس حال میں بے ہنری سے تکلیف پانا اور	
رنگ	"	ہوشمند کی کوشش سے رہا ہونا	۱۰۲
متحرک چیزوں میں آنکھ کا غلطی کرنا	۶۴	عرب کا جغرافیہ اور بدوؤں کے حالات	۱۱۴
زمین کے گول ہونے کی دلیل۔	"	عام جغرافیہ مختصر	۱۱۵
جسمانی ریاضت اور ایام غدر کی ایک حکایت		کرۂ زمین کا نقشہ مع حالات عامہ	۱۱۶
میں اسکے فائدوں کا بیان	۶۶	ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ کے نقشہ جات	۱۱۸
زمین کی جسامت اور ہیئت اور تقسیم	۷۱	سمندر کے منافع	"
تمدن کی وجہ	۷۲	مینھ۔ بجلی۔ بادل وغیرہ اور روشنی اور ہوا	
آب و ہوا [illegible]	۷۳	کی رفتار	۱۲۰
اہل شہر اور دیہاتیوں کا محاکمہ جسمیں دونوں کی طرز		انگریزوں کا حال	۱۲۲
زندگی کا تذکرہ ہے اور ہر ایک کو اسکے عیب پر		ایک انگریزی خاندان کا حال اور اس کی	
متنبہ کر دیا ہے اور گفتگو اور وضع اور حالات اور		نیک زندگی	۱۲۳
ذات اور شہر پر بحث کر کے نصیحت کی بہت		علم تاریخ کا تذکرہ اور آدمیوں کی مختلف رسمیں	۱۳۳
سی باتیں نکالی ہیں	۷۷	اجرام فلکی اور علم ہیئات کے اصول سرسری	
عورتوں کے توہمات کی ایک حکایت طولانی	۹۰	طور پر اور تھوڑا سا چاند گہن اور سورج گہن	۱۳۴
حسن آرا [illegible] کی پڑھکر سنائی	۹۹	کا بیان۔	۱۳۷
خیرات اور [illegible]	۱۰۰	حسن آرا کا مکتب سے رخصت ہونا	۱۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنشاہ[1] دو جہان خالق کون و مکان[2] کی حمد و ثنا[3] اس واسطے کہ اقرار عبودیت[4] ہی فرض ہو مگر اس فرض کو بتمامہ[5] کون ادا کر سکتا ہو لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا[6] خاتم المرسلین[7] محبوب رب العالمین[8] کی مدح و نعت اس لیئے کہ اظہار ارادت[9] ہی واجب لیکن اس کی بجا آوری پوری پوری کس سے ہو سکتی ہی لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا[10]؛

مراۃ العروس[11] کو پہلے پہل چھپے ہوئے اب تیسرا برس ہی اور جہاں تک مجھ کو معلوم ہی اسی دو سوا دو برس میں اس کی کوئی آٹھ نو بلکہ دس ہزار[12] جلدیں فروخت ہو چکی ہیں اور ہر سمت سے طلب اور ہر طرف سے مانگ چلی آ رہی ہی۔ ایک بابو صاحب اپنی بنگالی زبان میں ترجمہ[13]

---

[1] بادشاہوں کا بادشاہ ۱۲ [2] دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہی سب کا پیدا کرنے والا ۱۲ [3] حمد اور ثنا اور مدح اور نعت چاروں کے ایک ہی معنے ہیں تعریف ۱۲ [4] اس کا اقرار ہی کہ ہم تیرے بندے ہیں ۱۲ [5] پورا پورا ۱۲ [6] اگر میں اپنے پروردگار کی تعریفیں لکھنا چاہوں اور سمندر کی سیاہی بناؤں تو تعریفوں کے تمام ہونے سے پہلے سمندر ہو چکے اگرچہ ویسے ہی دوسرے سمندر سے مدد بھی لی جائے ۱۲ [7] جس پر پیغمبری کا خاتمہ ہو گیا ۱۲ [8] پروردگار عالم ۱۲ [9] عقیدتمندی کا ظاہر کرنا ۱۲ [10] اگر انسان اور جنات مل کر چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں بنا کر لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کی مددگار بھی ہوں ۱۲ [11] مراۃ العروس ۱۲۸۶ھ میں تصنیف ہوئی اور اب ۱۸۶۹ء [illegible] بلکہ دس سے زیادہ ہی شائع ہو چکی ہیں ۱۲ [13] بنگالی اور بھاکھا کے علاوہ کشمیری پنجابی گجراتی میں بھی ترجمہ ہوا ۱۲ ؛

کرتے ہیں۔ ایک پنڈت جی مہاراج بھاکھا میں۔ اور میری استدعا[1]
و فرمائش نہیں بلکہ اپنی آرزو و خواہش سے۔ پسند و قبول کی اس سے بڑھکر
اور کیا دلیل ہوگی ◆

یہ کتاب اسی مرآۃ العروس کا گویا دوسرا حصہ ہے وہی بولی ہے وہی طرز ہے
مرآۃ العروس سے تعلیم اخلاق[2] و خانہ داری مقصود تھی اس سے وہ بھی ہے
مگر ضمناً[3] اور معلومات علمی بخاصّۃ[4] تعلیم دینداری کا ایک مضمون اور رہ گیا ہے
اگر حیات مستعار[5] باقی ہے اور پیٹ کے دھندے یعنی مشاغل[6] خدمت سے
اتنی تھوڑی سی فرصت بھی ملتی رہی جتنی کہ اب گرمی اور برسات کے دنوں
میں نصیب ہو جاتی ہے تو ان شاء اللہ بشرط خیریت اگلے سال تک وہ بھی
ایک کتاب کے پیرائے[7] میں پیش کش ناظرین[8] کیا جائے گا ◆

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب[10]

العبد

نذیر احمد وفقہ اللہ[11] التزود لغد

---

[1] درخواست ۱۲ [2] بھلی عادتوں کا سکھانا اور گھر کرنے کا سلیقہ بتانا ۱۲ [3] یعنی ضمن کے طور پر ۱۲ [4] خاص کر کے ۱۲
[5] مانگے کی زندگی ۱۲ [6] نوکری کے کام کاج ۱۲ [7] شکل ۱۲ [8] دیکھنے اور پڑھنے والوں کے سامنے پیش کیا جائیگا ۱۲
[9] کتاب توبۃ النصوح تصنیف بھی ہوئی اور مشتہر بھی ہوئی اور ایسی مقبول ہوئی کہ مصنف کو [illegible] تعلیم نسواں پر [illegible]
کے امتحان میں داخل ہے [10] اور مجھ کو تو صرف خدا کا آسرا ہے اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۱۲
[11] اللہ تعالیٰ اس کو [illegible] توفیق دے کہ کل دینے روز قیامت کے لئے [illegible] آمین ◆

حسن آرا کی بدمزاجی اور شرارت

حسن آرا کے مزاج کی اُفتاد[1] ایسی بُری پڑی تھی کہ اپنے ہی گھر میں [illegible] بگاڑ تھا نہ ماں کا ادب نہ آپا کا وقر[2] نہ باپ کا ڈر نہ بھائیوں کا لحاظ۔ نوکر ہیں کہ آپ نالاں[3] ہیں۔ لونڈیاں ہیں کہ الگ پناہ مانگتی ہیں۔ غرض حسن آرا سارے گھر کو سر پر اُٹھائے[4] رہتی تھی۔ شاہ زمانی بیگم کے آنے سے چاہئے تھا کہ بڑی خالہ سمجھ کر حسن آرا گھڑی دو گھڑی کو چپ ہو کر بیٹھ جاتی۔ کیا ذکر۔ شاہ زمانی بیگم کو پالکی سے اُترے دیر نہ ہوئی تھی کہ لگاتار دو تین فریادیں آئیں۔ نرگس روتی ہوئی آئی کہ بیگم صاحب! مجھے چھوٹی صاحبزادی نے اس زور سے پتھر مارا کہ میری آنکھ پھوٹتے پھوٹتے بچ گئی۔ سوسن نے آ فریاد کی کہ بیگم صاحب چھوٹی صاحب نے مجھ سے کہا دیکھیں سوسن تیری زبان۔ جوں ہی میں نے دکھانے کو زبان نکالی۔ نیچے سے ٹھوڑی میں ایسا مُکا مارا کہ سارے دانت زبان میں بیٹھ گئے۔ [illegible] بلبلا اٹھی کہ ہائے میرا کان [illegible] گیا۔ دائی چلائی کہ مجھے [illegible] لڑکی کمبخت نے ایسے زور سے لکڑی ماری کہ ہاتھ میں بدھی[5] پڑ گئی۔ باورچی خانے سے ماما نے دہائی دی کہ ابھی کوئی [illegible] سالن کی پتیلیوں میں مٹھیاں بھر بھر کر راکھ جھونک رہی ہیں۔ شاہ زمانی بیگم نے آواز دی کہ حسنا[6] یہاں آؤ۔ خالہ کی آواز پہچان! ہے۔ حسن آرا چلی تو آئی نہ آداب نہ سلام۔ ہاتھوں میں راکھ پاؤں میں کیچڑ۔ اسی طرح بھری بھتری دوڑ خالہ سے لپٹ گئی۔ خالہ نے کہا کہ حسنا تم بہت شوخی کرنے لگی ہو۔ حسن آرا نے کہا اس سنبل چڑیل نے فریاد کی ہوگی۔ یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل لپک کے خطا

---

[1] افتاد جو ڈھنگ پڑ جاتا ہے اس کو افتاد کہتے ہیں ۱۲ [2] وقر بھی ادب کے قریب قریب ہے ۱۲ [3] یعنی حسن آرا کے ہاتھوں سے روٹھی ہیں ۱۲ [4] [illegible] بہت دنگا کرتی تھی ۱۲ [5] [illegible] [6] یعنی حسن آرا ۱۲ ۔

بے قصور ستبل کا سر گھسوٹ لیا بہتیرا خالہ اِیں اِیں کرتی رہیں ایک نہ سُنی ؎

حسن آرا کو مکتب میں بٹھانے کی صلاح اور اُستانی صغریٰ کا مختصر حال

تب تو شاہ زمانی بیگم اپنی بہن کی طرف مخاطب ہو کر بولی بوا سلطانہ اس لڑکی کے لئے تو از برائے خدا کوئی اُستانی رکھو۔ سلطانی بیگم نے کہا باجی اماں کیا کروں مہینوں سے اُستانی کی تلاش ہے مگر کہیں نہیں ملتی۔ شاہ زمانی بیگم بولیں اوئی بوا تمھاری بھی وہی کہاوت ہوئی۔ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں تو تمھارے محلے میں مولوی محمد فاضل کی چھوٹی بہو لاکھ اُستانیوں کی ایک اُستانی ہے۔ سلطانہ نے کہا مجکو آج تک اطلاع نہیں ہوئی دیکھو میں ابھی آدمی بھیجتی ہوں یہ کہکر اپنے گھر کی داروغہ کو بُلایا کہ مانی جی[1] کوئی مولوی صاحب اس محلے میں رہتے ہیں باجی اماں کہتی ہیں اُنکی چھوٹی بہو بہت پڑھی لکھی ہے۔ دیکھو اگر اُستانی گری کی نوکری کریں تو اُن کو بلوا لاؤ۔ کھانا کپڑا اور سو روپے پان تمباکو کا خرچ ہم دینے کو حاضر ہیں اور جب لڑکی پہلا سپارہ ختم کرے گی اور ادب و قاعدہ سیکھ جائے گی تو تنخواہ کے علاوہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اُستانی جی کو خوش کر دیں گے۔ مانی جی مولوی صاحب کے گھر آئیں محمد کامل[2] کی ماں سے صاحب سلامت ہوئی اور پوچھا اچھی بی مولوی صاحب کی بی بی تم ہی ہو۔ ماما دیانت۔ ہاں بی ہیں آؤ۔ بیٹھو کہاں سے آئیں۔ مانی جی۔ تمھاری چھوٹی بہو کہاں ہیں۔ محمد کامل کی ماں۔ کوٹھے پر ہیں۔ مانی جی۔ میں ان کے پاس اوپر جاؤں۔ دیانت۔ آپ اپنا پتہ نشان بتلا دیجیے بہو صاحب یہیں آجائیں گی مانی جی۔ میں حکیم صاحب کے گھر سے آئی ہوں یہ سُن کر محمد کامل کی ماں نے نام بنام سب چھوٹے بڑوں کی خیر و عافیت پوچھی۔ اور مانی سے کہا تمیزدار بہو سے کیا کام ہے۔ مانی جی۔ وہی آئیں تو کہوں تمیزدار کے نیچے اُترنے کا وقت بھی آگیا تھا کیونکہ عصر کی نماز پڑھ کر صغریٰ نیچے اُتر آتی تھی اور مغرب اور عشا دونوں نمازیں نیچے پڑھا کرتی تھی۔ صغریٰ کو مانی جی نے دیکھا۔ تو اُستانی گری کی نوکری کیواسطے کہتے ہوئے تامل کیا۔ باتوں ہی باتوں میں اتنا البتہ کہا کہ بیگم صاحب کو اپنی چھوٹی بیٹی کا تعلیم کرانا منظور ہے

[1] گھر میں جو عورت داروغہ کا کام دے اُس کو مانی کہکر بلایا جاتا ہے ۱۲

[2] محمد کامل مولوی محمد فاضل کا چھوٹا بیٹا اور اُستانی صغریٰ خانم کا شوہر ہے۔ صغریٰ کا سُسرالی خطاب تمیزدار بہو بھی ہے۔ دیانت ان لوگوں کے گھر کی ماما۔ ان سب لوگوں کا قصہ کتاب مرآۃ العروس میں مفصل بیان کیا گیا ہے ۱۲ ؎

بڑی بیگم صاحب نے آپ کا ذکر کیا تو بیگم صاحب نے مجھ کو بھیجا۔ صغری نے کہا دونوں بیگم صاحبوں کو میری طرف
سے بہت بہت سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ جیسا کچھ برا بھلا مجھ کو آتا ہے مجھے کسی سے دریغ نہیں اسی واسطے
انسان پڑھتا لکھتا ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ اور بڑی بیگم صاحب کو معلوم ہوگا کہ میں اپنے میکے میں کتنی
لڑکیوں کو پڑھاتی تھی میرا جی تو بہت ہی بہت چاہتا ہے کہ بیگم صاحب کی لڑکی کو پڑھاؤں لیکن کیا کروں تو بیگم
صاحب لڑکی کو یہاں بھیجیں گی ورنہ میرا جانا وہاں ہو سکتا ہے۔ مانی جی نے تنخواہ کا نام صاف تو نہ لیا
لیکن دبی زبان سے اس قدر کہا کہ بیگم صاحب ہر طرح خرچ بات کی ذمہ داری کرنے کو بھی موجود ہیں صغری نے
کہا یہ سب اُن کی مہربانی ہے ان کی ریاست کو یہی بات زیبا ہے لیکن اُن کے زیر سایہ ہم غریب بھی بڑے چین سے ہیں تو
خدا ننگا بھوکا نہیں رکھتا۔ بے داموں کی لونڈی بن کر خدمت کرنے کو تو میں حاضر ہوں اور تنخواہ دار استانی درکار
ہو تو شہر میں بہت ملیں گی اس کے بعد مانی جی نے صغری کا حال پوچھا اور جب یہ سنا کہ یہ تحصیلدار کی بیٹی ہے اور
مولوی محمد فاضل بھی پچاس روپیہ ماہوار کے نوکر ہیں تو مانی کو ندامت ہوئی کہ نوکری کا اشارہ ناحق کیا مانی
ہر چند نوابی کارخانے دیکھے ہوئے تھی لیکن صغری کی شستہ تقریر سن کر دنگ ہو گئی اور معذرت کی کہ بی مجھ کو
معاف کرنا صغری نے کہا کہ کیوں تم مجھ کو کانٹوں میں گھسیٹتی ہو۔ اول تو نوکری کچھ گناہ نہیں عیب نہیں اور
نوکری بھی حکیم صاحب کی لڑکی کے پڑھانے کی اور پھر ناواقفیت کے سبب اگر تم نے پوچھا تو کیا مضائقہ
غرض مانی جی رخصت ہوئیں اور وہاں جا کر کہا کہ بیگم صاحب استانی تو واقع میں ہزار استانیوں کی ایک استانی ہے
جس کی صورت دیکھنے سے آدمی بنجائے۔ پاس بیٹھنے سے انسانیت حاصل کرے۔ سایہ پڑ جانے سے
سلیقہ سیکھے۔ ہوا لگ جانے سے ادب پکڑے۔ لیکن نوکری کرنے والی نہیں تحصیلدار کی بیٹی ہے رئیس کے
مختار کی بہو۔ گھر میں مانو کہ ہے۔ دالان میں چاندنی بچھی ہے چاندنی پر سوزنی اوپر سے گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے
اچھی خوش گزران زندگی۔ بھلا ان کو نوکری کی کیا پروا ہے۔ شاہ زمانی۔ سچ ہے بوا سلطانہ تم نے
مانی جی کو بھیجا تو تھا لیکن مجھ کو یقین نہ تھا کہ وہ نوکری کریں گی ؛
مانی جی لیکن وہ تو ایسی اچھی آدمی ہیں کہ مفت پڑھانے کو خوشی سے راضی ہیں سلطانہ۔ یہاں آ کر مانی جی

---

۱ یعنی آہستہ آہستہ بات کو چبا کر ۱۲ ۲ لفظی معنی دھوئی ہوئی اور مرادی معنی صاف ۱۲ ۳ حیران ۱۲ ۴ یہ ایک محاورہ ہے یعنی
گنہگار یا شرمندہ کرتی ہو ۱۲ ۵ سفید کپڑا جو فرش پر بچھایا جائے اس کو چاندنی کہتے ہیں ۱۲ ۶ سفید کپڑے کی دوہری تہلی تو شک جس میں
تھوڑی سی روئی بھر کر خوبصورت گندوں سے سی دیتے ہیں ۱۲ ۷ بڑا موٹا تکیہ جس سے پیٹھ لگا کر بیٹھتے ہیں ۱۲ ؛

عادتوں میں نہ ہو۔ مکتب میں گئی تو شرارت۔ بدمزاجی۔ بدزبانی۔ خودپسندی۔ بے حیائی۔ جنگجوئی۔ حسد۔ دروغگوئی
غیبت۔ بدلحاظی۔ لالچ۔ بےصبری۔ سستی۔ بےہنری۔ بدسلیقگی اپنی قدیمی سہیلیوں کو ساتھ لیتی گئی۔ چونکہ
اُستانی جی خود ماشاء اللہ امیر گھر کی بیٹی اور امیروں کے دستور قاعدے سے بخوبی واقف تھیں اِن کو تو
حسن آرا کے چوچلے اور اُسکے نوکروں کی نازبرداریاں دیکھ کر کچھ بھی اچنبھا نہیں ہوا۔ مگر مکتب کی لڑکیوں
کو اچھا خاصا تماشہ مل گیا۔ کیسا پڑھنا اور کس کا سبق یاد کرنا سب کی سب ... حسن آرا اور اُس
کے ساتھ والیوں کو دیکھنے۔ صغری نے دیکھا کہ اسی سنگت نے حسن آرا کو ٹھیٹ بھر کر بگاڑا ہے۔ اگر اب بھی یہ
سنگ ساتھ موجود رہا تو تعلیم و تربیت کا اثر ہونا معلوم۔ ماں جی سے کہا کہ اب لوگوں کو اجازت دیجئے کہ گھر کا
کام کاج دیکھیں مکتب کی لڑکیاں بھی انہی میں محو ہو رہی ہیں اور حسن آرا بیگم کا دل بھی اُچاٹ ہوا چلا
جاتا ہے۔ ماں جی سمجھدار تو تھی ہی سنتے کے ساتھ سب کو رخصت کا اشارہ کیا۔ مگر لونڈیاں چلنے کا نام
سنکر بے طرح مچلیں۔ ایک نے کہا واہ بھلا صاحبزادی کے بے مجھکو ایک دم قرار ہوگا۔ گھر میں مجھ سے بیٹھا جائیگا۔
دوسری بولی ماں جی ایسی نوکری کو سلام ہے میں نے کچھ روٹی کپڑے کے لالچ سے نوکری نہیں کی۔ ایک
اس بچی کی محبت تنخواہ ہے تو یہ ہے اور انعام ہے تو یہ ہے۔ اِن نوکروں کا مطلب یہ تھا کہ حسن آرا کے حیلے سے گھر
کے کام دھندے سے بچیں۔ یہ سُن کر صغری نے کہا بوا بیگم صاحب سے بڑھ کر محبت کا دعویٰ تو دعویٰ ہی دعویٰ
ہے وہی کہاوت ہے۔ ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے۔ اور خدا نخواستہ رخصت نہیں وداع نہیں یہاں سے
چار قدم پر گھر لگا ہے۔ مکتب میں دیکھتی ہو ہر گھڑی کتنی کوتاہی ہے لڑکیوں میں تم سب کا اُٹھنا بیٹھنا اِن کے پڑھنے
لکھنے میں ضرور حرج ڈالے گا بہتر ہے اس وقت چلی جاؤ۔ ... صاحبزادی کو
پنکھا جھلنے ... رہنا ضرور ہے۔ صغری نے جواب دیا کہ آخر ہم سب لوگ اپنا سب کام
اپنے ہاتھوں کرتے ہی ہیں اتنا کام بوا حسن آرا بیگم کا کر دیں گے تو ہاتھ گھس نہیں جائیں گے غرض کہ
زبردستی صغری نے سب کو باہر دھکیلا۔ ماں جی بغدادی قاعدہ اور عم کا سپارہ بھی ایک خوشخط کے جزدان
... بغل میں داب لائی تھیں چلنے لگیں تو وہ جزدان حسن آرا کو دینے لگیں صغری نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔
ماں جی۔ بغدادی قاعدہ اور عم کا سپارہ ہے۔ دیکھئے تو سہی کیا پاکیزہ خط ہے۔ صغری۔ مگر بالفعل اسکی ضرورت

۵۱ اپنے تئیں سب سے بہتر سمجھنا ۱۲ ۵۲ بے دھڑک رہنا ۱۲ ۵۳ ہر ایک سے لڑنا ۱۲ ۵۴ کسی سے جلنا ۱۲ ۵۵ جھوٹ بولنا ۱۲ ۵۶ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا ۱۲ ۵۷ اچھی طرح بہت کچھ ۱۲ ۵۸ کم ۱۲

نہیں نانی جی آخر صاحبزادی کو کیا شروع کرایئے گا۔ استانی جی ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ نانی جی کچھ بھی نہیں تو
پھر مکتب میں بیٹھنے سے حاصل۔ صغریٰ مجھ کو تو ہتھیلی پر سرسوں[1] جمانی نہیں آتی۔ حاصل حصول جو کچھ ہوگا چند روز میں آپ ہی
نظر آجائے گا۔ خلاف خواہش پڑھانا میرا دستور نہیں۔ پڑھنا پڑھانا ابھی تب ہی فائدہ دیتا ہے جب پڑھنے والا خوشی
کرے ورنہ مارے باندھے کچھ پڑھا پڑھایا بھی تو کیا۔ اول تو ایسا پڑھا یاد نہیں رہتا۔ دوسرے جب دل نہیں چاہتا
تو زبردستی کرنے سے الٹا ذہن کند ہوتا ہے۔ نانی جی سچ ہے۔ مگر بچوں کی خواہش پر ملتوی رکھا کریئے تو پڑھنا لکھنا
نسیت و نابود ہو جائے۔ صغریٰ میں یہ نہیں کہتی کہ سب بچے شوق ہی سے پڑھا کرتے ہیں۔ مگر میں نے اپنا یہی دستور
رکھا ہے کہ اول علم کا شوق دل میں پیدا کر دیتی ہوں تب پڑھنا شروع کراتی ہوں۔ نانی جی۔ سبحان اللہ شوق
ہو تو پڑھنا کیا بڑی بات ہے بے شوق سے جو برسوں میں نہ ہو وہ شوق والا مہینوں میں کر دکھائے۔ مگر صاحبزادی
تو پڑھنے کے نام سے کوسوں بھاگتی ہیں ان کو تو خدا ہی شوق دیگا تو ہوگا۔ صغریٰ نانی جی ان شاء اللہ حسن آرا بیگم
پڑھنے کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پاؤں پڑیں منتیں کریں۔ تب تو سہی۔ غرضکہ ساتھ والیاں تو سب رخصت
ہوئیں۔ حسن آرا اکیلی صغریٰ خانم کے پاس رہ گئی۔ صغریٰ اول تو خود بڑی زیرک[2] تھی حسن آرا کی طبیعت تو تھوڑی
ہی دیر کے طرز و انداز سے سمجھ گئی۔ دوسرے ایک محلہ کا واسطہ بہت کچھ پہلے سے سن سنا چکی تھی۔ غرض
جو دقتیں[3] حسن آرا کی اصلاح میں پیش آنے والی تھیں اصغری کو سب معلوم تھیں۔ خیریت[4] اتنی تھی کہ حسن آرا کے
مزاج میں جہاں دنیا بھر کی خرابیاں تھیں ایک یہ اچھائی بھی تھی کہ ذہین اور سمجھدار ہونے کے علاوہ نیک ذات
بھی تھی۔ فوراً اس کا دل اچھی بات کا اثر قبول کر لیتا تھا اور اگر اس سے کوئی خطا ہو جاتی اور نرمی سے اسکو متنبہ[5]
کر دیا جاتا تو قائل اور نادم ہو کر اپنی حرکت پر تاسف[6] اور تلافی مافات[7] میں کوشش کرتی۔ اتنی ہی بات کا سہارا تھا
کہ صغریٰ خانم نے اُن کی تعلیم کا بیڑا اٹھالیا[8]۔ اصل میں حسن آرا کا مزاج نہایت نیک تھا ناز پروردگی[9] اور دولتمندی سے
جن خرابیوں کا پیدا ہونا ممکن ہے وہ البتہ ہمنشینی کی صحبت[10] سے ان کے مزاج میں اثر کر گئی تھیں۔ حسن آرا جب مکتب میں بیٹھی

---

[1] یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک کام کو جلدی وقت سے پہلے کر دیا جائے کہتے ہیں سرسوں بہت ہی جلد جم کر تیار
ہوتی ہے یہیں سے یہ محاورہ نکلا ہے [2] دانشمند بات کی تاڑ جانے والی ہے [3] صورت مشکل ہے [4] مشکلیں ہے [5] دستور ہے [illegible]
محاورے کی رو سے یہاں خیریت ایسے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ اتنا غنیمت تھا ہے [6] خبردار [illegible]
جو بات گذر چکی یا ہو گئی اس کا بدلہ ہے [8] اپنے ذمے لیا ہے [9] لاڈ و پیار ہے [10] صحبت کے درجے کو ۱۲

تو اصل خیر سے گیارھویں برس میں تھی۔ اور ہر چند اس وقت تک مکتب میں لڑکیوں کی کچھ بہت بھیڑ بھاڑ نہ تھی تاہم
اصغری کی سند محمودہ، زینب، آمنہ، رابعہ، کلثوم، کنیز فاطمہ، خیر النساء، ہاجرہ، شہر بانو دس لڑکیاں مکتب میں بیٹھی تھیں۔

مکتب کی لڑکیوں کا حال

یہ لڑکیاں کچھ حسن آرا کی طرح سب کی سب امیر زادیاں تو تھیں ہی نہیں اکثر تو پیشہ وروں کی بیٹیاں تھیں
اور بعض خوش باش[1] نوکری پیشہ لوگوں کی۔ اگرچہ حسن آرا کے مقابلے میں سب کی سب غریب تھیں مگر بمقابلہ
یکدیگر[2] کوئی زیادہ خوشحال تھی۔ کوئی متوسط الحال کوئی نہایت غریب اور جس طرح ان کی حالتیں متفاوت تھیں
ان کی صورتیں اور سیرتیں بھی ہر ایک دوسری سے مختلف تھیں۔ مگر مکتب کی تعلیم نے سیرتوں کے اختلاف کو
بالکل مٹا دیا تھا۔ یہ لڑکیاں باوجودیکہ کئی گھروں کی تھیں تاہم آپس میں ایسی ملی جلی رہتی تھیں کہ گویا سب کی سب
سگی بہنیں ہیں۔ ان میں کبھی لڑائی ہوتی نہ کبھی کسی طرح کی رنجش[3] پیدا ہوتی۔ صورتوں کے اختلاف کا رفع[4] کر دینا
تو اصغری کے اختیار میں نہ تھا۔ البتہ کر دیا تھا کہ کسی کے نزدیک اختلاف صورت کی کچھ وقعت باقی نہیں رہی
تھی۔ جو رنگ کی اجلی اور گوری چٹی تھی وہ کبھی سیاہ فام[5] کالی بھجنگ[6] کو نظر حقارت سے نہ دیکھتی نہ اپنی صباحت[7]
پر ناز کرتی اور جس کا نقشہ اچھا تھا وہ کم رو سے نفرت نہ کرتی اور نہ اپنے چہرے مہرے کو دیکھ کر خوش ہوتی۔ امیری
غریبی سے تو یہاں کچھ بحث ہی نہ تھی۔ کوئی نہیں جانتی تھی کہ امیری کیا بلا ہے اور غریب ہونا بھی کچھ حقارت
کی بات ہے۔ حسن آرا کا مکتب میں بیٹھنا تھا کہ صورت شکل اور امیری غریبی کے مضمون تازہ ہو گئے اور حسن آرا کے
ساتھ ہی غریبوں کو دیکھ کر لگی تیوری چڑھانے اور منہ بنانے۔ پاس بیٹھنا تو درکنار، دور سے غریب لڑکیوں کا مکتب
میں بیٹھنا بھی اس کو ناگوار ہوا۔ اور صورت شکل پر تو حسن آرا کو اس بلا کا گھمنڈ تھا کہ بعض لڑکیوں کو دیکھ کر
بے اختیار ہنس دیتی اور بے تامل کہہ بیٹھتی "صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل"۔ محمودہ اور حسن آرا سے ایک طرح کی
پہلی جان پہچان تھی۔ دو چار دفعہ کسی شادی بیاہ میں دیکھنے بلکہ بات چیت کرنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ سو قاعدہ
ہے کہ آدمی جو کسی نئی جگہ جاتا ہے تو وہاں کے لوگوں کا حال اپنے کسی جان پہچان سے پوچھتا ہے۔ حسن آرا محمودہ

---

[1] جو لوگ کہیں کے اصلی رہنے والے نہ ہوں بلکہ نوکری کی ضرورت سے جہاں کہیں ان کی نوکری ہوئی وہیں رہنے لگے ۱۲ [2] پیچ کی [illegible] ۱۲ [3] کدورت ۱۲ [4] دور کر دینا ۱۲ [5] رنگ ۱۲ [6] بہت کالی ۱۲ [7] رنگت کی سفیدی ۱۲

کے پاس تو بیٹھی ہی تھی جھٹ پٹ مکتب کی لڑکیوں کا حال محمودہ سے پوچھنے لگی +

حسن آرا کا مکتب کی لڑکیوں کو نظر حقارت سے دیکھنا اور محمودہ کا اس کو قائل کرنا

زبیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کیوں بوا محمودہ بیگم یہ سامنے والی چیچک رو لڑکی تبارک کی روٹی[1] کا سا منہ بنائے ہوئے کون ہے یہ کہہ کر حسن آرا آپ ہی آپ ہنسی اور اس امید سے کہ محمودہ بھی ایسی پھبتی سن کر پھڑک جائے گی محمودہ کا منہ دیکھنے لگی۔ یہاں محمودہ پر اس کا بالکل الٹا اثر ہوا منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر حسن آرا کی بات کو اسقدر حقارت سے سنا کہ اس کے چہرے سے یہ بات ظاہر ہو گئی اور بے رخ ہو کر جواب دیا کہ یہ امیر خاں کی چھوٹی بیٹی ہے زبیدہ ان کا نام ہے ان کے ابا رفو کا کام کرتے ہیں حسن آرا اچھی کیسے رفوگر ہیں بیٹی کے چہرے میں پیوند لگا کر رفو نہیں کرتے محمودہ۔ بیٹی چیچک رو ہی منہ پھٹ[2] نہیں ہیں۔ منہ پھٹ ہوتی تو رفو کرتے[3] حسن آرا۔ اور ان کے پہلو میں یہ دوسری کالی کالی کون ہے جیسے سیہ تاب کا میر فرش رکھا ہو محمودہ۔ یہ بیچاری ایک غریب قلعی گر کی بیٹی ہے حسن آرا۔ گھر کے گھر میں چہرے پر قلعی نہیں کرالیتی محمودہ امیروں کے گھر قلعی کرنے سے فرصت نہ ملتی ہو گی[4]۔ حسن آرا اچھی یہ کونے میں کون لڑکی بیٹھی ہے لے ہے رونے میں اس کی صورت کیسی بے رونق ہو جاتی ہے محمودہ رونے میں سب ہی کی صورت بگڑ جاتی ہے حسن آرا ہماری تو نہیں بگڑتی۔ محمودہ آپ نے کیونکر جانا حسن آرا میں نے روتے میں اپنا منہ آئینے میں دیکھا تھا۔ تو خاصی پیاری پیاری صورت تھی۔ بلکہ لال منہ ہو جانے سے چہرہ اور بھی گرم گرم نکل آتا تھا۔ محمودہ۔ روتی صورت کی تعریف میں نے آپ ہی سے سنی ہے خیر آپ کو آپ کا بسورتا ہوا حسن مبارک رہے۔ یہاں کوئی اس کا خواہاں نہیں۔ اسی طرح حسن آرا نے اور بھی چند پھبتیاں کہیں مگر دیکھا تو محمودہ نے کچھ داد نہ دی[5]۔ آخر حسن آرا کھسیانی ہو اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ مگر پہلے ہی دن سے

---

[1] روپے میں برابر کی کھانڈ برابر کا دودھ ڈال کر روٹی پکائی جاتی ہے اس پر تبارک الذی کا ختم پڑھ کر مردوں کی فاتحہ دلواتے ہیں وہ تبارک کی روٹی کہلاتی ہے ایک تو وہ روٹی خود دانے دار ہوتی ہے اور اوپر سے لگاتے ہیں خشخاش حسن آرا نے چیچک رو کو جو تبارک کی روٹی سے تشبیہ دی پھبتی خوب کہی ۱۲ [2] جس کی زبان کو روک نہ ہو اور جو جی میں آئے بک دیا کرے ۱۲ [3] محمودہ نے اس کی بات کو اسی پر الٹ دیا کہ تم منہ پھٹ ہو تو تم کو رفو کرانے کی زیادہ ضرورت ہے ۱۲ [4] یہاں بھی محمودہ نے حسن آرا ہی کو قائل کیا کہ تم امیر ہو تو قلعی گر کو تمہارے گھر قلعی کرنے سے کہاں فرصت ۱۲ [5] داد نہ دی یعنی شاباش نہ دی ۱۲ +

امیری کے غم میں حسن آرا نے مکتب میں اپنا ایسا تسلط بٹھانا شروع کیا کہ گویا سب لڑکیاں اس کی لونڈیاں ہیں اور بے تکلف لگی سب پر حکم چلانے۔ صغریٰ خانم کو ابتدا میں اس کا اہتمام ضرور تھا کہ حسن آرا کو مکتب سے بیدلی نہ ہونے پائے کیونکہ ان کو بخوبی معلوم تھا کہ اگر کہیں اس کا جی اچاٹ ہوا تو پھر ادھر کی دنیا ادھر ہو جائیگی مگر چند کی بندی مکتب کی طرف رخ نہ کرے گی۔ مکتب کی لڑکیاں تو حسن آرا کا طرز مدارات دیکھ کر ٹھٹک چلی تھیں اور ایک عام نفرت حسن آرا کی طرف سے سب کو ہو گئی تھی۔ جب حسن آرا اپنے تئیں کھینچتی۔ لڑکیاں اس سے کنارہ کشی کرتیں اور حقیقت میں چڑائی کی لیتی لڑکیاں اس کو ذلیل سمجھتیں۔ صغریٰ نے اشارے سے سب کو روک دیا اور سمجھا دیا کہ حسن آرا بہت اچھی لڑکی ہے اور بڑے گھر کی بیٹی ہے۔ سہیلی تم کو ہاتھ لگی ہے تھوڑے دن صبر کرو اور اس کو بیدل نہ ہونے دو بیچاری وحشی طائر وحشی کی طرح تازہ گرفتار قفس ہے۔ اگر کہیں تم نے اس کو بھڑکا دیا تو پھڑپھڑا کر اڑ جائیگی اور پھر نہ پکڑائی دیگی اور اگر پرچ گیا تو دیکھنا کیسی کیسی چہچہیں سناتی اور دلوں کو لبھاتی ہے ÷ غرض ادھر تو لڑکیاں دلداری پر آمادہ ہوئیں۔ اودھر استانی جی نے پڑھنے لکھنے کا نام تک منھ سے نکالا پھر حسن آرا کو وحشت کی کیا وجہ تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں لڑکیوں سے ایسی بے تکلف ہو گئی کہ گویا ان میں ایک مدت سے ملی جلی ہوئی ہے اور خود بالتماس و تقاضا کر کے محمودہ کی گڑیاں کھلوائیں ÷

محمودہ کی گڑیوں کا گھر دیکھ کر حسن آرا کا متعجب ہونا

اگرچہ حسن آرا کے گھر گڑیاں بہت کثرت سے تھیں لیکن محمودہ کی گڑیوں کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئی۔ حسن آرا کی گڑیاں بازاری گڑیاں تھیں۔ صورت دیکھو تو بھونڈی۔ جوڑے دیکھو تو بے ڈھب۔ چھوٹا مصالح۔ کھوٹا کام۔ نہ سلائی درست۔ نہ ٹنکائی ٹھیک۔ مگر محمودہ کی گڑیاں سر سے پاؤں تک اس کے اپنے ہاتھ کی کاڑھی بنائی تھیں کہاں وہ بازاری بیگاری کام۔ کہاں یہ خانہ ساز۔ حسن آرا نے گڑیوں کے لئے بنا بنایا لکڑی کا دو منزلہ گھر پندرہ روپیہ کو مول لیا تھا۔ اور اسی پر اتراتی تھی۔ محمودہ نے تیلیوں اور پنی کا نہایت خوبصورت خوش قطع

[illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲ [illegible] ایک [illegible]

[illegible] پر جو آدمی سے ہلا ہوا ہو ۱۲ [illegible] یعنی ہاتھ پکڑ کر پھر [illegible] بند کی گئی ہو ۱۲

[illegible] کر دیا ۱۲ [illegible] بلبل۔ مینا۔ لال وغیرہ کی آواز کو کہتے ہیں ۱۲ [illegible] میزان ۱۲ [illegible] نفرت کرتی ۱۲ [illegible] گھر کا بنا ہوا ۱۲

مکان خود بنایا تھا۔ حسن آرا کو محمودہ کی گڑیاں دیکھ کر اول مرتبہ یہ خیال ہوا کہ ہنر اور سلیقے کے آگے مال دولت
ہیچ ہے۔ اپنے ہاتھ کے ہنر سے جو وہ کام لے سکتے ہیں جو دولت سے نہیں نکل سکتا۔ بار بار حیران ہو ہو کر
محمودہ سے پوچھتی اے ہے یہ ننھا سا کارچوبی[1] لتو بھی تم ہی نے سیا ہے اچھی سیج کنارہ پلنگ کے تکیے تم ہی نے بنائے
ہیں۔ اس صفائی جوڑے ہیں تو مصالح ٹھپا اٹا ٹانکا ہوا نہیں لگتا۔ اس جھنگے[2] کا کرتہ تو ضرور استانی جی نے
قطع کیا ہوگا بھلا سب تو ہے یہ ٹاپٹی کے پردے کہاں سے لئے۔ یہ گنگا جمنی تاروں بھرا دوپٹہ کس نے دیا
بلا کے موافق نہیں غضب ہے ازار بند ہیں۔ اے لو او سنو ابرک کے جھاڑ کاغذ کے پنکھے۔ ابری کی دریاں اجی ہو
دیکھو سینکوں کی چلمنیں سرکنڈوں کے کھمبے۔ غرضکہ محمودہ کی گڑیاں دیکھ کر حسن آرا ایسی حیرت[3] زدہ ہوگئی تھی
کہ متعجب ہو ہو کر محمودہ ہی کو دکھاتی تھی۔ محمودہ نے حسن آرا کے تمام تر تعجب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب کچھ میرا ہی
کیا دھرا اور میرا ہی سیا پرویا ہے اور کچھ بڑی بات نہیں اگر آپ دو مہینے بھی سینے پرونے پر جی لگائیں تو اس سے
کہیں بہتر بنا سکتی ہیں مجھ کو گڑیاں کھیلنے کا شوق بھی نہیں استانی جی جب کوئی نیا کام سکھاتی ہیں تو میں پہلے
گڑیوں پر ہاتھ صاف کرتی ہوں یہ جو کچھ آپ نے دیکھا یہ میری شروع شروع کی مشق ہے۔ حسن آرا۔ دو مہینے میں
اس سے بہتر بنا سکتی ہوں۔ محمودہ۔ بے شک بلکہ اس سے بھی کم میں۔ حسن آرا۔ بس اس میں سلائی ہی سلائی ہے
محمودہ۔ اور کیا اور سلائی بھی نری سیدھی[4]۔ حسن آرا۔ بھلا اتنا سینا مجھ کو دو مہینے میں کیونکر آجائے گا۔ محمودہ۔ اگر آپ
جی لگائیں تو میرا ذمہ۔ دو مہینے میں خاصی طرح فراغت سے سیکھ جائیے گا۔ حسن آرا۔ ابھی تو مجھ کو دھاگا پرونا بھی
نہیں آتا۔ کل شام کی تو بات۔ انا مجھ سے سوئی میں دھاگا پرو رہی تھی۔ آپ خیر سے عینک لگائے تھیں ہم پاس بیٹھے
رہتی ہیں پھر بھی خیال کہ انہیں سمجھتا میں جو پہیلی کھیلتی ہو انکلی تو مجھ سے [illegible] اچھی بیٹھی اپنی انا کا ایک
کام نہیں کر دیتیں۔ ذرا دھاگا پرو دو۔ رعشے[5] کے مارے میری تو انگلیاں کہنے میں نہیں ہیں۔ حسرت گلے
سے لگی پھرتی ہے کسی طرح گونتھے[6] کا نکا کر کے [illegible] کیا ہو گریبان رہ گیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی دھاگا
تونا کے منہ پر آجاتا تھا مگر پرویا نہ گیا۔ تب تو میرا جی جل گیا۔ اور میں نے سوئی اٹھا کر دور پھینک دی

---

[1] ایک قسم کا سنہری کام جو کپڑوں پر بنایا جاتا ہے ۱۲ [2] گرہ یا کے بچے کو جھنگلے کہتے ہیں ۱۲ [3] حیران ۱۲ [4] سیدھی سلائی کو تیپچی کہتے ہیں ۱۲ [5] کانپنا اور یہاں ہاتھ کا [illegible] ۱۲ [6] [illegible] میں نہیں ۱۲ [7] بڑی سلائی کو گونتھنا کہتے ہیں ۱۲ [8] سیدھی سلائی سے کپڑے کو تیار کرنے کو کھڑا کرنا کہتے ہیں ۱۲

محمودہ۔ کیسا ہی آسان کام ہو تھوڑی بہت محنت ضرور چاہتا ہے اور خاص کر سینا تو بڑی پتّے[1] ماری کا کام ہے۔ دھاگا پرو لینا تو کچھ بھی مشکل نہیں۔ بلکہ کُھل جانے سے دھاگے کے سرے پر پھوسڑے نکل آتے ہیں اُنکو چٹکی سے مروڑ کر دبا دینا چاہئے۔ پھر تو شاید پرونے میں دیر نہ ہو۔ حسن آرا۔ ہاں ضرور یہی بات تھی۔ مجھکو انا نے یہ حکمت نہیں بتلائی۔ بھلا ایک سوئی دھاگا تو دو دیکھوں مجھ سے پرویا جاتا ہے یا نہیں۔ محمودہ نے ایک بہت باریک ناکے کی سوئی اور بہت مہین چیک کا دھاگا دیا۔ حسن آرا نے دھاگے کے سرے کو چٹکی سے مروڑ کر جوں ہی ناکے کے برابر لگایا جھپ سے آ گیا۔ تب تو حسن آرا خوشی کے مارے اُچھل پڑی اور بولی آہا جی ہمنے دھاگا پرو لیا آہا جی ہمنے دھاگا پرو لیا۔ مجھکو سینا آ گیا۔ محمودہ۔ نہیں سینا تو ابھی نہیں آیا مگر ذری ہی سی کسر ہے +

محمودہ نے حسن آرا کو سینا سکھایا

غرض کہ محمودہ نے سیدھی تیپچی لگا دی اور آدھے بالشت کے قریب حسن آرا سے سلوایا۔ اس میں تین چار مرتبہ حسن آرا کے سوئی بھی چبھی اس سے ذری اس کی ہمت سست[2] ہو گئی۔ اور جیسے دھاگا پڑنے پر اُچھلی کودی تھی تیپچی تھوڑی ہی سی تھی کہ جلدی سے محمودہ کو پکڑا دی اور کہا کہ بوا یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ محمودہ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ سینے میں بڑی دیدہ ریزی[3] اور محنت ہے۔ لیکن دنیا میں اکثر عورتوں کو بڑی محنتیں کرنی پڑتی ہیں دیکھئے چکّی پیسنا کیسی سخت محنت کا کام ہے۔ مگر آخر سیکڑوں ہزاروں ہم ہی جیسی عورتیں کرتی ہیں اس کے مقابلے میں سینا تو کچھ بھی محنت کا کام نہیں اس کے علاوہ یہ دستور کی بات ہے کیسا ہی آسان کام ہو مبتدی[4] اور نو آموز[5] کو مشکل معلوم ہوا کرتا ہے۔ یہ صرف آپ کی بے مشقی تھی کہ آپنے چند بار سوئی ہاتھ میں چھو لی۔ دیکھئے مجھ کو سیتے سیتے ایسی مشق ہو گئی ہے کہ اگر فرمائیے آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتی جاؤں ٹانکا بھی درست بیٹھتا چلا جائے۔ سیدھ میں ذرا فرق نہ آئے اور سوئی کے چبھنے چبھلنے کا تو کیا ذکر۔ یہ کہہ کر باقی ماندہ تیپچی محمودہ نے لے دونوں کپڑے برابر کر سوئی جو لگائی تو یا ادھر تھی یا دم کے دم میں اُس سرے جا نکالی

[1] پتا پت سے نکلا کہتے ہیں صفرا کو جس سے مزاج میں تیزی اور جلدی ہوتی ہے پتا مارنا تکلیف کو برداشت کرنا صبر کرنا ۱۲
[2] ایسی جگہ ہمت پست ہو گئی بھی بولتے ہیں ۱۲ [3] لفظی معنی آنکھوں کا گلا دینا اور مرادی معنی آنکھوں کا دکھانا ۱۲ [4] جو شخص کسی کام کو نیا شروع کرے اُس کو مبتدی کہتے ہیں ۱۲ [5] نئے سیکھنے والے کو نو آموز کہتے ہیں ۱۲

حسن آرا۔ دیکھوں کہیں سوئی تو نہیں لگی۔ محمودہ۔ نہیں تو یہ کہہ کر ہاتھ دکھا دیا۔ حسن آرا۔ یہ آپ کی بیچ کی انگلی کھردری کیوں ہے۔ محمودہ نے ہنس کر کہا کہ سوئیوں کے چبھنے کے نشان تو نہیں ہیں مگر میں اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ ہے سینے ہی کی بدولت۔ مجھکو انگشتانے کی عادت نہیں۔ بعض کپڑا کلپ[1] دار یا دبیز[2] ہوتا ہے کہ سوئی آسانی سے نہیں نکلتی۔ تب ایک طرف سوئی کو چٹکی سے کھینچنا پڑتا ہے۔ اور بیچ کی انگلی سے ناکے کو سہارا لگانا ہوتا ہے یہ اسی کے نشان ہیں۔ حسن آرا۔ تو پھر کچھ مبتدی پر موقوف نہیں۔ سینے میں سب ہی کی انگلیاں لہولہان رہتی ضرور ہیں۔ محمودہ۔ بڑا تعجب ہے کہ آپ ایسی ذرا سی بے معلوم تکلیف کو بڑی مصیبت خیال کرتی ہیں ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی تکلیفیں نہ معلوم کتنی صبح سے شام تک پہنچ جایا کرتی ہیں کھیلنے ہی میں کہیں چوٹ چپیٹ لگ جاتی ہے۔ پھوڑے پھنسی ہوتے رہتے ہیں۔ آنکھیں ہی دکھنے آجاتی ہیں۔ سردی گرمی کی ایذا سے زکام ہوجاتا ہے۔ بخار آنے لگتا ہے۔ حسن آرا۔ ہاں لیکن ایک مجبوری کی تکلیف جس پر اپنا بس نہیں اور ایک اپنے ہاتھوں آفت مول لینا بھلا کیا ضرور ہے کہ بیٹھے بٹھائے میں اپنی انگلیوں کو زخمی کر دوں۔ آنکھوں کو ستاؤں۔ گردن کو دکھاؤں۔ جس کی ناک پر ٹکہ رکھ دیا جیسا چاہا سلوا لیا۔ محمودہ۔ کیا دوسرے کا محتاج ہوکر رہنا تکلیف کی بات نہیں۔ حسن آرا۔ محتاج ہوکر رہنا کیسا خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے۔

محمودہ کا حسن آرا کو (آنانکہ[3] غنی تر اند محتاج تر اند) کا مضمون سمجھانا

محمودہ۔ محتاج کے سر میں کیا سینگ ہوتے ہیں اس سے بڑھ کر محتاجی اور کیا ہوگی کہ آپ کا ایک دن بھی بے نوکروں کے نہیں کٹ[4] سکتا۔ بھلا میں پوچھتی ہوں۔ ماما نہ ہو تو کھانا کون پکائے۔ لونڈیاں نہ ہوں تو پانی کون پلائے۔ منہ کون دھلائے۔ پنکھا کون جھلے۔ چیز کون اٹھا کر دے۔ چارپائی کون بچھائے۔ بچھونے کون کرے۔ گھر میں جھاڑو کون دے۔ یہ تو روزمرہ کے کام ہیں۔ کھانا۔ کپڑا۔ برتن۔ زیور۔ اور ضرورت کی کل چیزیں چھوٹی یا بڑی یہاں تک کہ پانی پینے تک کا مٹی کا آبخورہ۔ کنگھی۔ سوئی۔ سلائی۔ کیا آپنے اپنے ہاتھوں

[1] کپڑے کو چاول یا اسی قسم کی کسی اور چیز میں ڈبونے کو کلپ دینا کہتے ہیں ۱۲ [2] موٹا دلدار ۱۲ [3] جو لوگ زیادہ مالدار ہیں وہی زیادہ محتاج بھی ہیں ۱۲ [4] یعنی نہیں گذر سکتا ۱۲

بنائی ہیں یا لوگوں نے آپ کو بنا کر دی ہیں۔ اسپر بھی آپ کہتی ہیں کہ خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے۔
حسن آرا بے شک ضرورت کی سب چیزیں اور لوگ بناتے اور ٹہل خدمت بھی اور لوگ کرتے ہیں۔ مگر کیا کوئی چیز ہمکو
مفت دیجاتا ہے اور کیا بے لیے کوئی ٹہل خدمت کرتا ہے۔ ہر چیز اور ہر کام کے لیے ہم روپیہ خرچ کرتے ہیں۔
روپے کے لالچ سے لوگ خود بخود چیزیں لئے دوڑے چلے آتے ہیں۔ بے بلائے ٹہل خدمت کرنے کو حاضر
ہوتے ہیں۔ روپیہ ہو تو گھر بیٹھے دنیا بھر کا سامان لیلو۔ اور نوکر تو ایک صبح رکھو ایک شام۔ میں تو جانتی
ہوں کہ دولت بڑی چیز ہے۔ جس کے پاس دولت ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور تمام دنیا اُس کی محتاج ہے
محمودہ۔ آہا بیگم صاحب آپ بڑی غلطی کرتی ہیں۔ بھلا اگر لوگ آپ کی دولت کی قدر نہ کریں اور کوئی روپے
کا خواہاں[1] نہ ہو تب آپ کیا کیجیے۔ یہ سن کر تو حسن آرا چپ ہوئی۔ اور سوچ کر کہا تو یہ کہا کہ ایسی صورت میں سوائے
صبر ہے کے اور کیا تدبیر ہے۔ کام کاج ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ اور فرض کیا کہ اپنے اوپر جبر سہا اور آپ اُٹھ کر پانی پی
لیا۔ بچھونا اپنے ہی ہاتھوں کر لیا۔ تب بھی کھانا پکانا تو ممکن نہیں اور مانا کہ کوئی سچ سا کھانا مر گر کر پکا لیا۔ کیونکہ
میں نے سنا ہے۔ کہ اماں جان سویاں اور خشکہ اُبال لینا جانتی ہیں مگر ضرورت کی اور ہزاروں چیزیں ہیں کپڑا
اگر ان بنے گا۔ [illegible] گڑھے گا۔ لیکن کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ دولت کی قدر روپے کی خواہش ہو۔ محمودہ
بے شک ممکن ہے۔ [illegible] دن ہوئے مجھکو اُستانی جی نے ایک کتاب پڑھائی تھی اُس میں لکھا تھا کہ ابتدائے[2] دنیا میں
بہت مدت تک اشرفی روپیہ پیسے کا چلن کچھ بھی نہ تھا۔ اُس زمانے میں لوگ کھیتی کے کام سے بھی اور جس طرح
اب ہر طرح کا غلہ اور اناج[3] واقسام کی ترکاریاں اور میوے اور پھل پھول لوگ محنت کر کے زمین سے پیدا
کرتے ہیں۔ اُن دنوں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے جانور مار لاتے اور اُن ہی کے
گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتے یا جنگل میں جو ساگ پات از خود جم اُٹھتا ہے جانوروں کی طرح اُسکو کھا لیتے۔ یہ زرق برق[4]
اور تکلف کے کپڑے جو اب اس زمانے میں ایسے سستے ہیں کہ ہر ایک غریب آدمی کو بھی میسر آجاتے ہیں پہلے
ان کا نام بھی کسی نے نہیں سنا تھا۔ جانوروں کے چمڑے اور ڈھاک وغیرہ کے پتوں سے بدن کو
ڈھانکتے اور عالیشان[5] محلوں کی جگہ درختوں کی چھاؤں اور پہاڑوں کی کھوؤں[6] میں پانی اور سردی

---

[1] چاہنے والا یعنی اس کو روپیہ درکار نہ ہو ۱۲ [2] شروع شروع میں ۱۲ [3] اناج ۱۲ [4] چمک دمک ۱۲ [5] اونچے ۱۲
[6] غاروں۔ گڑھوں ۱۲

گرمی سے پناہ لیتے۔ جوں جوں دنیا کی عمر زیادہ ہوتی گئی آدمی اپنے آرام کے لئے نئے نئے پیشے اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے گئے۔ یہ تو ممکن نہ تھا کہ ایک آدمی ہر طرح کا کام آپ اکیلا کر لیتا اور ہر طرح کی چیز آپ بنا لیتا اس سبب سے کسی نے ایک کام لیا اور کسی نے دوسرا۔ کوئی کھیتی کرنے لگا۔ کوئی لوہار بنا۔ کوئی بڑھئی۔ کوئی سنار۔ کوئی جولاہا۔ کوئی موچی اس کا یہ مطلب تھا کہ کھیتی والا سب کے لئے کھانے کا غلّہ پیدا کرے۔ لوہار چاقو مقراض وغیرہ لوہے کی چیزیں بنائے۔ بڑھئی پلنگ چارپائی۔ چوکی۔ کرسی وغیرہ لکڑی کی چیزیں۔ سنار زیور گھڑا کرے۔ جولاہا ہر قسم کے کپڑے بُنے۔ اور آپس میں ضرورتوں اور چیزوں کا مبادلہ کر لیا کریں۔ چندے اسی طرح بے روپے بے سکہ دنیا کا کام چلا مگر آخر کار مشکلیں پیش آنے لگیں جس کو کتاب والے نے یوں لکھا ہے کہ اب فرض کرو کہ مثلاً موچی کو کپڑے کی ضرورت ہوئی اور وہ ایک بہت طرحدار جوتی بنا کر جولاہے کے پاس لے گیا۔ کرزن کا دانہ دار چمڑا۔ بیٹھی ہوئی نوک سکڑی ہوئی ایڑی۔ کیمخت کے پان۔ اونچی دیواریں۔ کمایا ہوا۔ تلا بجے کی دوخت اور کہا دیکھو تو شیخ جی کیا جوتی بنا کر لایا ہوں کیچڑ میں پھرو۔ پکی سڑک پر دوڑو۔ نہ تلا گھسے گا نہ صورت بگڑے گی۔ بھراؤ کا نام نہیں۔ برس روز سے کم چلے تو اُلٹی میرے سر مارنا۔ مگر مجھکو گاڑھے کا ایک تھان چاہیئے۔ آٹھ سے نہ ہو تو چھے سے پون گز کا پنھا۔ جولاہا بولا کہ چودھری جوتی تمہاری مرش اور تھان بھی جیسا تم چاہتے ہو موجود۔ سوت بھی گول۔ راچھ بھی پنھے دار ہے۔ خوب ٹھوک ٹھوک کر بنا ہے۔ ماڑی کا نام نہیں۔ مگر وہ پہلی جوتی جو تم نے بنا دی ہے ابھی تک بنی ہے۔ موچی۔ اے شیخ جی تین برس کی جوتی اب تک۔ جولاہا۔ کیوں دن بھر تو کارگاہ میں بیٹھا رہتا ہوں آٹھویں دن کبھی پینٹھ میں جانے کا اتفاق

له نئی نکالتے گئے ۱۲ سله بڑھئی ۱۲ سله چندے روز ۱۲ سله خوش قطع ۱۲ هه سیدھی سلائی ۱۲ له جوتی کے تلے میں پرانی دری یا ٹاٹ کے ٹکڑے بھر دیا کرتے ہیں بھراؤ سے یہاں یہ ٹکڑے مراد ہیں ۱۲ شه جس کے تانے میں آٹھ سو تار ہوں اُس کو آٹھ سے اور چھ سو ہوں تو چھ سے کہتے ہیں ۱۲ شه عرض ۱۲ فه راچھ جلاہوں کا ایک اوزار ہے اُس میں تانے کے تار دوڑاتے ہیں ۱۲ نله چوڑی عرض دار ۱۲ لله کلپ ۱۲ عله موجود ہے ۱۲ سله جس کو گڑھے میں پاؤں لٹکا کر جولاہا بنتا ہے اُس کو کارگاہ یا کرگا کہتے ہیں ۱۲ سله بازار ۱۲

ہوا جوتی پر ایسی زد کیا پڑتی ہے دوسرے بھائی ہیں غریب آدمی ہوں پاؤں بھی ہوئے ہوئے[1] کھتا ہوں۔ موچی بیچارہ نا اُمید ہو کر چلا آیا اور پہنچا سنار کے پاس کہ کیوں لالہ تم کو جوتی کی ضرورت ہے۔ سنار۔ ہاں بھائی اچھے آئے۔ دس دن سے ننگے پاؤں پڑا پھرتا ہوں اور اس کے بدلے زیور بھی وہ بنا کردوں کہ تمام برادری میں کسی کے یہاں نہ نکلے۔ موچی۔ اجی ساہ جی کہاں ہم اور کہاں زیور مجھ کو دیکھو کہ چیتھڑے لگائے پھرتا ہوں۔ گھر میں بچوں کے پاس ٹوپی تک نہیں۔ گھر والی پیوند گانٹھتے گانٹھتے ہار گئی۔ کپڑے کی ضرورت ہے۔ سنار۔ کپڑے کی ضرورت ہے تو شیخ نمازی[2] کے پاس جاؤ۔ موچی۔ گیا تھا اُس کے پاس جوتی موچی نے سنار چلو دیکھیں شیخ نمازی کو کچھ گہنا بنوانا ہو۔ سنا تھا کہ بیٹی کا بیاہ کرنے والا ہے تو میں اس کو گہنا بنا دوں گا۔ تم مجکو جوتی دینا اور میں اُس سے تھان لے کر تمکو دیدوں گا۔ ابسنار اور موچی دونوں پھر جولاہے کے پاس گئے۔ سنار۔ شیخ جی کہو بٹیا[3] کا بیاہ کب کرو گے۔ جولاہا۔ چودہری وہ بات تو بگڑ گئی۔ سنار۔ کیوں۔ جولاہا۔ وہ لڑکا بڑا خراب نکلا۔ چور۔ جواری بھانگ[4] پیتا ہے۔ سنار۔ کچھ تم کو گہنا بنوانا ہے۔ جولاہا۔ ابھی تو نہیں جب پھر نسبت ناتہ ٹھہریگا دیکھ لیا جائے گا۔

غرضکہ پھر بیچارے موچی کی جوتی اینڈ[5] رہ گئی۔ جب ہر ایک شخص کو ایسی وقت پیش آنے لگی تو سب نے مل کر یہ تجویز کی کہ چیز کا بدلہ چیز سے ٹھیک نہیں ایک ایسی چیز ٹھہراؤ کہ ہر کوئی ہر ایک چیز کے بدلے اُس کو لے لیا کرے۔ موچی اپنا بنایا ہوا جوتا اُس کی عوض دیا کرے۔ سنار اپنا گھڑا ہوا زیور۔ جولاہا اپنا بُنا ہوا تھان۔ تب سکہ چلا۔ پہلے لوہے کا سکہ تھا اور ایسا بھاری تھا کہ شاید سو روپے کی مالیت کے واسطے چھکڑا بھر ابوجھ ہوتا تھا پھرتا ہے اور چاندی اور سونے کے سکے چلے۔ کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں چمڑے کا روپیہ چلا تھا۔ اُس میں بھی سونے کی کیل تھی۔ اب انگریزوں نے وہ انتظام بٹھایا ہے کہ کاغذ کا سکہ چلاتے ہیں ایک ورق کاغذ دس سو۔ ہزار لاکھ روپیے کا ہوتا ہے جتنا روپیہ کاغذ میں لکھا ہے جہاں چاہو بھنا لو نہ بٹہ ہے نہ دستوری۔ پس روپیہ اپنی ذات سے کسی کام کا بھی نہیں نہ اس کو مانند[6] خطائی کی طرح کھاتے نہ اُس کا ہار بنا کر گلے میں پہنتے ہیں مگر جو چیز چاہو روپیہ کے بدلے البتہ

---

[1] مار مار کر ۱۲ [2] جولاہے بیچارے اکثر نمازی ہوتے ہیں تو یہ جولاہے کا نام بہت مناسب ہے ۱۲ [3] بیٹی کو گنوار بٹیا کہتے ہیں ۱۲
[4] بھنگ صحیح بنگ ۱۲ [5] پینے نہ بکی ۱۲ [6] ایک قسم کی مٹھائی کی ٹکیاں ہوتی ہیں ۱۲

لے سکتے ہو پس حقیقت میں درکار ہوتی ہے وہ چیز اور روپیہ اُس کے حاصل کرنے اور بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے اُس روپیہ کی جس پر امیروں اور دولتمندوں کو اس قدر ناز ہے
حسن آرا۔ کیا ہی اچھی بات آپ نے مجھ کو بتائی مگر یہ تو فرمائیے کہ جب روپیہ ہر ایک چیز کا عوض ہو سکتا ہے تو جس کے پاس روپیہ ہے گویا وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے اور ہر ایک چیز اُس کے اختیار میں ہے تو ضرور روپیہ بڑی قدر و منزلت[1] کی چیز ہے اور روپیہ والوں کو جتنا ناز اور جتنا گھمنڈ ہو سب بجا اور درست ہے۔ محمودہ
گھمنڈ کی کوئی وجہ نہیں پائی روپیہ بے شک چیز کا بدل ہے مگر خود اُس چیز کا کام نہیں دے سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ ہم کو ایک جوتی کی ضرورت ہے تو دو باتیں ہیں ایک یہ کہ جوتی درکار تھی اور جوتی موجود ہے اور دوسری یہ کہ جوتی تو موجود نہیں مگر روپیہ ہے جس کے بدلے ہم جوتی مول لے سکتے ہیں یہ دونوں باتیں غور کیجئے ہرگز یکساں نہیں پھر بھی روپیہ والے کو اتنی حاجت باقی ہے کہ روپیہ لے کر بازار جائے اور جوتی مول لائے۔ فرض کیجئے کہ جوتی نہ ملی یا ملی اور قیمت نہ ٹھہری تو آخر روپیہ والا مجبور رہے گا یا نہیں۔ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب روپیہ والا جوتی لینے جاتا ہے یہ جوتی کا محتاج ہے مگر جوتی والا حقیقت میں روپیہ کا محتاج نہیں بلکہ وہ اُس چیز کا محتاج ہے جس کے بدلے جوتی کی قیمت خرچ کرے گا غرض کہ روپیہ والا زیادہ محتاج ہے اور اگر زیادہ نہیں تو جوتی والے کے برابر سہی[2]۔ پھر اس کو گھمنڈ کس بات کا ہے۔ ایک چیز کا یہ خواہشمند ہے یعنی جوتی کا اور دوسری چیز یعنے روپے کا دوسرا۔
حسن آرا۔ لیکن روپے کے بدلے ہر وقت چیز میسر آسکتی ہے۔ محمودہ۔ یہ غلطی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیسے کی جگہ دو دو دینے کو موجود ہیں اور چیز نہیں ملتی۔ میری اماں جان کبھی غدر[3] کے حالات بیان کیا کرتی ہیں کہ سب لوگ بھاگ کر سلطان جی[4] میں جا رہے تھے روپے کا سیر بھر آٹا تلاش کرتے تھے

[1] قدر اور منزلت دونو ہم معنی ہیں ۱۲
[2] محمودہ نے باتوں ہی باتوں میں دولتمندوں کو جوتی والے کے برابر کر دیا ۱۲
[3] غدر سے مراد وہ ہنگامہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں کچھ سرکاری فوج نمک حرامی کر کے سرکار سے پھر گئی تھی آخر چند مہینوں کی شورش کے بعد سرکار نے باغیوں کو خوب سزا دی ہنگامہ فرو ہو گیا ۱۲
[4] دلی کے دکھن کی طرف دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے چونکہ وہاں حضرت سلطان الاولیاء نظام الدینؒ کا مزار ہے اس سے اس بستی کا نام سلطان جی پڑ گیا ہے۔ ہر برس دن ربیع الاول کی سترھویں کو بڑا بھاری عرس ہوتا ہے اور یہ عرس دلی کے مشہور میلوں میں ہے ۱۲

اور نہیں ملتا تھا۔ دن بھر مردوے روپے لئے لئے پھرتے تھے اور شام کو ہار کر خالی ہاتھ چلے آتے تھے غدر کے سبب رسد کا باہر سے آنا بالکل بند تھا۔ گاؤں والوں کے پاس جو رسد تھی وہ کہتے تھے کہ روپیہ لے کر ہم کیا کریں گے گھر میں تھوڑا بہت اناج رکھا ہے تو بال بچوں کا سہارا تو ہے۔ حسن آرا البتہ اگر ایسا اتفاق پیش آ جائے تو روپیہ محض نکما ہے مگر کیا روز روز غدر ہوتا پڑا ہے یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی اب تو جس کے پاس دولت ہے وہی آسودہ[1] ہے۔

ایک غریب خاندان کی آسودہ زندگی کی مثال دے کر یہ ثابت کرنا کہ تکلفات موجب زحمت[2] ہیں اور آرام طلبی[3] باعث کلفت[4]

محمودہ۔ دولت سے ہرگز ہرگز آسودگی حاصل نہیں ہوتی اُستانی جی اسی ہمسائی کا حال دکھا دکھا کر مجھکو سمجھایا کرتی ہیں کہ دیکھو کیا آزاد آسودہ زندگی اس کی ہے۔ ایک آپ ہے۔ ایک میاں ہے اور چار پانچ بچے ہیں تو بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کچھ کام کاج کرنے جوگ نہیں میاں کہیں نہر پر مٹی ڈھویا کرتا ہے۔ آپ پسائی کا پیتی ہے مکان پر جا کر دیکھو نہ تخت ہے نہ فرش۔ شاید ٹوٹی پھوٹی[5] چار پائیاں ہیں بے تکلف گھر[6] سی چار پائیوں پر سب سوتے ہیں۔ برتنوں میں مٹی کے گھڑے مٹی کی ہنڈیاں۔ مٹی کے پیالے اور رکابیاں اور لکڑی کی ڈوئی اللہ اللہ خیر صلاح[7]۔ حسن آرا یہ بھی آزاد اور آسودہ زندگی ہے۔ خدا دشمن کو بھی یہ عیش نہ دکھائے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی وہ اپنی جان سے ہلاک ہے آپ کو اور اُستانی جی کو اُس کی آسودگی پر رشک ہے۔ محمودہ پہلے مجھکو بھی استانی جی کے کہنے پر اچنبھا ہوا تھا مگر مدتوں میں ہمسائی اور اُس کے بچوں کی حالت میں غور کرتی رہی۔ آخر میں نے بھی سمجھا کہ اُستانی جی سچ کہتی ہیں۔ سوچنے سے یہ معلوم ہوا کہ جسمانی[8]

---

[1] آرام سے ہے ۱۲ [2] تکلیف کا سبب ۱۲ [3] آرام طلب ہونا ۱۲ [4] موجب زحمت اور باعث کلفت ہم معنے ہیں ۱۲ [5] جیسے کچھوا ہو [7] یہ جملہ بس کے موقع پر بولتے ہیں ۱۲ [8] بدن سے متعلق ۱۲

آرام اور جسمانی تکلیفیں سب عادت پر موقوف ہیں جس کو محنت کی عادت ہے وہ اُسی میں ایسا خوش رہتا ہے کہ ہم نکمے پڑے رہنے میں ہرگز وہ خوشی حاصل نہیں کر سکتے۔

ابھی ہمسائی میں نے دیکھا ہے کہ برسات کی چپچپی گرمی پڑ رہی ہے اور ہوا بند ہے کہ پتّا تک نہیں ہلتا۔ میں باہر صحن میں کھڑی برابر پنکھا اپنے تئیں ہلائے جاتی ہوں اور ندیوں پسینا نکلا چلا آتا ہے دم ہولا ہولا اُٹھتا ہے اور خدا سلامت رکھے بی ہمسائی ہیں کہ دالان کے اندر اکیلی چکی پیس رہی ہیں اور میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ آپ خیر سے ایسی خوش ہیں کہ مزے میں کچھ گا بھی رہی ہیں مجھ کو پہلے تو شبہ ہوا کہ اس حالت میں اس کو کیا خاک گانا سوجھا ہوگا لیکن جب میں نے کھڑکی میں سے آواز دی تو بہت ہشاش بشاش ہو کر بولی کیا ہے۔ بیٹا۔ استانی جی سے کہو دو چار گلے اور رہ گئے ہیں آٹا میں اب لائی کی لائی ایسی کراری آواز سے جواب دیا کہ کوئی بات تکلیف کی نہ معلوم ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد دیکھتی کیا ہوں کہ آپ آٹا لئے ہنستی چلی آتی ہیں۔ آٹے کے ساتھ باٹ ترازو لے آٹا تولا۔ چھانا مٹکے میں بھرا۔ استانی جی نے کہا ہمسائی آٹے کا مٹکا خوب اچھی طرح ڈھک دیا یا نہیں۔ ہمسائی۔ ہاں بی بڑا طباق ڈھک اوپر سے پنسیری رکھ دی ہے۔ استانی جی۔ اچھا رخصت۔ ہمسائی کیا اور پیسنی نہ دو گی۔ استانی جی نے کتاب دیکھ کر کہا نہیں ابھی ضرورت نہیں چار پانچ دن کا آٹا ہے برسات میں کئی دن نہیں جہاں ذرا دیر ہوئی آٹے میں سُرسریاں پیدا ہو جاتی ہیں کھٹانے لگتا ہے۔

ہمسائی۔ نہ بی بی پیسنی تو دے ہی دو۔ استانی جی۔ کمبخت ایک دن تو آرام لیا کر۔ بلا کی گرمی پڑ رہی ہے تیرا جی نہیں گھبراتا۔ ہمسائی۔ کیا کہوں کچھ ایسی عادت ہے جس دن پسینا نہیں ہوتا تمام بدن دُکھا کرتا ہے۔ اور کھانا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھاتی پر دھرا ہے۔ خالی بیٹھے کچھ الکسی سی معلوم ہوتی ہے کہ جی نہیں لگتا۔ محمودہ۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ بیچاری مصیبت کی کیا کیا کچھ شکایتیں ہو رہی ہیں۔

سلہ چپچپی ہوئی ۱۲ سلہ خوش و خرم ۱۲ سلہ چکی میں ایک دفعہ پیسنے والے ڈالے جاتے ہیں اُن کو گلا کہتے ہیں ۱۲ سلہ اب لائی کی لائی یعنی ابھی لائی ۱۲ سلہ پیسنے کے لئے جتنا اناج دیا جائے اس کو پیسنی کہتے ہیں ۱۲ سلہ معلوم ہوتا ہے اصغری آٹے کا حساب کسی کتاب میں لکھا کرتی تھی اس سے اُس کا سلیقہ خانہ داری ظاہر ہوتا ہے ۱۲ سلہ کیڑے جو آٹے میں پیدا ہو جاتے ہیں ۱۲

استانی جی چیتے کو تو دو نگر ہمسائی گیہوں جھکتے ہوئے دیتی ہوں۔ آٹا اُڑتا ہوا کیوں ہوتا ہی
ہمسائی۔ گیہوں سیلے ہوئے تھے۔ پہلے ہی گلے میں دلیا نکلنے لگا تو میں نے ذرا آنچ دکھا دی
تھی نہیں بیبی تو باہر ہوا میں بھی نہیں پیستی۔ دالان کے اندر پیسا کرتی ہوں جہاں ہوا کا گزر نہیں
استانی جی۔ کیا بتاؤں کئی دن سے راہ دیکھتی ہوں کوئی گدھے والا گلی میں بولے تو دو بورے
مٹی لے لوں دالان بھی لیپ جائے اور چولھے بھی ٹوٹ گئے ہیں پھر سے لیس پوت ہو جائے۔ مٹی
ہوتی تو میں تم سے چولھے بنوا لیتی۔ ہمسائی۔ مٹی کا ملنا کیا مشکل ہی ہمت[1] باپ کے پاس تھوڑی دیر
میں روٹی لے کر جائے گا اُدھر سے ایک ٹوکرا مٹی بھی بھر لائے گا۔ نہر کی مٹی چکنی اور پائدار بھی ہوتی ہی
استانی جی۔ اگر مٹی آجائے تو کل پسائی کے بدلے یہی کام کرو۔ ہمسائی۔ دعائیں دینے لگی۔ تھوڑی
دیر کے بعد دیکھتی کیا ہوں کہ ہمت کی چھوٹی بہن کوئی دس برس کی ایک بڑا ٹوکرا سر پر رکھے آگے آگے
اور بی ہمسائی پیچھے پیچھے چلی آتی ہیں۔ نگوڑی لڑکی کو دیکھ کر تو مجھے بہت ہی ترس آیا۔ مجکو نہیں
معلوم تھا کہ یہ کیا لائی ہی لیکن میں نے جلدی سے دوڑ دروازے سے ٹوکرا اُتروا لیا دیکھوں تو نہر
کی گیلی مٹی ہی۔

میں نے کہا اری تجکو خدا کی سنوار یہ تو نے کیا غضب کیا نگوڑی اتنا بوجھ۔ اتنے میں ہمسائی بھی آ پہنچی
اور میں اُس سے لڑنے لگی کہ ہمسائی ذرا تمھارے دل میں رحم نہیں اس لڑکی کی بساط دیکھو اتنے بوجھ
کا گھر سے یہاں تک لانا دیکھو لڑکی ایسی ہی دو بھر ہے تو بلا سے نگوڑی کو ایک دن زہر دے کر سلا رکھو واہ
کوئی سوتیلی ماں بھی ایسا نہ کرتی ہوگی۔ ٹوکرا میں نے اُتروایا تھا ایسا بھاری بوجھل پتھر تھا کہ آدھی ہی
دور ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ نہر کی گیلی مٹی خدا کی پناہ لوہا بھی ہلکا ہوتا ہے میرا تو اتنی ہی دیر میں دم
پھول گیا۔ میں نے تو کس شد و مد[3] سے ہمسائی کو الزام دینا چاہا تھا لیکن ہمسائی نے سرسری[4] طور پر یہ
کہہ کر ٹال دیا کہ بیوی ہم غریب آدمی ہیں اور یہ غریب گھر کی بیٹی ہی ہم کو تو رات دن بوجھ اُٹھاتے
گزرتی ہی۔ مٹی کی ٹوکری کی کیا حقیقت ہی یہ تو اکیلی چار پائیاں اُٹھا لاتی ہے پرسوں رہا[5] نے

---

[1] ہمسائی کے بیٹے کا نام ہے ۱۲ [2] یعنی لمبی چوڑی ۱۲ [3] آسانی سے روا روی کے طور پر ۱۲ [4] چکی کے کھُردرا
ہو رہا تا کہتے ہیں

کے بیٹے چکی کا پاٹ دروازے پر کھڑے[1] کو دے آئی تھی ہمارے بچے امیر زادیوں کی طرح باریک جان
اور نازک بیگم اور حسین خانم ہوں تو ایک دن بھی کام نہ چلے۔ ہمسائی کی یہ بات سن کر مجھ کو ایسی ندامت[2]
ہوئی کہ پسینے پسینے ہو گئی اور جی میں سوچی کہ الٰہی کیا بات ہے ان لوگوں کو پیٹ بھر کھانا تو نصیب نہیں
ہوتا پھر اتنے قوی اور مضبوط کیوں ہیں۔ ایک دن میں نے استانی جی سے پوچھا تو انھوں نے
کہا یہ سب زور اور سب بوتا اور سارا بل محنت کا ہے ہم لوگ دن رات احدیوں[3] کی طرح نکمے پڑے
رہتے ہیں۔ کھانا جیسا کھایا ویسا ہی پیٹ میں رکھا رہا۔ نہ ہضم درست ہے نہ کھل کر بھوک لگتی ہے
سدا کے روگی ہمیشہ کے دکھیا۔ کبھی قبض۔ کبھی تبخیر۔ آئے دن آدمی حکیم کے یہاں موجود علاج
کی عادت۔ دوا کا معمول۔ ہم لوگوں کے مزاج ہیں کہ چھوئی موئی کے درخت ہیں ذرا ٹھیس لگی اور
کملا کر رہ گیا۔ کوئی موسم ہو ہم کو کچھ نہ کچھ شکایت ضرور رہتی ہے۔ گرمی ہے۔ تو کہیں درد کے مارے
سر پھٹا پڑتا ہے۔ آنکھیں جلتی ہیں۔ ہتھیلیوں اور تلوؤں سے آگ نکلتی ہے یوں ہی عمر بھر بھوک
کو روتے رہے گرمیوں میں رہی سہی اور بھی گئی گزری ہوئی۔ نہ برف اور شربت کے پانی سے تسکین
ہوتی ہے۔ نہ انار اور فالسے اور عناب اور نیلوفر کے شربتوں سے تسلی۔ برسات آئی تو مکھیوں اور
مچھروں کے واسطے وہ وہ اہتمام ہو رہے ہیں کہ گویا کسی بادشاہ کے ملک پر غنیم[4] چڑھ آیا۔ پروا ہوا
کے سبب قوت ہاضمہ[5] بالکل معطل[6] ریح[7] کا درد۔ صبح کو شانوں میں تھا تو دوپہر کو کمر میں اور شام کو پنڈلیوں
میں۔ جاڑا آیا تو زکام اور کھانسی اور نزلے کو ساتھ لایا۔ اب سر ہے کہ کہے میں نہیں[9] ایک آرام طلبی نے
ہم کو سب نعمتوں کے مزے اور سب آسائشوں کی لذت سے بے نصیب کر رکھا ہے کھانے میں لاکھ لاکھ
تکلف کئے مگر وہ ذائقہ نہ ملا جو غریب آدمیوں کو سوکھی روٹی اور نمک مرچ کی چٹنی میں ہر روز میسر
ہے نیند سدا اچاٹ رہی دن اور رات کوشش کرتے ہیں کہ گھڑی دو گھڑی کو آرام سے سو رہیں
مگر نیند ہے کہ ذرا کھٹکا ہوا اور کوسوں دور۔ مجھ کو اس ہمسائی کا حال دیکھ کر بڑی حیرت ہوا کرتی

---

[1] چکی کا رہانے والا ۱۲ [2] شرمندگی ۱۲ [3] بادشاہی دنوں میں جو لوگ بے کار تنخواہ پاتے تھے احدی
کہلاتے تھے ۱۲ [4] دشمن ۱۲ [5] کھانا ہضم کرنے کی طاقت ۱۲ [6] بے کار ۱۲ [7] بادی ۱۲ [8]
منہ موڑتے ہوں ۱۲ [9] قابو میں نہیں ۱۲

ایک دن کا مذکور ہے کہ میں گرمی کے مارے رات کے وقت کوٹھے پر گھبرائی گھبرائی پھر رہی تھی دیکھتی کیا ہوں
کہ ہمسائی کے پانچوں بچے ایک کے اوپر ایک نہ بچھونا ہے نہ تکیہ نہ پنکھا کھری چارپائی پر مزے میں پڑے
خراٹے لے رہے ہیں چھ برس میرے بیاہ کو ہوئے میرے[١] منہ میں خاک میں نے تو کسی کو دکھ بیماری
کی شکایت ہمسائی سے نہیں سنی۔ فصل بدلنے کو ہوتی ہے تو قاعدہ ہے کہ اچھے بچے۔ آدمی کو بھی
بخار ہی آجاتا ہے مگر ماشاء اللہ نہیں آتا تو ہمسائی اور ہمسائی کے بچوں کو یہ تو غریبی ہے کہ چولھا
کبھی دو وقت نہیں سلگتا مگر بچوں کو دیکھو چونچال توانا[٢] بھلا یہ چھوٹی لڑکی تمہارے عندیے[٣] میں کے
برس کی ہوگی۔ میں کوئی دس برس کی۔ استانی جی میری جو بٹیا تھا میرے آگے پر ہوئی ہے خیر سے
چھ برس پورے ہو چکے ساتویں میں لگی ہے[٤]۔ ماشاء اللہ[٥] کیا اچھا ٹھان ہے محمودہ دیکھو تم سے بھی نکلتی ہوئی
ہے حسن آرا۔ یہ بات بہت ٹھیک ہے ہمارے گھر بھی لونڈیاں اور نوکروں کا یہی حال ہے کھا کھا کر ایسے
موٹے ہوئے ہیں کہ پہچان نہیں پڑتے۔ محمودہ۔ بھلا کیا سبب ہے کہ آپ لوگ گھر کے مالک مختار خدا کا دیا سب
کچھ موجود سب کچھ میسر اور بدن پر دیکھو تو بوٹی نہیں۔ لونڈیاں لاکھ چوری کریں پھر بھی گھر والیوں کی برابری
نہیں کر سکتیں۔ حسن آرا۔ البتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ محنت کا ہی سبب ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ جو کام لونڈیوں کے کرنے
کے ہیں ہم کیونکر کرنے لگیں۔ اول تو ہو نہیں سکتے اور جو جان مار کر ایک آدھ کام کیا بھی تو لپٹے ہی کہنے والے حقیر[٦]
سمجھنے لگیں۔ محمودہ۔ ہو سکنے اور نہ ہو سکنے کی کچھ نہ پوچھئے آدمی کے برابر سخت نہیں اور آدمی کے برابر
کوئی چیز نرم بھی نہیں۔ ہم ہی جیسی عورتیں ہیں جو چکی پیستی ہیں اور وہ وہ کام کرتی ہیں جو شہر کے بعضے مردوں
سے نہ ہو سکیں اور یہی عورتیں ہیں جن کو اپنی ہی جان دوبھر ہے کام کا کیا ذکر اور محنت کا کیا مذکور جیسی عادت
ڈالو ویسی ہی پڑ جاتی ہے اور کہنے والوں کے حقیر سمجھنے کی تو کوئی وجہ نہیں نوکر چاکر ہوتے ساتے اپنے
ہاتھوں کام کرنے سے تو میرے نزدیک لوگوں کی نظروں میں اور عزت زیادہ ہونی چاہیئے۔ کتنی خوبی کی بات
ہے کہ ٹہل کو نوکر خدمت کو لونڈیاں ہوں اور اپنے ہاتھوں کام کرنا آدمی عار[٧] نہ سمجھے۔ استانی جی کو دیکھو یا بھی

---

[١] یہ جملہ نظر نہ لگنے کے لئے کہہ لیا کرتے ہیں ۱۲ [٢] موٹے تازے ہٹے کٹے ۱۲ [٣] نزدیک ۱۲
[٤] یعنی ساتواں برس شروع ہے ۱۲ [٥] جو خدا چاہے نظر نہ لگنے کے لئے کہا جاتا ہے ۱۲ [٦] ذلیل ۱۲
[٧] عیب ۱۲

ہے اوپر کے کام کو بھی ایک عورت نوکر ہے۔ اتنی لڑکیاں مکتب میں بیٹھتی ہیں جھوٹوں کہیں تو بچوں کا کام کو دوڑیں مگر ابھی تک آپ اُٹھ کر بیٹھتی ہیں یہ بات خدا کو کیسی بھلی لگتی ہو گی کہ دیکھو ہم نے اس بندے کو ایسا بڑھایا اور ایسا نوازا کہ اسی کے ہم جنس اس کی خدمت اور تابعداری کو دیے مگر یہ کیسا نیک بندہ ہے کہ اس کو غرور چھو نہیں گیا یہ اپنے تئیں اُسی طرح ناچیز سمجھتا ہے۔ حسن آرا بھلا جو کام اپنے سے ہو ہی نہ سکے تو آدمی کیا کرے۔ محمودہ۔ اس کا جواب میں ابھی دے چکی ہوں کہ جو کام دوسرے آدمی کرتے ہیں ہر ایک کر سکتا ہے۔ مگر خیر دنیا میں خدا جس کو دولت و ثروت[۱] دے اور بڑی محنت کے کام اگر وہ نہ بھی کرے تاہم ہزاروں چھوٹے چھوٹے کام ایسے ہیں کہ بے زحمت اُن کو کر لے سکتا ہے ایسے کاموں میں آپ نہ ہلنا اور ہمیشہ نوکروں اور خدمتگاروں کا محتاج رہنا بڑی بُری بات ہے ایک تو انسان آلکسی ہو جاتا ہے آرام طلبی کی عادت چُپکے چُپکے بڑھتی جاتی ہے۔ دوسرے کیسا ہی چھوٹا کام ہو آدمی اپنی مرضی کے موافق جیسا اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے نوکر کتنا ہی سلیقہ مند[۲] اور مزاج شناس[۳] کیوں نہ ہو کبھی نہیں کر سکتا۔ میں نے تو اپنا یہی قاعدہ رکھا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے جتنا وقت بچتا ہے اُس میں کچھ نہ کچھ کام کیا کرتی ہوں دو برس ہوئے کہ میں اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیتی اور قطع کر لیتی ہوں پکانے میں بھی بہت ربط[۴] ہو گیا تھا اب تین چار مہینے سے ذرا کم ہو گیا ہے پھر بھی گوشت میں ہی بگھارتی ہوں اور گھر میں جو کوئی نئی چیز پکے تو میں ہی پکاتی ہوں۔ حسن آرا۔ آپا تم کو پکانا بھی آتا ہے۔ محمودہ۔ آتا کیا ہے خیر غریبا مئو بھون جھلس لیا۔ اُستانی جی کی مہربانی سے ایک آدھ چیز ذرا اچھی بننے لگی ہے اور مجھ پر کیا منحصر ہے مکتب کی سب لڑکیاں جانتی ہیں۔ سب لڑکیوں نے سا جھا ملایا ہے کل کڑھائی چڑھے گی سامان آیا رکھا ہے تلی تو ابھی جاتی اُستانی جی نے کہا دن کے وقت گرمی بہت ہوتی ہے۔ سویرے تڑکے دھوپ نکلتے نکلتے تل تلا کر فراغت ہو جاؤ سو کل آپ بھی سیر دیکھیے گا حسن آرا۔ سموسے بھی تلنے آتے ہیں۔

محمودہ۔ ان شاء اللہ ایسے سموسے تل کر کھلاؤں نرم اور خستہ[۵] چٹلے بہت کہ آپ بھی پسند کریں مگر یہ فرمائیے

---

[۱] امیری ۱۲ [۲] شعور والا ۱۲ [۳] مزاج کا پہچاننے والا ۱۲ [۴] مہارت ۱۲ [۵] بھر بھرے ۱۲

کہ میٹھے سلونے سادے یا قیمہ بھرے ہوئے۔ حسن آرا۔ میٹھے۔ محمودہ۔ میٹھے سموسے شہربانو ایسے بناتی ہیں کہ سبحان[1] اللہ۔

(صبح خیزی[2])

حسن آرا۔ مگر سویرے تڑکے تو میں نہیں آسکتی ہیں تو کوئی پہر دن چڑھے سو کر اُٹھتی ہوں۔ پہر دن چڑھے کا نام سن کر محمودہ بے اختیار ہنس پڑی۔

محمودہ۔ کیا ہر روز آپ پہر دن چڑھے اُٹھا کرتی ہیں۔ حسن آرا۔ ہر روز۔ محمودہ۔ آپ سوتی کس وقت ہیں۔ حسن آرا۔ سر شام[3]۔ محمودہ۔ بلا کی نیند آپ نے بڑھا رکھی ہے۔ حسن آرا۔ میں نے بڑھا رکھی ہے۔ نیند بھی کوئی اپنے اختیار کی بات ہے میری آنکھیں تو کچھ دن رہے سے بند ہونے لگتی ہیں اماں جان کھانے کے واسطے مجھ کو بہلاتی رہتی ہیں۔ جب دیکھتی ہیں کہ سوئے ہی جاتی ہے تو ناچار کھانا کھلوا دیتی ہیں۔ پہر دن چڑھے بھی میری آنکھ آپ سے نہیں کھلتی سوتی کو زبردستی اُٹھا بٹھاتی ہیں۔ کچی نیند[4] جو جگا دیتی ہیں تو گھنٹوں نیند کا خمار[5] رہتا ہے اسی واسطے دوپہر کو پھر دو چار گھڑی کے واسطے سو رہتی ہوں دوپہر کے سونے کا نام سُن کر محمودہ پھر ہنسی اور کہنے لگی کہ اگر آپ کو جی بھر کر سونے دیا جائے تو شاید آپ رات دن سویا ہی کریں۔ حسن آرا کیا کہوں نیند کمبخت ایسی ٹوٹ پڑی ہے کہ کسی طرح مجھ کو سونے سے سیری[6] ہی نہیں ہوتی گھر بھر مجھ کو چھیڑا کرتا ہے اور چاہے کوئی بیماری ہو ابا جان ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ تمام تر سونے کا فساد ہے مگر کیا کروں نیند پر قابو نہیں چلتا ہر روز ارادہ کرتی ہوں کہ آج سب کے ساتھ سوؤں مگر جب وقت آتا ہے تو نیند کے غلبے سے ایسا جی خراب ہونے لگتا ہے کہ کچھ بن نہیں پڑتا نیند کے آثار[7] شروع ہوتے ہیں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ آج بڑا پکا وعدہ کر چکی ہوں ابھی سے سو رہوں گی تو لوگ چھیڑیں گے اور اس شرمندگی کے مارے جی مضبوط کر کے تھوڑی دیر سنبھلی بھی رہتی ہوں مگر

---

[1] اللہ پاک ہے یہ جملہ تعریف کے محل پر بولتے ہیں ۱۲ [2] صبح کے وقت اُٹھنا ۱۲ [3] اول شام ۱۲ [4] نیند جو اچھی طرح بھری نہو ۱۲ [5] نشہ ۱۲ [6] میری طبیعت نہیں بھرتی ۱۲ [7] نشان ۱۲

جب نیند آکر گھیرتی ہی تو نہیں بیٹھا جاتا میں پلنگ پر جھکی اور ادھر سے اماں جان بولیں اُدھر سے آپا جان لیکن اُن کی بات پوری بھی نہیں ہونے پاتی کہ بندی لیٹتے کے ساتھ خراٹے لینے لگی میرے لیٹے پیچھے جو کچھ یہ لوگ کہتے سنتے ہوں مجکو مطلق خبر نہیں ہوتی - محمودہ - اگر آپ دل سے نیند کا گھٹانا چاہیں تو کچھ مشکل بات نہیں - میں آپ کو بہت سہل[٥١] تدبیر بتا سکتی ہوں جس آرا ہاں اس نظر سے کہ گھر بھر مجکو سونے کے واسطے چھیڑا کرتا ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ زیادہ نہیں توسب کے ساتھ سوؤں اور سب کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوا کروں - محمودہ - دو باتوں کا التزام[٥٢] کیجئے اول تو یہ کہ نیند کو بہلانے کیلئے کچھ مشغلہ[٥٣] چاہیئے کہ طبیعت اُس میں مصروف[٥٤] ہو جائے دوسرے یہ کہ جو شخص سویرے اُٹھنے والا ہو اُس پر تاکید کر دیجئے کہ جس طرح ممکن ہو جھنجھوڑ کر پانی کے چھینٹے دے کر آپ کو ہوشیار کر دیا کرے اور اُٹھتے کے ساتھ آپ منہ ہاتھ دھو کر طبیعت کو سنبھال کسی کام میں لگ جایا کیجئے - اول اول آٹھ دس دن خلاف عادت سویرے اُٹھنے سے ایک خفیف[٥٥] سی گرانی[٥٦] سر میں معلوم ہوگی مگر پھر عادت ہو جائے گی خود بخود آنکھ کھلنے لگے گی اور گرانی سر بھی موقوف ہو جائیگی - بلکہ سویرے اُٹھنے سے صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا کر مزاج ایسا باغ باغ ہو جائے گا کہ دن بھر طبیعت بحال رہا کرے گی میں بھی بلا کی سونے والی تھی مُردوں سے شرط باندھ کر سوتی - اُستانی جی ہر روز مجھ کو نصیحت کیا کرتیں کہ دنیا میں انسان اس واسطے نہیں آیا کہ سونے اور نکمے پڑے رہنے سے دن تیر کرے خدا نے دن کام کے لئے بنایا ہی رات کیا تھوڑی ہوتی ہی کہ دن کو بھی سویا کریں بہت سونے سے انسان کاہل اور غبی[٥٧] اور ذہن سستھا اور کند ہو جاتا ہے آدمی کا وقت بڑی قیمتی چیز ہے فرصت کا ایک ایک لمحہ بس غنیمت ہے اس وقت میں ہو سکے تو لگ لپٹ کر علم و ہنر حاصل کر لیں کہ جس سے دنیا اور عاقبت دونوں درست ہوں چنانچہ میں نے رفتہ رفتہ[٥٩] سونا کم کر دیا یہاں تک کہ اب سب کے پیچھے سوتی اور سب سے پہلے اُٹھتی ہوں اور بہ نسبت سابق کے میں اپنے تئیں زیادہ تندرست بھی پاتی ہوں - مگر مکتب کی لڑکیاں غضب کرتی ہیں گھر بھی ان کے چار چار چھ چھ

---

[٥١] آسان ١٢ [٥٢] اپنے اوپر لازم کیجئے ١٢ [٥٣] شغل ١٢ [٥٤] مشغول ١٢ [٥٥] ہلکی ١٢ [٥٦] یعنے سر بھاری بھاری رہے گا ١٢ [٥٧] دو سمت ١٢ [٥٨] کند ذہن ١٢ [٥٩] آہستہ آہستہ ١٢

پیسے ڈولی بریں اور اندھیرے منھ یہاں آجاتی ہیں۔ آپس میں شرط لگا رکھی ہے کہ دیکھیں سب سے پہلے کون مکتب میں پہنچتا ہے۔ حسن آرا۔ دیکھئے ان شاء اللہ اب میں بھی ضرور اس کا انتظام کرونگی اور جس طرح بن پڑے گا خدا نے چاہا تو کل کڑھائی چڑھنے نہ پائے گی کہ مجھ کو یہاں پہنچا دیکھنا۔ محمودہ اور حسن آرا آپس میں یہ باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں استانی جی نے آواز دی۔ محمودہ تم تو نئی سہیلی سے اس قدر جلد بے تکلف ہوئیں کہ کون وقتوں سے باتیں کر رہی ہو اب تک تمہاری باتیں ہو نہیں چکیں پہلے ہی دن ایسا کیا مشورہ ہونے لگا۔ محمودہ۔ بیگم صاحب تو نہایت اچھی آدمی ہیں وہ ہی باتوں میں میرا دل ان سے مل گیا میں نے ان کو اپنی گڑیاں دکھائیں۔ مراۃ العروس چند پند وغیرہ سے محنت[1] شعاری اور مع غیری کے فائدے سنائے۔ استانی جی تم نے ایسی ایسی باتیں کر کے حسن آرا بیگم کو کہیں ناخوش تو نہیں کیا۔ حسن آرا۔ استانی جی ایسی ایسی عقل اور نصیحت اور فائدے کی باتیں محمودہ بیگم نے بیان کی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں سنی تھیں اور میرا جی ان کی باتوں سے نہایت خوش ہوا۔ ان کی صرف ایک بات البتہ میں کسی قدر ناپسند کرتی ہوں کہ یہ امیروں کی بہت مذمت[2] کرتی ہیں۔ استانی جی امیروں کی یا ان کے کردار[3] کی۔ حسن آرا۔ کردار کی مذمت ہوئی تو امیروں کی ہوئی وہ ایک ہی بات ہے۔ استانی جی۔ نہیں ان دونو باتوں میں بڑا فرق ہے اگر مطلق امیروں کی مذمت کی جائے تو اس سے مطلق دولت کی مذمت نکلتی ہے حالانکہ دولت بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے (یہ سنکر حسن آرا نے محمودہ کی طرف دیکھا[4]) لیکن اگر دولت پاکر آدمی گھمنڈ اور غرور کرے اور یہ سمجھے کہ وہی سب میں بڑا ہے اور جتنے غریب ہیں حقیر اور ذلیل اور اس کی ٹہل خدمت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں تاکہ وہ آپ ہاتھ نہ ہلائے اور دوسروں کی محنت سے آرام حاصل کرے اور دولت اس کو صرف اسی کے آرام و آسائش کے لئے دی گئی ہے اور غریبوں کو دینا اور محتاجوں کی مدد کرنا اپنا فرض نہ سمجھے تو ایسی دولت دنیا کا جنجال ہے اور عاقبت کا وبال[5]۔ حسن آرا۔ مجھ کو اس میں چند شبہے ہیں۔ استانی جی میں تمہارے سب شبہوں کو انشاء اللہ بخوبی

---

[1] محنت کشی ۱۲ [2] برائی ۱۲ [3] کام ۱۲ [4] حسن آرا نے محمودہ کو اس غرض سے دیکھا کہ تمہاری رائے کے خلاف استانی جی دولت کو بڑی قدر و منزلت کی چیز کہتی ہیں ۱۲ [5] بربادی اور تباہی ۱۲

رفع کردوں گی لیکن اب وقت بہت تنگ ہے سب لڑکیاں کہانیوں کی منتظر ہیں۔ کہانیوں کا نام سُن کر تو حسن آرا اور بھی خوش ہوئی اور بیتاب[1] ہو کر پوچھنے لگی اچھی کون کہانیاں کہے گا آپ یا محمودہ بیگم۔ اُستانی جی۔ نہ میں اور نہ محمودہ بلکہ جس کی باری ہوگی۔ حسن آرا کیا ان سب لڑکیوں کو کہانیاں یاد ہیں۔ اُستانی جی۔ یاد تو شاید کسی کو بھی نہیں۔ حسن آرا۔ پھر کہیں گی کہاں سے۔ اُستانی جی بہت اچھی اچھی کہانیاں کتابوں میں لکھی ہیں۔ پڑھنا ان سب کو آتا ہے جس کی باری ہوئی وہی کتاب میں سے پڑھ پڑھ کر کہانی کہنے لگی۔

پڑھنے کے فائدے سنکر حسن آرا کے دل میں شوق کا پیدا ہونا

حسن آرا۔ جس کو پڑھنا آتا ہو وہ کہانیاں کہنے لگے۔ اُستانی جی بے شک۔ حسن آرا تو پڑھنا اچھی چیز ہے۔ ایک پڑھنا آجائے تو سینکڑوں ہزاروں کہانیاں آجائیں۔ اُستانی جی۔ پڑھنے کا یہ تو ایک ادنیٰ فائدہ ہے سینکڑوں فائدے اور بڑے بڑے عمدہ ہیں۔ جن سے پڑھا لکھا آدمی مزے لیا کرتا ہے۔ کہانیوں ہی کو دیکھو کہ بعض مرتبہ جی چاہتا ہے کہ کوئی اچھی سی نئی کہانی کہتا تو سنتے اور ایسا اتفاق پیش آجاتا ہے کہ یا تو کسی کو نئی کہانی نہیں آتی یا آتی ہے تو اُس کو فرصت نہیں پس دل کا شوق دل ہی میں رہ جاتا ہے پڑھنا آتا ہو تو کتاب اُٹھائی اور بیسیوں افسانہ خواں[2] ہاتھ جوڑ کر آموجود ہوئے اور نگوڑی کہانیاں بھی کسی فائدے کی گنتی میں ہیں۔ اجی پڑھنا تو وہ چیز ہے کہ اس سے ہر طرح کی دانائی اور ہر طرح کی ہوشیاری آتی ہے۔ جن کے مُنہ پر آنکھیں نہیں وہ تو ظاہر ہی کے اندھے ہیں دل کے اندھے وہ ہیں جن کو علم نہیں۔ دنیا اور دین دو ہی چیزیں ہیں سو علم کے بدون دنیا بھی اکارت ہے اور دین بھی خراب۔ آدمی کسی حالت میں کیوں نہ ہو علم سے اُس کو فائدہ ہی ہوگا اگر مصیبت میں ہے تو علم اُس کی ایسی غم گساری[3] کرے گا جو کسی درد مند سے نہ ہو سکے اور اگر خوشی میں ہے تو علم اُس خوشی کو بے خرخشہ[4] اور پائدار[5] کرے گا۔

[1] بے قرار ۱۲ [2] قصہ خواں کہانیاں کہنے والا ۱۲ [3] غم کو گھٹانا کم کرنا ۱۲ [4] بے کھٹکے بے جھگڑے ۱۲
[5] قائم ٹھہری ہوئی ۱۲

آسودگی[1] اور قانع[2] مزاجی اور استغنا اور سیر چشمی جیسی علم سے حاصل ہوتی ہے نہ دولت سے ہوتی ہے نہ حکومت سے۔ واری جائیے پڑھنے کے اور قربان کتاب کے۔ فرصت کا مشغلہ۔ دن کا بہلاؤ۔ گھر بیٹھے کی سیر۔ اُستانی کی اُستانی۔ سہیلی کی سہیلی۔ جو عورتیں پڑھنا نہیں جانتیں کیسی بُری طرح اُن کا وقت کٹتا ہے کہ معاذ اللہ[3] اُس کی غیبت[4] اس کی بری۔ مجھ سے لڑ۔ تجھ سے بھڑ۔ یا ٹھوانسٹی[5] کھٹوانٹی لے پڑ رہیں پڑھنا آتا ہو تو کتاب ہاتھ میں لی۔ جس ملک کی چاہا سیر کر آئیے پڑھنا حاضرات[6] کا ایک عجیب عمل ہے جسکو چاہا پکڑ بلایا۔ اور اُسی سے باتیں کرنے لگے۔ حسن آرا۔ ابھی اُستانی جی پڑھنے سے یہ کرامت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اُستانی جی۔ بے شک۔ دیکھو اب یہ لڑکیاں کتابیں پڑھتی ہیں گویا ان کے مصنفوں سے جنھوں نے یہ کتابیں بنائی ہیں باتیں کر رہی ہیں غرضکہ علم جنت کا میوہ ہے۔ جس نے کھایا ہے وہی اُس کی لذت خوب جانتا ہے کہنے اور بیان کرنے سے اس کی کیفیت ظاہر نہیں ہوتی۔ ہزاروں برس پہلے کی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا آنکھوں کے سامنے سماں بندھا ہوا ہے حسن آرا اُستانی جی مجکو پڑھنا آ جائے گا۔ اُستانی جی تم کو اور تمھاری لونڈیاں کو۔ کرتے کی بدیا[7] مشہور بات ہے۔ علم کچھ کسی کی میراث نہیں۔ جو کریگا اس کو آئے گا۔ حسن آرا۔ کتنے دنوں میں۔ اُستانی جی۔ لوگوں نے عمریں صرف کر دیں مگر علم کی تھاہ نہیں ملی۔ پڑھتے پڑھتے۔ ایسی چاٹ بڑھتی جاتی ہے کہ انسان سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اور رہا نہیں جاتا۔ کوئی مزہ ہو کبھی نہ کبھی دل اس سے بھر ہی جاتا ہے اور نہیں بھرتا تو علم سے حسن آرا۔ کیا کچھ بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ اُستانی جی۔ ذرا بھی نہیں۔ تھوڑے دنوں جب تک تم کو عبارت پڑھنی نہ آئے البتہ طبیعت اُکتائے گی۔ اور عبارت پڑھنی آئی اور چلیں

---

[1] آسودگی استغنا اور سیر چشمی یہاں سب قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان جس حال میں ہو راضی اور شکر گزار رہے اور دنیا کی طرف سے اس کے مزاج میں ایک طرح کی بے پروائی پیدا ہو جائے جیسے پیٹ بھرا ہوا آدمی کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ملے اُسکو رغبت نہیں ہوتی ۱۲ [2] مزاج کا ٹھہراؤ ہوا ہو تاکہ رنج اور خوشی اور امیری اور غریبی سب حال میں یکساں رہے ۱۲ [3] خدا کی پناہ ۱۲ [4] کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا ۱۲ [5] منہ لپیٹ کر پڑ رہنے کو اٹوانٹی کھٹوانٹی کہتے ہیں ۱۲ [6] حاضرات ایک عمل ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے خبائث اور ارواح اور موکل عمل پڑھنے والے کے پاس حاضر ہوتے ہیں ۱۲ [7] یہ ہندی کی کہاوت ہے کہ علم اس کا جو اُس کو پڑھے ۱۲

تم شروع کر لگنے لگا اور یوں پڑھنے تم کو ایک لمحہ چین نہ پڑے گا۔ حسن آرا۔ عبارت پڑھنی کتنے دنوں میں آ سکتی ہے استانی جی۔ تم ماشاء اللہ ذہین ہو اگر خوب جی لگا کر سیکھو تو چار مہینے میں۔ حسن آرا۔ آہا اسقدر جلد۔ اُستانی جی۔ اور کیا حُسن آرا۔ اچھی تو مجھ کو پڑھنا شروع کرا دیجئے۔ اُستانی جی۔ پڑھنا ابھی جلدی کیا ہی۔ حسن آرا۔ یہ دن ناحق ضائع[1] ہو رہے ہیں۔ اُستانی جی۔ تم تو بہت سے برس ضایع کر چکی ہو چند دن اور سہی۔ حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی خدا کے لئے مجھ کو پڑھنا شروع کرائیے۔ اُستانی جی اچھی جلدی کیا ہی شروع کرنا چند روز اور مکتب کا رنگ ڈھنگ دیکھو جب تم کو خوب یقین ہو جائے گا کہ پڑھنا فائدے کی چیز ہی تو پڑھنے کی کیا کمی ہے مکتب اسی واسطے ہی اور میں اسی واسطے ہوں۔ اچھا لڑکیو کس کی باری ہی۔ اور کون ہی کہانی ہی۔ زبیدہ۔ جناب میری باری ہی اور نواب مسیح الملک کی بیٹی کی کہانی ہی۔ وہاں تک ہو چکی ہی کہ جب بدو کی قید میں یہ لڑکی تھی۔ اُس کی بیٹی ضیمران کا بیاہ قرار پایا اگر ارشاد ہو تو آگے کہہ چلوں۔ حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی اللہ سرے سے۔ اُستانی جی۔ ہاں بی زبیدہ حسن آرا بیگم کی خاطر پھر سرے سے خوب سمجھا کر کہہ چلو۔ زبیدہ نے کہانی شروع کی۔

مسیح الملک[2] ایک بے رحم امیر کی حکایت کا آغاز[3]

لال کنوئیں پر جو نواب بدل بیگ خاں ایک مشہور نواب رہتے ہیں اُن کے بزرگوں میں کوئی نواب مسیح الملک[4] ہو گزرے ہیں اُنہوں نے نوان کا بادشاہی طبیبوں[5] میں تھا مگر بادشاہ کے مزاج میں کچھ ایسا در خور[6] اُن کو ہو گیا تھا کہ سلطنت[7] کے کل معاملات اُن کے اختیار میں تھے ایسا اختیار پا کر مسیح الملک کو لازم تھا کہ متوسلان[8] شاہی کی دلجوئی[9] غریبوں کی پرورش اور مظلوموں کی داد رسی[10] کرتے۔ لیکن اُنہوں نے

---

[1] اکارت رائگاں ۱۲ [2] بادشاہوں کی طرف سے امیروں کو خطاب ملا کرتے ہیں یعنی بادشاہ اپنی طرف سے کچھ نام رکھ دیا کرتے ہیں اسی طرح کا نام مسیح الملک ہی مسیح حضرت عیسیٰ کو کہتے ہیں اُن کو خدا نے یہ کرامت دی تھی کہ جس بیمار کو چھو دیتے اچھا ہو جاتا اس سبب بادشاہ نے مسیح الملک کو یہ خطاب دیا ہو گا کہ تم سارے ملک کے مسیح ہو ۱۲ [3] شروع ... [4] ... ایک مشہور محلے کا نام ہی ۱۲ [5] نام ۱۲ [6] حکیم جو علاج کرتے ہیں ۱۲ [7] دخل ۱۲ [8] بادشاہت ۱۲ [9] جو لوگ بادشاہ کی سرکار کا وسیلہ رکھتے تھے یعنی اُن کے نوکر چاکر ۱۲ [10] خاطر ... [11] انصاف کرنا حق دار کو اُس کا حق دلوانا ۱۲

تو کچھ ایسے ہاتھ پاؤں[1] نکالے کہ تھوڑے ہی دنوں میں ایک دنیا کو شاکی[2] اور ایک عالم کو فریادی بنالیا
جس سے سنو شکایت۔ جس سے پوچھو گلہ۔ صدہا آدمی جو دس دس پشت کے ملازم۔ اور موروثی
نمک خوار ہونے کی وجہ سے دل و جان سے خیر خواہ بادشاہ تھے نہ خطا نہ گناہ موقوف کرا دیے
مسیح الملک کے آوردوں[4] کے سوائے کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کی تنخواہ میں تھوڑی بہت کمی نہ ہوئی ہو
یوں ہی تنخواہ چھٹے مہینے ملا کرتی تھی حکیم گردی[5] میں نو نو برسوں کی نوبت پہنچنے لگی اور اس میں بھی کچھ
ایسی کاٹ چھانٹ لگائی جاتی کہ دس والے کو چار اور چھ والے کو چار بمشکل[6] پلے پڑتے۔ بیووں اور
یتیموں اور اپاہجوں کی معافیاں بے دریغ[7] ضبط کرلیں۔ بادشاہ تک ان سب باتوں کی فریادیں
پہنچتی تھیں جب کبھی پوچھتے تو مسیح الملک یہ سمجھا دیتے کہ حضور والا خزانے میں ٹکا نہیں رہا
کروڑوں کا قرضہ ہو گیا ہے میں کہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے قرضہ چکا دوں دو چار برس میں سب
انتظام ہوا جاتا ہے عمر بھر حضور کا نمک کھاتے رہے اور اس سرکار کی بدولت ہزاروں چین
کیے چند روز کے لئے اگر سب مل کر تھوڑی تکلیف جھیل لیں تو حضور بار قرض سے سبکدوش[8]
ہوئے جاتے ہیں۔ اس پر بھی بادشاہ یہی فرماتے کہ لوگوں کو بے دل مت کرو بلا سے میرے
مصارف[9] میں کمی ہو تو ہو۔ لیکن نوکروں کی تھوڑی اوقات ہے ان کو مت ستاؤ۔ قرضہ چار برس
میں نہیں تو دس برس میں ادا ہو رہے گا لیکن یہ تھوڑی اوقات[10] کے لوگ زیادہ سختی کرنے
سے تمام ہو جائیں گے۔ خدانخواستہ اگر ان میں سے ایک بھی کھسکا تو ہزاروں روپے خرچ کرنے
سے بھی ایسا آدمی ملنا دشوار ہے۔ ان میں کا ایک ایک آدمی جانا بوجھا اور آزمایا ہوا ہے۔ اور دیکھو
جو چاہنا سو کرنا خیرات کی رقموں میں خبردار جو تم نے کمی کی۔ اول تو وہ خیرات ہی کیا ہے حساب کیا جائے

---

[1] ہاتھ پاؤں کا نکالنا زور ظلم کرنا ۱۲ [2] گلہ گزار ۱۲ [3] جو لوگ باپ دادوں سے بادشاہی نمک کھاتے چلے
آتے تھے ۱۲ [4] متوسل سفارشی ۱۲ [5] زمانے کی گردش جس میں حکیم کی عملداری تھی ۱۲ [6] وصول ہوئے
پلے پڑنے کا قاعدہ ہے کہ انسان جو کچھ لیتا ہے پلے میں لیتا ہے ۱۲ [7] جس زمین سے بادشاہ محصول نہ لے
۱۲ [8] بے تامل ۱۲ [9] قرض کے بوجھ سے کندھا ہلکا ہو ۱۲ [10] خرچ مصرف کی جمع ۱۲ [11] تھوڑی تنخواہ
تھوڑی آمدنی ۱۲

تو پہاڑ کے آگے رائی مگر جس قدر ہو نہایت ضروری ہو مسیح الملک کے دل پر نیکی کا پرتو[1] بھی نہیں پڑا تھا فیاضی[2] اور نفع رسانی[3] خلائق اور رحم سے وہ بالکل بے نصیب تھا بادشاہ کی باتوں کا اُس پر مطلق اثر نہ ہوتا آخر ظالم کی عمر کوتاہ بچا کی شامت جو آئی۔

زبیدہ نے یہاں تک کہانی کو پڑھا تھا کہ اُستانی جی نے ہاتھ اُٹھا کر کہا ذرا صبر کرو اور لڑکیوں سے پوچھا بھلا یہ تو بتاؤ کہ بادشاہ اور مسیح الملک تمہارے عندیے میں کیسے تھے۔ رابعہ دونو بُرے۔ مسیح الملک تو بے رحم تھا ہی۔ بادشاہ اس واسطے بُرا تھا کہ اُس نے ایسے بے رحم کو ایسا اختیار کیوں دے رکھا تھا حسن آرا۔ خفا ہو کر بولی نوج اس مکتب کی لڑکیوں کی کیا بُری زبان ہو۔ نہ بادشاہ دیکھیں نہ وزیر جو چاہا بک دیا۔ اور رابعہ کی طرف خطاب کر کے کہا اپنا منہ دیکھو اور بادشاہ وزیر کو بُرا کہنا دیکھو۔ کچھ نہ ہوگا تو تم جیسی ہزاروں لونڈیاں اِن کے آگے ہر دم ہر لحظہ ہاتھ باندھے کھڑی رہا کرتی ہوں گی۔ رابعہ پھر اس سے کیا ہوتا ہو بادشاہ وزیر ہونے یا بہت سی لونڈیاں رکھنے سے آدمی کو زور ظلم معاف ہو جاتا ہو۔ حسن آرا۔ زور ظلم کیسا اپنے نوکروں اور اپنی رعیت پر جس طرح جی میں آیا حکم چلایا کسی کی کیا مجال تھی کہ اُن کے آگے بات کر لیتا اب مرے پیچھے تم ہی کہہ رہی ہو اُن کے ہوتے تمہارے بڑے بھی کوئی رہے ہوں گے تو حضور حضور کہتے کہتے منہ خشک ہوتا ہوگا۔ رابعہ تو آپ کے نزدیک بادشاہ وزیر نوکروں اور رعیت کو جا ہیں جتنا ستائیں بلکہ جان سے بھی مار ڈالیں تو اُن کو روا ہو۔ حسن آرا بے شک اور جس بادشاہ کا دبدبہ نہ ہو وہ بادشاہ کیا۔ محمودہ بیگم صاحب بُرا نہ مانیے گا اگر بادشاہ ناحق میں بیٹھے بٹھائے آپ کے گھر بار کا تعلیقہ[4] کر لے اور عورت مرد سب کو پکڑ کر قید کرے تو پھر بھی آپ یہی کہیے گا کہ بادشاہ نے واجب کیا۔

حسن آرا۔ ہمارا تعلیقہ کیوں کرے اور ہم کو کیوں قید کرے۔ محمودہ کیوں آپ رعیت نہیں حسن آرا۔ اجی تو رعیت رعیت میں فرق ہو محمودہ۔ تو آپ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہو کہ غریبوں پر زور ظلم ہو تو مضائقہ نہیں۔ حسن آرا۔ اور کیا محمودہ۔ غریبوں نے ایسا قصور کیا کیا ہو کیا غریبوں کی جان نہیں۔ حسن آرا۔ جان تو کیوں نہیں مگر غریب سختی کی برداشت کر سکتے ہیں۔

اُستانی جی۔ بھلا بوا حسن آرا بیگم اگر خدا نخواستہ تم غریب ہو جاؤ تو پھر تم کو ستانا شاید درست ہو جائے۔ حسن آرا

---

[1] سایہ جھلک ۱۲ [2] سخاوت ۱۲ [3] خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا ۱۲ [4] ضبطی ۱۲

نہیں اُستانی جی یہ تو غضب کی ناانصافی ہے کہ اور غریب تو ستائے جائیں اور حسن آرا بیگم اگر خدانخواستہ غریب ہو جائیں تو معاف رہیں۔ حسن آرا۔ امیر اگر غریب ہو جائے تو بھی امیری کی بو کئی پشت تک نہیں جاتی۔ اُستانی جی یہ کیونکر ثابت ہے کہ دنیا میں بالفعل[۵۱] جتنے غریب ہیں یہ سدا کے غریب ہیں دولت تو چلتی چھاؤں ہے امیر غریب ہوتے رہتے ہیں غریب امیر ہو جاتے ہیں شہر میں کیا دنیا میں کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جو سدا کے امیر اور سدا کے غریب ہوں دو چار پشتیں امیر ہو گزری ہیں تو دو چار غریبی بھی گزری ہوں گی۔

بادشاہ رعیت کا خدمت گزار[۵۲] ہے اور اُسکے اختیارات محدود[۵۳] ہیں

حسن آرا۔ بھلا۔ مسیح الملک کا قصور تھا ہی تھا لیکن بادشاہ بیچارے نے کیا کیا تھا۔ ر آبعہ میں تو پہلے ہی بیان کر چکی ہوں کہ مسیح الملک کو ایسا ذی[۵۴] اختیار رکھنا بادشاہ کا قصور ہے۔ حسن آرا بادشاہ کے ساتھ تمہارے منہ سے قصور کا لفظ سنکر مجکو بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ر آبعہ آتی ہوگی لیکن نہ اتنی کہ جتنی مجھکو بادشاہ کے ہوتے مسیح الملک کا اختیار سُن کر۔ حسن آرا۔ دنیا جہان کے بادشاہ تھے ایک بات [illegible] تک نہ پہنچی محمود ہی بادشاہ کا قصور تھا اُن کو اپنے کان ایسے کھلے رکھنے چاہئے تھے [illegible][۵۵] سے نالش فریاد کی بھنک[۵۶] سنتے اسی واسطے لوگوں نے اُن کو بادشاہ بنا رکھا تھا حسن آرا۔ لو اور سنو لوگوں نے بادشاہ بنا رکھا تھا اُستانی جی حسن آرا بیگم۔ افسوس ہے کہ تم نے کچھ پڑھا نہیں جب تک تم کو پڑھنا نہ آئے گا اسی طرح ہزاروں باتوں میں تم کو تعجب ہوگا جتنے بادشاہ ہیں سب لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں جب دُنیا میں آدمی بہت ہو گئے تو آپس میں لڑائی جھگڑا بھی ہونے لگا بعض کمبخت ایسے بُرے تھے کہ قابو پاکر آدمی کو مار ڈالتے مال چرا لیتے بھلے مانسوں کو بے عزت کر ڈالتے تب صلاح کر کے یہ تجویز ٹھہرائی کہ آؤ آپس میں کسی شخص کو سردار بنا لیں سب اُس کا حکم مانیں اور اُسکی

---

۵۱ اب اس وقت ۱۲ ۵۲ عمل کرنیوالا یعنی خدمتگار ۱۲ ۵۳ یعنی اس کے اختیار کی ایک حد ہے یہ نہیں کہ جو جی چاہے کر گزرے ۱۲
۵۴ صاحب اختیار ۱۲ ۵۵ یعنی کئی کئی دن کے راستے لمبے بڑی دوروں سے ۱۲ ۵۶ ہلکی اور پتلی آواز جیسے بھنبھناہٹ ۱۲

اطاعت[1] کریں اور اُس سروار کا یہ کام ہو کہ وہ لوگوں کے جھگڑے طے کر دیا کرے اور رعایا کی جان و مال و آبرو کا نگہبان رہے اُسی کا نام بادشاہ ہے لوگوں کا کام ہے اُس کی اطاعت کرنا اور بادشاہ کا کام ہے رعایا کو آرام دینا تاکہ کوئی ظلم زیادتی نہ کرے۔

ہاں صاحب کہانی آگے چلے۔ ہاجرہ۔ جناب مجکو تو بڑی دور جانا ہے اور چھ گھڑی کی توپ[2] اب چلی کی چلی پھر رستہ بند ہو جائے گا مجکو تو اجازت ہو اُستانی جی۔ اچھا اب ملتوی کرو انشاء اللہ پھر دیکھا جائے گا۔ حسن آرا کو کہانیاں سننے کا اسقدر شوق تھا کہ کہانی کا ملتوی کیا جانا اُس کو ناپسند ہوا ہاجرہ سے کہنے لگی اے ہے ذرا کے ذرا ٹھہر جاؤ کہانی تو ختم ہو لینے دو جہاں سے چھوٹی تھی ابھی وہاں تک بھی تو نہیں ہوئی ہاجرہ۔ نہیں بوا دیر بہت ہو گئی ہے میں تو نہیں ٹھہر سکتی حسن آرا اے ہے آجکی رات یہیں رہ جانا نہیں ہمارے گھر چلی چلنا ہاجرہ۔ بھلا یہ بھی کوئی موقع ہے کہانی کے لالچ سے میں رہ جاؤں میری اماں راہ دیکھ رہی ہوں گی حسن آرا۔ اے ہے کہانی کے ناتمام رہنے سے تمھارا جی نہیں کڑھتا۔ ہاجرہ۔ جی کڑھنے کی کیا بات ہے ایسا ہی مجکو کہانی کا سننا ہو تو کیا میں آپ نہیں پڑھ سکتی۔ غرض لڑکیاں رخصت ہوئیں۔

حسن آرا نے پڑھنا شروع کیا

حُسن آرا چلنے لگی تو اُس نے محمودہ کو الگ لیجا کر کہا کہ محمودہ بیگم بھلا اِتنا پڑھنا کہ میں کہانی کی کتاب آپ پڑھ لیا کروں کتنے دنوں میں آجائے گا محمودہ جی لگا کر پڑھو تو چار مہینے میں بلکہ شاید اس بھی کچھ کم میں۔ حسن آرا۔ اچھی تو مجکو کل سے شروع کرادو محمودہ اُستانی جی سے کہو۔ حُسن آرا۔ کہا تو تھا۔ محمودہ پھر حُسن آرا اُستانی جی نے کہا ابھی جلدی کیا ہے۔ محمودہ اُستانی جی کو ابھی تمھارے شوق کی طرف سے اطمینان نہ ہوا ہو گا۔ حُسن آرا۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔ محمودہ تو چندروز صبر کرو۔ حُسن آرا۔ نہیں میں تو کہتی ہوں آج مجکو کہانیوں کی کتاب پڑھنی آجائے۔ محمودہ۔ پھر میں اُستانی جی سے کہہ دونگی حسن آرا۔ آمین کچھ قباحت ہے کہ تم چپکے سے مجکو پڑھا دیا کرو۔ محمودہ۔ قباحت کی کیا بات ہے۔

---

[1] حکم برداری [2] چلی کی چلی یہ ایک محاورہ ہے یعنے ابھی چلنا چاہیئے کچھ دیر نہیں [illegible] جلد جلد نے رکاوٹ

حسن آرا۔ اُستانی جی خفا نہ ہوں۔ محمودہ۔ ہرگز نہیں اور ایسا ہی خیال ہے تو خود اُستانی جی سے کیوں نہیں شروع کرتیں۔ حسن آرا۔ مجھ سے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں فرفر کتابیں پڑھتی ہیں مجکو اتنی بڑی ہو کر الف بے پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ محمودہ بہت خوب آپ کو کوٹھے پر لے جا کر ہم اس طرح چپکے پڑھا دیا کریں گی کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ حسن آرا ضرور۔ محمودہ ضرور۔ حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی سے بھی نہ کہنا۔ محمودہ۔ نہیں۔ غرض یہ باتیں ہو ہوا کر حسن آرا چلنے لگی تو اُستانی جی نے دو عورتوں کو ساتھ کر دیا گھر تو پاس تھا ہی بات کی بات میں جا پہنچی۔

سلطانہ بیگم۔ آہا حسنا ہمیں نے تو جانا تم آج وہیں رہیں۔ حسن آرا۔ نیند آتی تو رہ جانے میں کیا تھا سلطانہ بیگم تعجب ہے کہ تم کو اب تک نیند نہیں آئی ورنہ تمہاری ہمیشہ کی عادت ہے کہ ادھر دن ڈوبا اور ادھر تم سوئیں حسن آرا یہ مجکو آج معلوم ہوا کہ بے شغلی کی وجہ سے میری نیند بڑھتی جاتی ہے دیکھیے آج ہی نہ سوئی اور نہ کچھ کسل معلوم ہوا۔ سلطانہ آج ایسے کس کام میں تھیں۔ حسن آرا کام تو کچھ بھی نہیں تھا مگر وہاں کی باتوں میں ایسا جی لگتا ہے کہ بس دن رات بیٹھے سنا کیجیے سلطانہ ہمکو بھی تو کچھ سناؤ۔ حسن آرا۔ اب تو رات زیادہ گئی ہے اور مجکو سویرے اُٹھنا ہے جلدی نہ سو رہوں گی تو تڑکے آنکھ کا کھلنا مشکل ہوگا سلطانہ۔ اب تم سویرے اُٹھ چکیں حسن آرا ان شاء اللہ ایسے سویرے اُٹھوں گی کہ آپ دیکھیے گا۔ اناّ تم کہا کرتی ہو کہ میں اُٹھتی ہوں تو تارے چھٹکے ہوتے ہیں بس ضرور ضرور مجکو اُسی وقت اُٹھا بٹھا دیکھو خبردار بھولنا مت اناّ جگا تو میں دوں گی۔ اُٹھنا نہ اُٹھنا تمہارے اختیار میں ہے۔

حسن آرا۔ اگر میں نہ اُٹھوں تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دینا۔ اناّ یہ تو مجھ سے نہ ہوگا کہ غفلت کی نیند میں تم کو حیران کروں۔ حسن آرا میں کہتی ہوں کہ جگا دینا پھر تم کو میری حیرانی کا خیال ناحق ہے۔ انا بیٹی تم کہتی تو ہو لیکن میری ایسی کیا شامت ہے کہ صبح سویرے تم کو چھیڑ کر اپنا بُرا دیا بڑا کراؤں حسن آرا۔ نہیں بی خدا کی قسم میں ہرگز بُرا نہ مانوں گی ضرور جگا دینا سلطانہ آخر تم کو ایسے سویرے اُٹھنے کی ضرورت کیا ہے یہی نا کہ معمول سے ذرا پہلے اُٹھ جانا۔ حسن آرا۔ واہ میں نے شرط کر لی ہے اگر میں نہ بھی اُٹھوں تو سوتی

لہ جلد جلد بے رکاوٹ ۱۲ ۲ تھکان ۱۲ ۳ صبح سویرے ۱۲ ۴ اگر خدا نے چاہا ۱۲ ۵ بکھرے ہوئے ۱۲ ۶ جواد لعجہ بُرا احوال بُرے گنہ ۱۲

بڑے تڑکے اندھیرے منہ مکتب میں پہنچا دینا۔ انّا۔ دیکھو پھر کہے دیتی ہوں ضرور ضرور اُٹھا دینا ورنہ
مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔

حسن آرا سویرے اُٹھنے لگی

انّا اپنے معمول پر اُٹھی سلام پھیر دعا مانگ ڈرتے ڈرتے حسن آرا کی چارپائی پاس جا آواز دی حسن آرا
کا یا تو یہ حال تھا کہ بیسیوں آوازیں دیے جاؤ ہونکارا[1] تک نہیں اور اگر نیند سے ہوشیار ہو بھی چلی ہو تو جب
آواز دی کبھی انگڑائی لیکر رہ گئی کبھی اس کروٹ سے اُس کروٹ ہو لیتی۔ یا انّا کی آواز سُن جھٹ پٹ
اُٹھ ہی تو بیٹھی بہتیرا چاہا کہ آنکھیں کھولے پلکوں کو چیرا پھاڑا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے سی
دی ہیں یا گوند سے جما دی ہیں اور جو ٹمٹما کر ذرا کی ذرا کھولیں بھی تو ایسا دُکھ معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے پلکوں
میں مرچیں بھر دیں مگر کل کا وعدہ اور کڑھائی کی خوشی پیش نظر تھی ہاتھ پھیلا دیے۔ انّا نے پیار سے گود
میں اُٹھا لیا اور کہا بیٹا ابھی تو بہت سویرا ہے صدقے گئی ایک نیند ذرا اور لے لو حسن آرا نہیں بی نہیں
مجھکو ابھی مکتب لے چلو۔ انّا۔ بیٹا منہ دھو لو کچھ ناشتا کر لو تب جانا۔ حسن آرا۔ ٹھنک[2] کر بولی۔ اے ہے
اللہ دیکھو کمبخت دیر لگائے چلی جا رہی ہے نہیں چلتی وہاں سب لڑکیاں آگئی ہوں گی۔ غرض کہ انّا
مکتب میں لائی۔ حسن آرا کچھ تو آنکھیں کھولتی آئی ہی تھی یہاں آکر دیکھا کہ واقع میں بڑی چھوٹی لڑکیاں
سب موجود ہیں مگر کوئی کتاب کھولتی جاتی ہے کسی نے آموختہ[3] پڑھنا شروع کر دیا ہے کوئی ابھی مطالعہ[4]
لے کر بیٹھی ہے۔ یہ دیکھ کر تو حسن آرا کی رہی سہی آنکھیں اور بھی کھُل گئیں۔ محمودہ۔ اہا بیگم صاحب ایسے
سویرے ماشاء اللہ خوب ہی آپ وعدے کی سچّی اور ارادے کی پکّی ہیں۔ حسن آرا۔ کیا خاک وعدہ اور
ارادہ ہے آخر سب کے پیچھے ہی آئی۔ محمودہ۔ گو آپ سب کے بعد آئیں مگر پہلے ہی دن آپ اتنے سویرے
اُٹھ کھڑی ہوئیں بڑی مضبوطی کی بات ہے اس اعتبار سے آپ ہی سب سے پہلے آئیں۔ حسن آرا

[1] یعنی نماز پوری کر ۱۲ [2] ہاں ۱۲ [3] رونے کی تیاری کے وقت جو آواز ہوتی ہے اُسکو ٹھنکنا کہتے ہیں ۱۲ [4] پڑھا ہوا ۱۲
[5] سبق لینے سے پہلے جو اگلا سبق آپ نکالتے ہیں اُسے مطالعہ کرنا بولتے ہیں [6] یہ اُس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حسن آرا
لڑکیوں کو اپنے سے پہلے پہنچا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی ۱۲

کڑھائی کی فرمائیے۔ محمودہ۔ سب تیار ہے آپ ہاتھ منھ دھولیں تو شروع ہو۔ محمودہؔ نے لوٹا۔ سلفچی۔ منجن آئینہ۔ کنگھی۔ تیل سب سامان سامنے لاکر رکھ دیا۔ حسن آرا۔ کیا خوب یہ آپ مجکو ناحق میں کیوں گنہگار بناتی ہیں۔ محمودہ۔ ہم غریب لوگ ہیں نہ تکلف کرتے اور نہ تکلف کا سلیقہ رکھتے ہیں اس کو چاہیں آپ بھونڈا پن سمجھیں ہم سب طرح کا کام اپنے ہاتھوں کرلیا کرتے ہیں اور آپ دیکھئے گا کہ کبھی ہمارے آپس میں لڑائی نہیں ہوتی کوئی کام ہو اور کسی کے کرنے کا ہو سب نے ملکر کرلیا ایک نے دوسرے کو سہارا لگادیا اور یہ بات کچھ بناوٹ اور دکھاوے کی غرض سے نہیں حاضر و غائب ہم سب لڑکیوں میں بڑی سچی محبت ہے ایک کو ایک سگی بہن سے بڑھکر ہے ہاتھ خدا نے کام ہی کے واسطے دیے ہیں اور لوٹا پانی لاکر رکھ دینا بھی بھلا کوئی کاموں میں کام ہے۔

مکتب کی لڑکیوں نے مل کر کچوان تلا اور حسن آرا کام کاج میں شریک ہوئی مگر کام کی عادت نہ تھی چھوٹے چھوٹے کاموں میں بڑی دقت اُٹھائی

غرض ادھر تو حسن آرا ہاتھ منھ دھوتی رہی محمودہ نے پہلے تو اُستانی جی سے پوچھا کہ اگر آپ ارشاد کریں تو کڑھائی کا سامان کئی دن سے آیا ہوا رکھا ہے اسوقت ٹھنڈک بھی ہے سویرے کا وقت ہے ہم سب مل ملاکر تل تلا لیں اُستانی جی بہت خوب مگر حسن آرا بیگم کو بھی شریک رکھنا۔ محمودہ۔ بسر و چشم[1] اُس کے بعد کوٹھری کھول سب سامان نکال باورچی خانے میں لے گئیں کسی نے بیسن گھولنا شروع کیا کوئی ٹکیاں گھڑنے لگی کوئی پیاز کترنے بیٹھ گئی۔

غرض سب کی سب کام میں لگ گئیں حسن آرا۔ محمودہ بیگم کوئی کام مجکو بھی بتا دو یہ تو مناسب نہیں کہ سب کام کریں اور میں کھڑی منھ دیکھوں آمنہ۔ آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں ہم سب کئے لیتے ہیں صرف

---

[1] سامنے اور میٹھا نیچے ۱۲ ۔۔۔ حکم فرمائیں ۱۲ ۔۔۔ سر آنکھوں سے ۱۲

آپ سیر[1] دیکھئے۔ محمودہ۔ نہیں۔ اس میں کچھ قباحت کی بات نہیں کوئی کام ہو کرنے ہی سے آتا ہے مگر
کون کام بتاؤں مصالحہ پیسنا میدا گوندھنا تلنا بہتیرے کام ہیں ان میں سے جو آپ سے ہو سکے کیجئے۔ حسن آرا۔
مصالحہ تو مجھ سے نہیں پسے گا پہلے ہی رگڑے سے پورے تو کھوٹے[2] رہ جائیں میدا کہیے تو البتہ میں گوندھ
دوں۔ محمودہ۔ میدہ گوندھنا بھی بڑے زور کا کام ہے بلکہ مصالحہ پیسنے سے زیادہ محنت ہے۔ حسن آرا۔ بلا سے
ہے مگر مجھ کو منظور ہے۔ محمودہ۔ آخر اس کا سبب۔ حسن آرا۔ کچھ ہے۔ محمودہ۔ کیا کچھ پردہ کی بات ہے۔ حسن آرا
(جھینپ کر) اجی میدہ گوندھ ہاتھ دھو دھلا کر کھڑی ہو جاؤں گی اور مصالحہ پیسوں تو ہلدی کا رنگ
کلنک کا ٹیکا[3] دو چار دن چھوٹتا نہیں ناحق مجھ کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ محمودہ۔ شرم کی اس میں کیا بات
ہے۔ حسن آرا۔ آپ کو نہیں مجھ کو تو ہے ہلدی کے بھرے ہوئے ہاتھ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے
محمودہ۔ اپنی اپنی سمجھ ہی تو ہے بعضوں کو کام کرنا عیب ہے بعضوں کو دوسروں کا پکایا ریندھا اور لولے
اپاہجوں کی طرح کھانا عار ہے غرض اتنا سمجھایا امیری کی بو آپ کے دماغ سے نہ گئی پر نہ گئی۔ حسن آرا۔ اصیل[4] مرغے
کی ایک ٹانگ جان جائے پر آن[5] نہ جائے۔ محمودہ۔ پھر کچھ زبردستی[6] ہے آپ آرام سے بیٹھئے جو کچھ توفیق ہو گی ہم بیٹھے
بٹھائے آپ پر چڑھا آئیں گے۔ حسن آرا۔ آپا کچھ تم کو بھی ضد ہے تم کو اپنے کام سے کام آخر میدہ کوئی گوندھے گا
ہی میرا ہاتھ لگ جائے گا تو کیا کیڑے پڑ جائیں گے۔ محمودہ۔ کیڑے تو نہیں مگر نوچ[7] توڑ تار ستیاناس کر کے
رکھ دو گی امیری کی شیخی بگھارنے کے سوائے اور بھی کچھ تم کو آتا ہے۔ حسن آرا۔ خیر کچھ اور کام مجھ کو دیجئے
محمودہ۔ کون کام دوں مصالحہ تو تم نہیں پیسنا چاہتیں آٹا تم کو گوندھنا نہیں آتا اور کونسا کام بتاؤں خیر
مصالحے کی سل کے نیچے ادرک گڑی ہوئی ہے چھوٹی چھوٹی دو گرہیں نکال کر کتر ڈالئے۔ حسن آرا۔ ہاں
یہ کام میرے کرنے کا آپ نے بتایا ہے دیکھئے گا کیسے باریک لچھے کترتی ہوں۔ محمودہ۔ خدا راس لائے
حسن آرا۔ دوڑی دوڑی جا سل کو اٹھانے لگی سل تھی بوجھل ایک بالشت بھر تک تو حسن آرا نے ہمت کر کے

---

[1] تماشا ۱۲ [2] مونڈھے تھک کر بے کار ہو جائیں ۱۲ [3] سیاہی کا ٹیکا ۱۲ [4] جو مرغ اصیل ہوتا ہے وہ اکثر ایک ٹانگ پر کھڑا رہتا ہے یہ مثل ایسے محل پر بولی جاتی ہے کہ جو آدمی شریف ہوتا ہے اس کی وضع یا بات پکی ہوتی ہے ۱۲
[5] وضع ۱۲ [6] محمودہ نے یہ چھیڑ کی بات کہی گویا حسن آرا کو دینا ایسا ہو گا جیسے مردوں کی قبر پر چڑھاوا چڑھایا ۱۲
[7] بس۔

اُٹھائی۔ آخر نہ سنبھل سکی چھوٹ گئی اور چھوٹی تو ہاتھ پر گری حسن آرا تو بلبلا اُٹھی سب لڑکیاں دوڑی گئیں جاکر دیکھیں تو حسن آرا سِل کے تلے ہاتھ دیئے بیٹھی ہیں چہرے کی رنگت زرد ہے اور تھرتھر کانپ رہی ہیں جلدی سے سِل اُٹھاکر الگ کی ہاتھ دیکھا تو چِل گیا تھا مگر نہ میں گیلی اور پوٹی تھی چوٹ نہیں لگی۔ حلیمہ واہ بیگم صاحب بڑے کچے دل کی ہو تم تو ایسی بلبلائیں کہ ہم سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ حسن آرا۔ منہ پر آنکھیں ہیں یا نہیں اتنی بڑی سِل تمہارے ہاتھ پر گرتی تو جانتیں۔ حلیمہ۔ گرتی ہی کیوں۔ حسن آرا۔ کیا خوب یک نشد دو شد بھلا میں نے تو بالشت بھر اُٹھا بھی لی تم ذرا ہلا بھی دو تو سو سلام کروں۔ حلیمہ۔ ہاں حسن آرا۔ ہاں۔

علم جرِّثقیل کا تذکرہ مختصر

حلیمہ نے وہیں چولھے کے پاس سے ایک نوکدار لکڑی اُٹھا تیا پر اسِل کے نیچے اڑا جوں ہی دوسرا سرا اُٹھایا تھا کہ سِل کھٹ سے دوسری طرف جا پڑی۔ حسن آرا۔ بہن یہ تو تم نے کمال ہی کیا۔ محمودہ۔ کمال کی اس میں کیا بات ہے۔ علم جرثقیل میں اسی قسم کی ہزاروں باتیں ہیں حکمت بڑی چیز ہے اکیلا آدمی حکمت کے زور سے ہزاروں من کا بوجھ تنکے کی طرح اُٹھاکر پھینک دے سِل کی کیا اصل ہے۔ حسن آرا۔ اب آپ لوگ اپنا اپنا کام کیجئے میں ادرک کترتی ہوں محمودہ رہنے دیجئے کوئی اور لڑکی کتر لیگی آپ کا ہاتھ بھی دُکھتا ہوگا۔ حسن آرا۔ نہیں میں تو اب کتر کے رہوں گی۔ حسن آرا نے باورچی خانے کے چاقو سے جو ایک گرہ چھیلی تو چاقو کند معلوم ہوا آپ نے کیا کیا محمودہ کے قلمدان سے راجبن کا نیا چاقو نکال ادرک چھیلنا شروع کیا ادرک کے عرق سے اول تو چاقو کی آب گئی گذری ہوئی دوسرے چاقو تیز ادرک نرم تین چار مرتبہ کچ کچ چاقو ہاتھ میں لگا اور اوپر سے پہنچا ادرک کا عرق خوب ہی مرچیں لگیں مگر حسن آرا نے شرم کے مارے اُس کو چھپایا ادرک بھی اچھی نہ کتری گئی۔
ادرک کتر کر لائی تو اُس میں سُرخی جھلملاتی تھی۔ محمودہ نے یہ دیکھ کر کہا اے ہے کیسی لال لال ادرک ہے

لہ نرم ٹلہ ڈر گئے لرزنے لگے ۱۲ سلہ یہ فارسی کی مثل ہے لفظی معنی یہ ہیں کہ ایک نہ ہوئی دو ہوئیں اسکو تعجب کی جگہ بولتے ہیں
ٹلہ دانائی ۱۲ شہ انگریزوں کی ولایت میں ایک مشہور لوہار کا نام ہے لوہے کے اوزار لاجواب بناتا ہے ۱۲ ٹلہ جھلکتی تھی ۱۲

نہیں گئی تو نہیں گئی دھو دیا تو تھا ہی سفید سفید رنگ کی آنکھ آئی تب تو شبہ ہوا کہ شاید حسن آرا نے کہیں اپنا
ہاتھ کاٹ لیا گھبرا کر کہا دیکھوں ہاتھ۔ حسن آرا نے تھوڑے سے تامل کے بعد دکھایا تو معلوم ہوا کہ کوئی انگلی
نہ تھی جس میں دو چار خراشیں نہ ہوں۔ محمودہ اے ہے یہ کیا کیا کس چاقو سے اور کیوں کتری۔ حسن آرا۔ جس سے
آپ قلم بناتی ہیں۔ محمودہ۔ بھلا قلم تراش سے کوئی ترکاری بناتا ہے اسی واسطے میں آپ کو کام
دیتے ہوئے ڈرتی تھی دیکھئے آپ نے ہاتھ زخمی کر ہی لیا۔ حسن آرا بلا سے ہاتھ کا کیا ہے اچھا ہی
ہو جائے گا مگر چاقو کیسا بدرنگ ہو گیا ہے یہ کیوں کر درست ہو گا۔ محمودہ۔ قربان کیا تھا چاقو نگوڑا
بگڑ گیا بگڑ گیا جلدی سے پانی میں بھگو کر کپڑا انگلیوں پر لپیٹ لیجئے اور خدا کے لئے مکتب میں
جا کر بیٹھئے۔ حسن آرا۔ واہ میں تو کام کروں گی۔ محمودہ۔ کیا استانی جی کو خفا کرانے کی مرضی ہے حاشا
میں تو اب تم کو کسی چیز کو ہاتھ لگانے دینے کی نہیں۔ حسن آرا۔ اب میں بہت احتیاط سے پوچھ پوچھ کر
کروں گی اچھی کچھ بتاؤ۔ حسن آرا نے اتنا اصرار کیا کہ محمودہ سے کچھ نہ بن پڑی اور مجبور ہو کر کہا خیر آپ
آگ سلگا کر کھچڑی کو دم دیجئے حسن آرا نے تو سمجھا کہ بڑا آسان کام ہے جلدی سے لکڑیاں کنڈے چولھے
میں بھر دیا سلائی لگا کر لگی پھونکنے بھنبھیرا دھونکا آگ بھلا کب سلگتی ہے منہ بھی تمتما اٹھا ناک اور آنکھ
دونوں سے پانی جاری ہے دھواں غضب کے غضب تمام مکان میں بھرا ہوا ہے مگر لکڑیوں کو خبر بھی نہیں
جب لڑکیاں سامان درست کر چکیں تو محمودہ نے پوچھا کیوں بیگم صاحب کھچڑی کیا کہہ رہا ہے حسن آرا
لکڑیاں کمبخت ایسی گیلی ہیں آنچ ہی نہیں ہوتی۔ محمودہ۔ کیوں دیانت اتنا کہہ دیا تھا کہ برسات کے
دن ہیں لکڑیاں دیکھ کر سوکھی ہوئی لانا آخر وہی گیلی پانی اٹھا لائیں۔ دیانت بیوی لکڑیاں تو
ایسی خشک ہیں کہ برسات کی ہوا تک بھی ان کو نہیں لگی بیچ ڈھیر میں سے اپنے سامنے نکلوا کر
لائی ہوں دو دن ہوئے ان ہی لکڑیوں سے کھانا پکتا ہے ایسی دھڑ دھڑ جلتی ہیں کہ پھونکنا
بھی نہیں پڑتا۔

[illegible]

ت غضب ... لال ہو گیا ۱۲

ھ محمودہ کے گھر کی ماما کا نام ہے جو باہر کا سودا سلف لایا کرتی تھی ۱۲

حسن آرا نے کام تو بگاڑا آپ اُلٹی ماما پر ناحق خفا ہوئی

حسن آرا کو ایک تو پہلے ہی پہل چولھا پھونکنے کا اتفاق ہوا اور اُس پر طرّہ[1] یہ کہ وہ گھڑی کامل حیران ہوئی اور آگ نہ سُلگی یونہی کھسیانی ہوکر جلی بھُنی[2] بیٹھی تھی ماما دیانت نے جو اُس کے خلاف تقریر کی اور بھی آگ بگولہ[3] ہوکر بولی اری جھوئی[4] نامراد ذرا پھوٹے ہوئے دیدوں سے آکر سُوجھ تو سہی کہ گیلی ہیں یا نہیں کون دقتوں سے میں سر کھپا رہی ہوں انہی کو سوکھے چیلے کہتے ہیں نہ ہوئی تو اس وقت میرے گھر کی ماما۔ نہیں ان ہی چیلوں[5] سے مارتے مارتے مُردار کو تجھکو فرش[6] کردیتی۔ ماما دیانت حسن آرا کا بیہودہ کلام سُن کر مارے غصے کے کانپ اُٹھی اور چاہتی تھی کہ جواب دنداں[7] شکن دے اُستانی جی نے اشارہ سے روکا۔ لڑکیوں کو بھی حسن آرا کی بات نہایت ناگوار گزری اور قریب تھا کہ سب لڑکیاں چھوڑ چھاڑ الگ ہو بیٹھیں۔ محمودہ اُستانی جی کے اشارے کا مطلب سمجھ گئی تھی اس نے لڑکیوں کو کنائے[8] سے باز رکھا اور خود چولھے کے پاس جاکر کہنے لگی ذرا میں بھی تو دیکھوں کیسی لکڑیاں ہیں دیکھا تو اندر تک حسن آرا نے لکڑیاں ٹھونس رکھی ہیں راکھ کا اٹم کا[9] اٹم بھرا پڑا ہے۔ محمودہ نے سب لکڑیوں کو باہر نکال پہلے تو راکھ صاف کی پھر چار لکڑیوں کو اوپر تلے آڑا رکھ جھینا[10] چولھے کے باہر طرف لگا ایک مرتبہ ذرا سے ذرا پھونکا تھا کہ آگ بھڑک اُٹھی۔ حسن آرا۔ آپ نے تو کمال ہی کیا۔ محمودہ ہنس کر بولی کمبخت آگ جلانے میں بھی کچھ کمال کی بات ہے مگر اسی واسطے میں نے کہا تھا کہ کوئی کام ہو بے کئے نہیں آتا لکڑیاں کیا کریں اول تو مونھا منہ راکھ بھری پڑی تھی اُس پر آپ نے لکڑیاں اتنی ٹھونس دیں کہ ہوا کا گزر نہ ہوا آگ جلے تو کیونکر جلے مشہور بات ہے کہ جھینا جتنا ہلکا ہو اُتنا ہی جلد جل اُٹھتا ہے۔ حسن آرا مجکو یہ حکمت معلوم نہیں تھی۔ محمودہ۔ بیشک جو کام کبھی نہیں کیا اُس میں آدمی ضرور عاجز ہوتا ہے مگر آپ نے ایک بات بہت بیجا کی حسن آرا۔ وہ کیا کہیں میں نے کوئی کپڑا تو نہیں جلالیا

---

[1] مراد زیادتی، یو طرہ پگڑی کے کنارے کو کہتے ہیں ۱۲ [2] مراد خفا ۱۲ [3] محاورہ میں غضبناک کی جگہ بولا جاتا ہے ۱۲ [4] لکڑی کے چیرے ہوئے کندے ۱۲ [5] یعنے زمین پر لٹا دیتی ۱۲ [6] دانت توڑ دینے والا یعنی کرارا ۱۲ [7] [illegible] ۱۲ [8] [illegible] ڈھیر کا ڈھیر ۱۲ [9] ایک بار جو لکڑیاں چولھے میں سمائی جائیں اُس کو جھینا کہتے ہیں ۱۲

یہ کہہ کر گئی اپنے کپڑوں کو دیکھنے۔ محمودہ۔ خیر ہی۔ اپنا کپڑا نہیں جلایا دوسرے کا دل جلایا۔ حسن آرا۔ ماما کو جو ذرا میں نے گھُڑکا اُسپر آپ کہتی ہوں گی۔ محمودہ۔ للہ میری خطا معاف۔ اول تو یہ فرمایے کہ آپ کی نفگی بجا تھی یا نہیں قصور تو اپنا آگ تک تو خیر سے اپنے تئیں سلگانی نہ آئی اور بیچاری ماما ناحق میں نفضیحت ہوئی۔ حسن آرا۔ البتہ اتنا قصور میرا تھا مگر ماما کا بیچ میں بول اُٹھنا کیا ضرور تھا۔ محمودہ۔ ماما آپ سے نہیں بولی میں نے پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔ حسن آرا۔ پھر بھی میری بات کو کاٹنا اس کو مناسب نہ تھا۔ محمودہ۔ وہ ہرگز اس بات سے واقف نہ تھی کہ آپ برسر ناحق بھی ہوں تو آپکی تائید کرنی چاہیے۔ حسن آرا۔ کیوں کیا وہ نہیں جانتی کہ میں امیرزادی ہوں۔ محمودہ۔ شاید جانتی ہو۔

خیرات دیکر احسان جتانا

حسن آرا۔ بتا دیا میں اس کو خوب پہچانتی ہوں رمضان کے رمضان ہمارے یہاں لنگر[۳] سے برابر کھانا لینے جایا کرتی تھی اب چار دن سے آپ کے یہاں نوکر ہی تو اس کے مغز[۴] چل گئے ہیں وہ دن بھول گئی۔ محمودہ۔ لنگر آپکے یہاں کیوں تقسیم ہوا کرتا ہی۔ حسن آرا۔ نام خدا تقسیم ہوا کرتا ہی۔ محمودہ۔ نام خدا اسی کا نام ہی جو کوئی اس میں سے لے وہ عمر بھر کو آپ کا غلام بنا رہی اور جس طرح اور تنخواہ دار نوکر آپ کا ادب آپ کی تعظیم کرتے ہیں وہ بھی کیا کرے ایسے لنگر کا خاک ثواب ہوگا۔ حسن آرا۔ تعظیم نہ کرے تو ہم کو جوتیاں مار لیا کرے۔ محمودہ۔ توبہ توبہ جوتیوں کا یہاں کیا مذکور ہی۔ حسن آرا۔ بوا ایسے کم حیثیت لوگوں کا ایسی بےباکی[۵] سے بول اُٹھنا بھی جوتیاں ہی مارنا ہی۔ محمودہ۔ جب لنگر خدا کے نام کا ہوا تو پھر آپ کا کچھ احسان نہیں ایک خیرات کے دو دو بدلے تو ہو نہیں سکتے کہ عاقبت کا ثواب بھی لو اور دنیا میں بھی ادب اور تعظیم کی خواہاں رہو بس خیرات دے کر یہ امید پیدا کرنا کہ یہ ہمارا ادب کرے توقع بیجا ہی اور اس کو دل میں جگہ نہ دو تو آدمی سب برابر جیسی آپ ویسی میں ویسی ماما۔ حسن آرا۔ آپکو اپنے تئیں ماما کے برابر سمجھنے کا اختیار ہے مگر میں تو خدا کے فضل سے خاصی امیرزادی ہوں اور

[۱] یہاں بات کے کاٹنے سے اُس کا رد کرنا مراد ہی ۱۲ [۲] مدد۔ تصدیق ۱۲ [۳] خیرات کے طور پر جو غلہ یا کھانا تقسیم کیا جاتا ہی ۱۲
[۴] یعنی شیخی میں آگئی ہی ۱۲ [۵] یہ محاورہ ہی یعنی کچھ بھی ثواب نہ ہوگا ۱۲ [۶] بیباک بےدھڑک ۱۲

ایسی ایسی آپ بھی دل میں تو ہمارے گھر تو ذرا بہولنگی۔

حسن آرا نے جو ماما کو نصیحت کیا تھا محمودہ کا اُس کو ملامت کرنا اور خطا معاف کرانے پر مجبور کرنا۔

محمودہ یہ نری زبردستی ہے کہ آپ امیر ہیں تو دنیا میں جو ہے آپ کا ادب کرے اور نری ہٹ دھرمی ہے کہ آپ امیر ہیں تو جس کو جی میں آئے گالیاں دے لیا کیجئے۔ حسن آرا۔ میں نے تو کوئی گالی نہیں دی محمودہ۔ گالی کے سر سینگ[1] ہوتے ہیں آپ نے جھوٹی کہا نامراد کہا دیدہ پھوٹی کہا اور یہ کہا کہ چیلوں کے مارے فرش کر دیتی۔ حسن آرا۔ یہی گالی ہے تو خدا حافظ۔ اب کیا میں اُن کو جناب کہتی۔ خداوند نعمت کہتی۔ محمودہ کیا ضرور ہے کہ کہئیے تو جناب اور خداوند کہئیے یا ایک دم سے جھوٹی نامراد دیدہ پھوٹی بتائیے یہی لفظ برا مانیگا اگر کوئی آپ کو کہے تو کیسا برا لگے۔ حسن آرا۔ مجھکو برا لگے تو لگے لیکن یہ لوگ اسی اوقات[2] کے ہیں ان کو برا ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ محمودہ۔ ہاں بس یہی غلطی ہے یہ ماما اس اوقات کی نہیں ہے غریب تو ہے مگر عزتدار ہے حسن آرا یہ آپ ہی فرمائیے کہ غریب ہو کر عزتدار ہے۔ محمودہ۔ بیشک آپ کے نزدیک دولت ہی عزت ہے اور میرے نزدیک بلکہ خدا اور رسول کے نزدیک دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک نیکی بڑی عزت ہے۔ حسن آرا۔ بھلا میں بھی دیانتی سنوں کونسا لنگر تقسیم کرتی ہیں۔ کوئی سرائے مسافروں کے آرام دینے کو بنوادی ہے جنگل میں پیاسوں کے واسطے کوئی کنواں کھدوادیا ہے کسی بیوہ کی تنخواہ کر رکھی ہے بھوکے مسافروں کا کھانا مقرر ہے۔ محمودہ۔ کیا بس یہی نیکیاں ہیں یہ وہ نیکیاں ہیں جو دولتمندوں کے حصہ میں ہیں اب میں دیانت کی نیکیاں گنواؤں سنئیے اسقدر تو غریب ہے اور ماماگری کرتی ہے مگر اتنی بڑی ایماندار ہے کہ لاکھ کو خاک سمجھتی ہے۔ چھپا چھپا تیاں صبح چھ سے شام اس کو یہاں سے ملتی ہیں پانچ کبھی چار

[1] یعنی گالی کیا کسی جانور کا نام ہے جس کے سر میں سینگ ہوں ۱۲ [2] حیثیت ۱۲ [3] ماما دیانت کو دیانت بیگم کہنا حسن آرا کی چھیڑ ہے ۱۲

آپ کماتی اور ہر روز ایک پیسہ ضرور خدا کے نام مسجد میں دے آتی ہے۔ اس کی ہر ایک چیز آپ سے
لگا ہے کہیں زیادہ ہی دیکھئے یہ عمر ہے کہ کام کرتی نہیں تھکتی آپ جانتی ہیں کہ اب یہ بقچہ کھول کر
بیٹھی ہیں ہمسائی کے بچوں کے کپڑوں میں پیوند لگائیں گی دونوں وقت مفت میں چھ سات
گھروں کا سودا لا دیا کرتی ہے۔ ہمسایوں میں کوئی بیمار ہو خدا واسطے کو اپنے ہاتھوں قارورہ حکیم کے
یہاں لے جانا عطار کی دوکان سے نسخہ بندھوانا چھان بنا کر پلانا اور دن میں دس دس مرتبہ جا کر پوچھنا
جھوٹ کبھی نہیں بولتی چغلی کسی کی نہیں کھاتی پیٹھ پیچھے کسی کو برا نہیں کہتی کسی کے کام میں عذر نہیں
سب کو نیک صلاح نیک نصیحت آپ اُس کو بے عزت سمجھیں آپ کو معلوم ہے کہ حکیم صاحب جب تشریف
لائے اور یہاں ملنے کو آئے ہمیشہ اس دیانت کو پوچھا اور بہت التفات کے ساتھ دیر تک باتیں کرتے
رہے۔ حسن آرا۔ آہا تو دیانت بڑی نیک آدمی ہے۔ محمودہ۔ بیشک فرشتہ آدمی ہے۔ اُستانی جی اماں کا اتنا
ادب کرتی ہیں کہ کوئی ماؤں کا بھی نہ کرتا ہوگا۔ حسن آرا۔ کیا سچ مچ دیانت کو میری بات بری لگی ہوگی
محمودہ۔ بات تو بری لگنے ہی کی تھی شاید اُس نے اپنی نیک مزاجی کی وجہ سے برا نہ مانا ہو تو نہ مانا ہو
حسن آرا۔ بھلا پھر ہوگا کیا۔ محمودہ۔ ہونا کیا تھا کچھ اُس بیچاری کے پاس لشکر ہے کہ آپ سے بدلہ لے گی
حسن آرا۔ اچھا اور کیا کرے گی بہت کرے گی اماجان سے جا کہے گی، سو میں اماجان سے کچھ ڈرتی ڈراتی
نہیں محمودہ۔ اس سے آپ اطمینان رکھئے کہ آپ کی اماجان کیا ماما کسی سے اس کا ذکر تک تو کرنے
ہی کی نہیں بڑے ضبط کی آدمی ہے حسن آرا۔ پھر کیا خوف ہے کہہ دیا کہہ دیا۔ محمودہ۔ لے بہن توبہ غضب ہے
ہے اگر اُس کا دل دُکھا ہے تو ایسا نہ ہو کہیں خدا کو برا لگا ہو اُس کی بار ہا کی مار ہے اُسکی لاٹھی میں آواز
نہیں دم کے دم میں جو چاہے کر گزرے اچھے چنگے کو اندھا کوڑھی کر دے بادشاہ سے بھیک منگوا دے
حسن آرا اچھی تو خدا کے لئے دیانت سے میرا قصور معاف کرا دو۔ محمودہ۔ میں خطا میں شریک نہ تھی
تو اب معافی میں بھی شریک نہیں ہوں گی آپ ہی نے ناحق اُس کو برا کہا آپ ہی اُس سے خطا
معاف کرائیے حسن آرا۔ اچھا ذرا دیانت الگ ہو تو کہوں گی۔ محمودہ الگ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

؎ چھوٹی سی گٹھری جس میں عورتیں سینے پرونے کا سامان رکھا کرتی ہیں ۱۲ ؎ توجہ مہربانی ۱۲ ؎ کسی پر درشتی
ایک بات کا کوئی جاننا ۱۲

حسن آرا ہاں اب سب کے سامنے میں امیرزادی ہوکر ماما کے آگے ہاتھ جوڑوں ۔ محمودہ ۔ انصاف تو یہی ہی کہ سب کے سامنے اُسکو ذلیل کیا تو سب کے سامنے ہی اس کو خوش بھی کیجئے ۔ امیری آپ کے سفر میں ایسی سمارہی ہی کہ نہیں معلوم آپ اپنے تئیں کیا سمجھتی ہیں جب آپ کے منہ سے غرور کی بات ہیں سنتی ہوں لرز اُٹھتی ہوں کہ دیکھئے خدا خیر کرے یہ سن کر حسن آرا دوڑی جا دیانت سے لپٹ گئی اور رونے لگی ۔ دیانت کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے اور جھٹ اُس نے حسن آرا کو اُٹھا گلے سے لگا لیا اور ہزاروں دعائیں دیں ۔ حسن آرا خطا معاف کرا کے پھر محمودہ کے پاس گئی ۔ لیجئے حضرت میں نے دیانت کو راضی کر لیا ۔ محمودہ بیگم صاحب سچ کہنا اب تمھارے دل کی کیا کیفیت ہی ۔ حسن آرا ۔ میں دیکھتی ہوں تو خطا کا اقرار کرنا کچھ بھی بے عزتی کا موجب نہیں میں نہ جانتی تو سدا کو دیانت سے آنکھ چھپیتی ہی رہتی آپ کے کہنے سے ایک کھٹکا سا ہو گیا تھا اب تو دل میں ایک عجیب طرح کی خوشی پاتی ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی ۔ محمودہ ۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے حوصلے اور بڑی ریاست کی بات آپ نے کی جو سنے گا خوش ہوگا اور تعریف کرے گا اور خدا کی درگاہ میں تو اس کا اجر[1] اتنا بڑا ہی کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کی برابری نہیں کر سکتی جتنی کتابیں آج تک میں نے پڑھی ہیں سب میں یہی لکھا ہی کہ دل آزاری[2] سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اور دل جوئی[3] سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ۔ محمودہ اور حسن آرا میں یہ باتیں بھی ہوا کیں اور کام بھی ہوتا رہا ۔ ادھر یہ گفتگو ختم ہوئی اُدھر کڑھائی اُتری ہر ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا لے بھرا چنگیر تو اللہ کے نام مسجد میں گیا جو باقی رہا پہلے اُستانی جی کے آگے رکھا مگر اُستانی جی روزے سے تھیں لڑکیوں سے کہا تم لوگ شوق سے کھاؤ پیو ۔ غرض سب نے ملکر خوب کھایا ۔

نیکی اور سچی[4] خیرات

سب کے برابر ایک حصہ دیانت کو بھی ملا تھا دیانت پکوان گود میں لے دبے پاؤں باہر نکلی اور محمودہ نے دیکھ لیا اور چپکے چپکے حسن آرا سے کہا بیگم صاحب لیجئے آئیے میں آپ کو اپنے کہے کی تصدیق[5] کرا دوں

[1] خیرات ۔ ثواب [2] دل دکھانا [3] خاطرداری [4] آہستہ کہ کسی کو آہٹ نہ دے [5] ایسی ایک چیز دکھاؤں جس سے آپ کو ثابت ہوجائے کہ میں نے دیانت کی نیکی کی نسبت جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا

اور حسن آرا کا ہاتھ پکڑ کھڑکی کی آڑ میں بیجا کر کھڑا کر دیا اتنے میں دیانت بھی ہمسائی کے گھر جا پہنچی ام رے کرامن کے سب بچوں کو پیار سے بلا بلا اپنے پاس بٹھایا اور وہ پکوان جو یہاں لا تھا اُن کو اپنے ہاتھ سے کھلا دیا جب کھا چکے تو سب کا ہاتھ منھ دھلا آپ چلنے کے ارادے سے اٹھیں اور چلتے چلتے تاکید کر آئیں کہ خبردار چکنائی پر کوئی پانی مت پی لینا کھانسی ہوجائے گی۔

دیانت گھر آئی تو محمودہ نے پوچھا کیوں بی بی ماما پکوان کیسا تھا ماما - سبحان اللہ[1] بڑے مزے کا مجھ کو تو بہت ہی بھایا - یہ سُن کر محمودہ نے حسن آرا سے کہا دیکھا آپ نے کس درجہ کی یہ عورت نیک ہے کیسا ہی کوئی گیا گزرا ہو پھر بھی کڑھائی ہوئی نئی چیز ہوئی جی للچائی[2] اٹھتا ہے خصوصاً بڈھوں کو تو کھانے کا غضب ہوکا[3] ہوتا ہے لیکن دیکھئے دیانت نے کتنا اپنے جی[4] کو مارا ہے اور اس غریبی پر کیا استغنا[5] ہے کہ آپ پکوان چکھا تک نہیں - حسن آرا - کیا دیانت اور ہمسائی سے کچھ رشتہ ناتا ہے - محمودہ - ہرگز نہیں دیانت سیدانی ہے اور ہمسائی پٹھانی اور یہ ہمسائی تو پانی پت کرنال کی طرف کی رہنے والی ہے اکیلی آپ ہے اور یہاں کسی سے بھی رشتہ ناتا نہیں رشتے ناتے پر سلوک تو سبھی کوئی کرتا ہے یہ بی دیانت ہی کا حوصلہ ہے کہ جان نہ پہچان اور دل و جان قربان اور ذرا اس خیر خواہی کو دیکھئے کہ خبردار کوئی پانی نہ پی لینا اور اس اخفا[6] پر نظر کیجئے کہ کیسے دبے پاؤں گئی اور میں نے پوچھا تو پکوان کی کیسی تعریف کی کہ گویا آپ ہی کھایا ہے سچی خیرات اس کو کہتے ہیں نہ یہ کہ دیں تو خدا کے نام اور اپنا نام و نمود[7] چاہیں بھلا لنگر بانٹنا اور ڈھول بجا کر دینا کیا ضرور ہے دینا وہی ٹھیک ہے کہ کانوں کان خبر نہ ہو اتنے میں دیانت نے محمودہ سے کہا صاحبزادی کڑھائی تو تل تلا چکیں وہ روپیہ جو تم نے مجکو دیا تھا اُس میں کے کچھ پیسے بچے ہوئے میرے پلے میں بندھے ہیں کہیں کھل کھلا پڑیں گے اس کا حساب کرلو تو بہتر ہے - محمودہ - یاد ہے کیا کیا چیز لائی ہو - ماما ۲ رکا گھی دو پیسے کے تل - ڈیڑھ آنے کا بیسن ۳ رکی کھانڈ ارکا دہی ۲ رکا میدہ - بس یہی چیزیں تو اس روپے میں آئی ہیں - محمودہ - بوا کنیز فاطمہ دیکھو تو ماما کے پلے میں ۸ پیسے بندھے ہیں کھول لاؤ

---

[1] اللہ پاک ہے جملہ تعریف کے محل پر بولا جاتا ہے ۱۲ [2] شدت کی حرص کو کہتے ہیں ۱۲ [3] یعنی کیسا اپنے نفس کو زیر کیا ہے کہ لالچ کا نام نہیں رہا ۱۲ [4] بے پروائی ۱۲ [5] چھپانا ۱۲ [6] مگر باوجود اُس کے دیانت نے کوئی بات جھوٹ بھی نہیں کہی ۱۲ [7] دکھاوا ۱۲

کنیز فاطمہ نے پیسے لا محمودہ کے ہاتھ دے دیئے۔ حسن آرا۔ دیکھوں گنے پیسے ہیں گنے تو آٹھ تھے تب تو حیران ہو کر محمودہ سے پوچھا اچھی تم نے بے گنے کیوں کر جان لیا تھا کہ آٹھ ہیں۔ محمودہ حساب سے
حسن آرا۔ حساب کیا۔ محمودہ۔ حساب یہ کہ روپے کے سولہ آنے اور آنے کے چار پیسے جتنا خرچ اماں نے بتایا اس کو میں نے جوڑا تو ۱۴ ہوئے ۲ باقی رہے جن کے چار دونے آٹھ پیسے ہوئے۔
حسن آرا۔ یہ تو عجیب چیز ہے میں نے اپنے گھر میں تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ محمودہ۔ عجیب اور بڑے کام کی چیز ہے دنیا بھر کا لین دین اچا پت[1] بیوپار سب حساب پر موقوف ہے ممکن نہیں کہ آپ کے گھر حساب نہ ہوتا ہو آپ کا گھر تو بڑا امیر گھر ہے غریب سے غریب گھر میں بھی تھوڑا بہت حساب ضرور ہوتا ہے۔
حسن آرا۔ کیا یہ بھی کوئی پڑھنے کی چیز ہے۔ محمودہ دنیا میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جو پڑھنے میں نہ ہو مگر چھوٹا موٹا حساب لوگ زبانی بھی سیکھ لیتے ہیں بنیئے بقال حلوائی وغیرہ سب بقدر ضرورت حساب سے واقف ہوتے ہیں۔ حسن آرا۔ مکتب کی یہ لڑکیاں بھی حساب جانتی ہیں۔ محمودہ۔ بعض تو ان میں بہت جانتی ہیں مشکل مشکل باتیں نکال لیتی ہیں جن کو ان پڑھ آدمی مہینوں کے سوچ بچار سے بھی نہ نکال سکے اور بعض جو مبتدی ہیں وہ بھی بازار والوں سے کہیں زیادہ جانتی ہیں اگر فرمایئے تو میں آپ کے روبرو ان سے کچھ حساب کے سوالات پوچھوں دیکھئے کہ کیسے تڑ تڑ[2] جواب دیتی ہیں
حسن آرا۔ بہت خوب۔

حساب کی دلچسپ باتیں

محمودہ۔ کیوں کلثوم تین اور سات اور نو کل[3] کے ہوتے ہیں۔ کلثوم۔ انیس۔ محمودہ۔ اور بھلا آٹھ اور چھ اور دو۔ کلثوم۔ سولہ۔ محمودہ بھلا پچیس روپے میں سے آٹھ روپے خرچ ہو جائیں تو کے روپے بچے۔ کلثوم۔ سترہ۔ محمودہ۔ بھلا یہ تو بتاؤ سوا سو کتنے روپے ہوتے ہیں۔ کلثوم۔ سو اور پچیس۔ محمودہ۔ بھلا پونے چار سو کتنے ہوتے ہیں۔ کلثوم۔ تین سو اور پچھتر یا پچیس کم چار سو۔ محمودہ۔ شاباش خوب بتایا اچھا

۱؎ کسی دکان دار سے کوئی چیز مثلاً بنیئے سے آٹا وغیرہ ادھار منگوانے کو اچا پت کہتے ہیں ۱۲ ۲؎ جلد جلد ۱۲
۳؎ جو مل کر ہوں ۱۲

جب جانیں ایک بات بتاؤ کہ آمنہ غدر میں سات برس کی تھی اور غدر کو اب چھ برس ہوئے تو
آمنہ کی عمر اب کے برس کی ہے۔ کلثوم۔ تیرہ برس۔ محمودہ۔ ٹھیک۔ ہم ایک بات اور بتاؤ کہ آمنہ
کا بھائی اُس سے چار برس بڑا ہے تو بھلا غدر سے کے برس پہلے ہوا تھا۔ کلثوم۔ سوچ کر گیارہ برس
محمودہ۔ اچھا زبیدہ تم کلثوم سے زیادہ پڑھی ہو بھلا بتاؤ تو بارہ لڑکیاں اگر ہنڈکلیا میں تین تین پیسے
کا ساجھا لائیں تو سب کے آنے ہوں گے۔ زبیدہ۔ نو آنے۔ محمودہ۔ ڈیڑھ سیر سوجی میں اگر چھ لڑکیوں کے
برابر حصے لگائے جائیں تو ہر ایک لڑکی کو کتنا کتنا پہنچے گا۔ زبیدہ۔ پاؤ پاؤ بھر۔ محمودہ۔ دو سو آم ہوں اور
اس لڑکیاں تو کتنے کتنے۔ زبیدہ۔ یہ تو بہت ہی صاف ہے بیس بیس۔ حسن آرا۔ یہ گلاب کا درخت
جو انگنائی میں لگا ہے پندرہ پھول روز کے روز اس سے اُترتے ہیں مہینے بھر میں کتنے پھول ہوں گے
زبیدہ۔ ساڑھے چار سو یعنی چار سو اور پچاس۔ محمودہ۔ کیوں صاحب۔ سات آنے گز کے حساب
سے سات گز ایک پاجامے کی وریس کے کیا دام ہوئے۔ زبیدہ۔ سوچ کر تین روپیہ ایک آنہ
محمودہ۔ ڈورئیے کا آٹھ گز کا تھان تین روپے کو ملے تو کتنے گز پڑا۔ زبیدہ لکھ کر جوڑ لوں۔ محمودہ
نہیں صاحب زبانی سوچ کر کہو کچھ ایسا تو مشکل نہیں ہے۔ زبیدہ۔ تھوڑی دیر تامل کرکے چھ آنے گز
محمودہ۔ بھلا ڈیڑھ آنے کا چھٹانک گھی تو آدھ سیر کتنے کا ہوا۔ زبیدہ ہتھیلی پر انگلیوں سے کچھ لکھ کر
بارہ آنے کا۔ محمودہ۔ گز میں کے گرہ۔ زبیدہ۔ سولہ۔ محمودہ۔ اور من میں کے سیر۔ زبیدہ۔ چالیس
محمودہ۔ خوب بہت خوب۔ اچھا بی رابعہ تم تو تشریف لاؤ بڑی حسابی ہو بتاؤ تو نو گرہ عرض کی وریس
ایک پاجامے میں نو ہی گز لگتی ہے تو پورے گز بھر کا عرض ہو تو کتنی لگے گی۔ رابعہ۔ تختی پر لکھ لوں۔ محمودہ
بہت اچھا لیکن جلدی جواب دو نہیں تو برات[لہ] چلا جائے گا۔ رابعہ۔ دو لمحہ بعد پانچ گز ایک گرہ۔
محمودہ۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ دالان جس میں ہم سب بیٹھے ہیں چھ گز لمبا اور ڈھائی گز کا چوڑا ہے چاندنی
میں کتنا مارکین خرچ ہوگا۔ رابعہ۔ اور مارکین کا عرض۔ محمودہ۔ یہی معمولی گز بھر۔ زبیدہ۔ پورے پندرہ گز
محمودہ۔ ایک سوال بتاؤ تو تم کو بڑی شاباش دیں یہ بڑی مسجد کا حوض چھ گز مربع ہے یعنی لمبا چوڑا
برابر اور دو گز گہرا اور ایک گز مربع میں تین تین مشک پانی آتا ہے اور ایک مشک میں پچیس لوٹے اور

لہ بیچ میں محمودہ نے یہ ایک ہنسی کی بات کہہ دی ۱۲

ایک لوٹے میں پندرہ گلاس اور ایک گلاس میں آدھ پاؤ پانی تو سارے حوض میں کتنا پانی ہوا۔
رابعہ۔ پانچ گھنٹہ بعد دو سو تین من پانچ سیر۔ حسن آرا۔ اے ہے ان کمبخت جان ماروں کو کیسی کیسی باتیں
آگئی ہیں لڑکیاں ہیں کہ بلا ہیں۔ محمودہ۔ اس سے بھی عجیب عجیب باتیں ان کو معلوم ہیں میں نے
آپ کے سمجھانے کو آسان آسان باتیں ان سے پوچھیں۔ کیوں ہاجرہ۔ جامع مسجد کے مینار کو
بے گز بے رسی اور بے اوپر گئے ناپ سکتی ہو۔ ہاجرہ۔ بے شک محمودہ سایے کا حساب یاد ہے۔ کوئی
دو مہینے کی بات ہے کہ ہمارے کنبے سے ایک برات پلول گئی تھی میں بھی ساتھ تھی راہ میں قطب صاحب
کی لاٹ کے پاس ناشتہ کرنے کو ٹھہری مجھ کو تو اس قاعدے کا بڑا اچنبھا تھا جھٹ میں نے
ایک تنکا لے اور سایہ ناپ وہیں زمین پر حساب لگایا۔ ساتھ والیاں مجھ کو چھیڑنے لگیں کہ یہ دن
دہاڑے کیا تنکے[1] چننے لگیں غرض میں نے وہ ناپ جو میرے حساب سے نکلی تھی یاد رکھی لوٹ کر
گھر آئی تو صنادید عجم[2] میں دیکھا ٹھیک وہی لمبان تھی کوئی شاید دو گز کا بل تھا۔ رابعہ۔ اچھی بوا ہاجرہ
سایے کا حساب مجھ کو بھی بتا دو گی۔ ہاجرہ۔ ابھی۔ ایک بڑی آسان بات ہے۔ ایک تنکا لیکر اسکو
ناپ لیا پھر اس کو دھوپ میں سیدھا کھڑا کرکے اس کے سایے کو ناپ لیا پھر لاٹ کے سایے کو
ناپ ڈالا تو اربعہ متناسبہ[3] کے قاعدے سے جو تم کو معلوم ہے لاٹ کا لمبان نکل آئے گا اس طور پر کہ
اتنے لمبے تنکے کا سایہ اسقدر لمبا پڑتا ہے تو لاٹ جس کا سایہ اتنا لمبا ہے کتنی اونچی ہوگی۔ رابعہ تو یہ تماشا
پاکر خوشی کے مارے اچھل پڑی۔ لیکن حسن آرا تو اربعہ وغیرہ کچھ جانتی نہ تھی وہ اس معمے کو کیا سمجھتی
ہاجرہ کی طرف مخاطب ہوکر بولی اوری جھوٹی اوری لپاٹن[4]۔ آپ خیر سے ابھی پورے چار ہاتھ کی
بھی نہیں ہوئیں اور ہزاروں کوس کی اونچی لاٹ ناپنے چلیں۔ تم نے کہا اور میں نے مان لیا۔ خدا
کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا ہے۔ محمودہ۔ ایں ایں بیگم صاحب آپ کا یہ کیا دستور ہے کہ یوں
ہی باتوں میں آپ ناحق بگڑ بیٹھتی ہیں۔ حسن آرا۔ خدائے پاک کی قسم میں تو کچھ بھی نہیں بگڑی تھی

[1] کچھ خدانخواستہ باولی تو نہیں ہوگئی ۱۲ [2] صنادید عجم ایک کتاب ہے جس میں دہلی اور اس کے آس پاس کی عمارتوں کا حال لکھا
ہے ۱۲ [3] اربعہ متناسبہ کا ایک قاعدہ ہے جس میں تین معلوم چیزوں میں کچھ عمل کرکے چوتھی نامعلوم چیز دریافت کر لیتے ہیں ۱۲ [4] لپاٹن
جو بے تکی انہونی باتیں بنائے ۱۲

کچھ کہا۔ محمودہ۔ یہ جلدی سے قسم کھا لینا اور غضب ہے۔ حسن آرا۔ یوں بات کاٹنے پر آ ڈٹو بولنا ہی غضب ہے۔ محمودہ۔ اگر ذرا آپ انصاف سے میری بات سُنیں تو میں کچھ عرض کروں اور اگر بے جا ہو تو میں قائل ہو جاؤں گی۔ حسن آرا۔ بھلا کچھ کہئے تو سہی۔

قسم کھانے کی بُرائی

محمودہ۔ اول تو یہ بتائیے کہ آپ نے خدا کی قسم کیوں کھائی۔ حسن آرا۔ تاکہ تم کو میرے کہے کا اعتبار ہو۔ محمودہ۔ یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہے جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا لاکھ دفعہ اعتبار نہیں۔ حسن آرا۔ خیر میں نے یونہی قسم کھائی تو بُرا کیا کیا۔ محمودہ۔ بے شک بُرا کیا خدا کو آپ نے لڑکیوں کی گڑیا بنایا ہے یا بچوں کا کھلونا قرار دیا ہے آپ کو اس دو جہاں کے مالک اور بادشاہ کا نام اس بے احتیاطی سے لیتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔ یہ دیکھئے دنیا کی بے ایمانی کہ آدمی آدمی کا ادب کرے تو نام نہ لے بھلا کوئی ماں باپ یا بڑے بھائی یا بڑی بہن یا کسی اور بزرگ کا بھی نام لیتا ہے اور خدا کی یہ بے وقعتی اور بے وقری کہ بات بات میں اُس کا نام لیا جائے جب میں کسی کو خدا کی قسم کھاتے سنتی ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیران ہو کر منہ دیکھنے لگتی ہوں کہ کیوں کر بے دھڑک یہ لفظ اُس کی زبان سے نکلا۔ حسن آرا۔ خدا کا نام لینا منع ہوتا تو اذان اور نماز میں کیوں لیتے ہیں۔ محمودہ۔ عبادت میں نام لینا دوسری بات ہے اور خدا کے نام کو تکیہ کلام[1] قرار دینا اور جا بجا بول اُٹھنا بالکل خلاف ادب ہے۔ حسن آرا۔ لوگ تو بات بات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ محمودہ۔ جو بات بُری ہے اگر دنیا بھر اُس کو کرنے لگے تو اچھی نہیں ہو سکتی اور اگر دنیا کے لوگوں کی مثال لیجئے تو اچھے دیندار اور نیک بندے بہت ہی کم ملیں گے۔ آپ ذرا اتنی بات پر غور کر لیجئے کہ خدا کی عظمت اور اُس کی بڑائی اگر ہمارے دل میں ہے تو ممکن نہیں کہ اُس کے نام پاک کے ساتھ ہم ایسی بے احتیاطی سے پیش آئیں آدمی بال بال گنہگار ہے اپنے تئیں دیکھے اور

[1] جس بات کے بار بار کہنے کی عادت ہو اُس کو تکیہ کلام کہتے ہیں۔ جیسے کہا نام۔ جو ہے سو۔ خدا تم کو نیکی دے۔ اور اسی طرح پر اکثر لوگوں کی ایک بات کے کہنے کی عادت پڑ جاتی ہے جہاں ذرا رُکے وہ بات بلا قصد زبان سے نکل جاتی ہے۱۲

اُس خداوند عالم پیدا کی شان اور اُس کے تقدیس[1] پر نظر کرے۔ حسن آرا۔ البتہ قسم کھانا تو بہت ہی بُری بات ہے۔ توبہ توبہ پھر میرے منہ سے قسم نکلے تو بے شک میرے منہ پر طمانچہ کھینچ مارنا۔ محمودہ۔ ایسا کیوں ہونے لگا آپ بھی آئندہ سے خیال رکھیں اور جو کبھی آپ کے ذہن سے بات اُتر جائے گی تو میں یاد دلا دوں گی۔

ہمجولیوں میں پاس ادب

خیر یہ تو ہو چکا اب میں پوچھتی ہوں کہ آپ نے بیچاری زبیدہ کی دلشکنی کیوں کی۔ حسن آرا۔ بُوا میں نے تو زبیدہ کو کچھ بھی نہیں کہا تم ناحق بیچاری کو مجھ سے لڑواتی ہو۔ محمودہ۔ جھوٹی لپاٹن کہا اور کچھ بھی نہیں کہا یہ وہی دیانت کی سی بات پھر آئی آپ نہیں جانتیں کہ جھوٹ بولنا بڑے عیب کی بات ہے اور بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں جھوٹ نہیں بولا کرتیں کسی کو جھوٹا کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو چوری لگا دینا۔ حسن آرا۔ بُوا میں نے تو ہنسی ہنسی میں کہا تھا آپس کی بے تکلفی میں ایسی بات بے ساختہ[2] منہ سے نکل جاتی ہے۔ اگر رات دن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں سے ایسا تکلف کریں تو زندگی دشوار ہو جائے۔ محمودہ۔ یہ تو کچھ ہنسی اور بے تکلفی کی بات نہیں بلکہ لڑائی اور بگاڑ کی بات ہے اگر ساتھ کے اُٹھنے بیٹھنے والوں میں ایسی باتوں کا لحاظ نہ رہے گا تو پھر عادت پڑ جائے گی اور شاید یہی سبب ہوا ہو کہ آپ اُس دن دیانت کے ساتھ ایسی بے تکلفی کر بیٹھیں۔ حسن آرا۔ بھلا میرا ہی قصور تھا یا زبیدہ کا بھی تھا کہ وہ زمین اور آسمان کے قلابے[3] ملانے چلی تھی۔ محمودہ۔ زبیدہ بیچاری کی تو کچھ بھی خطا نہ تھی وہ تو ایک واجبی بات کہہ رہی تھی۔ حسن آرا۔ واجبی۔ اگر یہی واجبی ہے تو ایسی واجبی کو سلام ہے۔ محمودہ۔ آپ نے ابھی کچھ پڑھا نہیں آپ کو دنیا جہان کی خبر ہو تو کیوں کر ہو آپ کے نزدیک تو زبیدہ کی بات غیر واجبی ہونی ہی چاہیئے مگر جب زبیدہ کو آپ نے جھوٹی لپاٹن کہا نہیں معلوم مجھ کو کیا خطاب ملے اس ڈر کے مارے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ حسن آرا۔ برائے

---

[1] پاکیزگی ۱۲ [2] بلا قصد بے ارادہ ۱۲ [3] زمین آسمان کے قلابے ملانا بے تکی بے جوڑ ان ہونی بات کہنا ۱۲

خدا جانے کچھ نہیں ہے کہ وہ لیٹے میں ہرگز نہ اترا جاوے گی۔ محمودہ ۔ بیگم صاحب امیرزادی ہونا اور بات ہے اور علم وعقل دوسری بات ہے۔ آپ اتنا تو جانتی ہی نہیں کہ کوس کس چیز کا نام ہے۔ حسن آرا ۔ کیوں میں تو کوس کو خاصی طرح جانتی ہوں بتا چلوں۔ قدم شریف ایک۔ ہمایوں کی بھول بھلیاں تین کوس۔ قطب صاحب سات کوس۔ اور آپ نہ کبھی گئی ہوں میرٹھ پچیس کوس پانی پت چار منزل۔ میں تو بڑی بڑی دور ہو آئی ہوں۔ محمودہ ۔ درست۔ تب ہی قطب صاحب کی لاٹ کو آپ نے ہزاروں کوس کی لمبی بتایا۔ حسن آرا ۔ کیوں ہزاروں کوس کی لمبی نہیں ہے کبھی آپ نے نیچے کھڑے ہو کر بھی لاٹ کو دیکھا ہے۔ لقا کبوتر کی طرح آدمی الٹا ہی تو گر پڑتا ہے کبھی اوپر جانے کا اتفاق ہوا ہے اچھے مردوں کا دم ہی تو چڑھ جاتا ہے۔ محمودہ ۔ کیا ضرور ہے کہ اوپر اگر جانے میں اچھے مردوں کا دم چڑھ جائے تو لاٹ ہزاروں کوس لمبی ہو۔ حسن آرا ۔ میں تو اس سے قیاس کرتی ہوں کہ ضرور ہزاروں کوس کی لمبی ہوگی۔ سنا ہے کہ بعضے مرد دو سے پندرہ پندرہ بیس بیس کوس چل جانا کچھ بات نہیں سمجھتے اور لاٹ پر چڑھنے میں ہانپنے لگتے ہیں اور دم بھول جاتا ہے تو ضرور لاٹ کچھ بہت ہی اونچی ہوگی۔ محمودہ ۔ اس کا سبب میں آپ کو سمجھاؤں۔

زمین کی کشش

[illegible] پھینکنے والے کے زور اور زبردستی سے اوپر کو چلی جاتی ہے پھر آخر کو زمین کی کشش اس کو نیچے کھینچ لاتی ہے پتھر کو اوپر پھینکو اور دیکھتی رہو تو ایسا معلوم ہوگا کہ جوں جوں اوپر جاتا ہے اس کی چال سست اور دھیمی ہوتی جاتی ہے اور پھر جب الٹتا ہے تو تیر کی طرح زمین کی طرف دوڑتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ چیزیں

[illegible] بھلیاں بنی ہیں کہ آدمی اس میں جا کر بھول جاتا ہے کہ کدھر سے آیا تھا ۱۲ ؎ ایک قسم کا کبوتر ہوتا ہے جس کی گردن اوپر کو الٹی رہتی ہے ۱۲ ؎ سر اسحاق نیوٹن ایک بڑا دانشمند انگریز ہو گزرا ہے اس نے علم کے زور سے پہلے ہی پہل اس بات کو دریافت کیا ۱۲

زمین کی کشش کے باعث سے اوپر کو نہیں جانا چاہتیں اور جاتی بھی ہیں تو بڑی زبردستی اور مشکل سے
اسی طرح جب آدمی لاٹ کے اوپر جانے لگا تو اس کے بدن کا بوجھ اس کو روکتا ہے اور یہ زبردستی
تمام اپنا بوجھ جھکا جھکا کر اوپر کی طرف لئے جاتا ہے اسی واسطے اوپر جانے میں بڑا زور پڑتا ہے اور
آدمی جلدی تھک جاتا ہے پھر جو اوپر سے نیچے اترنے لگتا ہے تو دیکھو کیسے دھم دھم جلدی جلدی نیچے
اتر آتا ہے کیونکہ ایک تو خود اس کا اپنا زور دوسرے بدن کے بوجھ کا جھکاؤ دہرا بل ہو جاتا ہے مثلاً ابھی
ہمارا بالاخانہ کچھ ایسا بہت تو اونچا نہیں صرف اٹھارہ سیڑھیاں ہیں پھر بھی جس کو عادت نہیں اسکو
چڑھنا کتنا مشکل پڑتا ہے اماں جان جب کبھی ضرورتاً اوپر جاتی ہیں تو کوٹھے پر پہنچتے ہی دم لینے
کو بیٹھ جاتی ہیں اور کہا کرتی ہیں اے ہے کوٹھا ہے کہ ایک آفت ہے ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں مگر اترنے
میں ہرگز یہ دقت نہیں ہوتی - غرض کہ لاٹ کے اوپر جانے میں دم کا چڑھ جانا اسکی ہزاروں کوس
کی بلندی کی دلیل نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے کہا - حسن آرا - خوب صاحب خوب یہ تو آج میں نے
بالکل ایک نئی بات سنی کہ زمین چیزوں کو کھینچتی ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ لڑکے جو کنکوے اڑاتے
ہیں یہ خود بخود زمین سے کیوں دور ہوتے جاتے ہیں ایک مرتبہ ارجمند[1] نے تکل کو ایسا بڑھایا کہ آسمان
میں ملا دیا تھا - محمودہ - کنکوا ہو یا تکل زمین کی کشش سب پر اثر کرتی ہے اور اگر تینگ کو بڑھا کر رہنے
دیا جائے تو تھوڑی ہوا کے جھکولوں سے دیر میں گرے مگر گرے ضرور۔

وزن مخصوص

دنیا میں بعض ایسی چیزیں ہیں کہ پانی سے ہلکی ہیں اور بعض بھاری جتنی ہلکی چیزیں ہیں خود بخود اوپر آجاتی ہیں مثلاً گلاس
میں اول تیل ڈال دیجئے اس کے اوپر پانی تو چونکہ تیل پانی کی نسبت ہلکا ہے خود بخود اوپر آجائیگا
یا ایک مٹکے میں جھاڑو کے تنکے رکھ کر اس کو پانی سے بھر دیجئے تنکے آپ سے آپ اوپر
آجائیں گے اور اسی بنیاد پر دریاؤں میں کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں کیونکہ لکڑی پانی کی نسبت
ہلکی ہوتی ہے وہ اس کے نیچے بیٹھ نہیں سکتی بلکہ اس کو پانی کے نیچے رہنے سے اتنی نفرت ہے کہ

[1] حسن آرا کے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔

تھوڑا بوجھ بھی ہوتا ہے تو وہ اُس کو سہارے رہتی ہے۔ حسن آرا۔ کشتیاں ڈوب کیوں جاتی (ہیں) محمودہ
جب بے اندازہ بوجھ لاد دیتے ہیں تو نا ڈوبا ہی چاہیے مگر لکڑی اپنی ذات سے کبھی پانی کے
نیچے نہیں ٹھہر سکتی بوجھ سے پانی کی تہ میں بیٹھ گئی تو کیا ہوا بوجھ الگ ہوا اور لکڑی تیر کر اوپر آئی۔
غرض کہ کنکوا ایسے پتلے کاغذ کا بناتے ہیں کہ اگر گولی بنا کر اس کاغذ کو تولیں تو ایک یا دو ماشے
سے زیادہ نہ ہوگا مگر اس کو اتنا پھیلا دیتے ہیں کہ ڈاک کا کاغذ جس پر خط لکھتے ہیں آدھا سفید
یعنی پارہ و تختے مشکل سے ایک تولے کے ہوتے ہیں پس ایک تختہ کاغذ نے گز بھر تو جگہ
گھیر لی مگر اتنی جگہ میں جو ہوا بھری ہے اگر تختے کے وزن کو اُس پر تقسیم کر کے دیکھو تو سیر
بھر ہوا پر کوئی خشخاش کے دانے سے بھی کم بوجھ ہوا لیکن تختے کی گولی بنا لو تو کاغذ کا
سارا بوجھ اکٹھا ہو گیا اور گولی کی کیا بساط اتنی جگہ میں ہوا کتنی اس سبب سے کنکوا اوپر
جاتا ہے اور اُسی کے برابر گولی نیچے گر پڑتی ہے دانشمندوں نے زمین کی کشش پر جب
غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ فاصلے اور جسامت پر اس کا مدار ہے یعنے چیز جتنی ٹھس ہوگی اُسی قدر
اس پر زمین کی کشش بہت ہوگی اور جتنی زمین سے پاس ہوگی اُس پر کشش کا اثر زیادہ
ہوگا کوٹھے پر سے اگر ایک پتھر نیچے کو لڑھکا دو تو جتنا وہ زمین سے قریب ہوتا جائے گا اُسکی
رفتار تیز ہوتی جائے گی اسی طرح ایک پیسہ اور پیسہ بھر کاغذ کی گولی باندھ کر ایک ساتھ
دونوں کو اوپر سے گراؤ تو ظاہر ہیں کاغذ کی گولی پیسے کی نسبت قد و قامت میں بڑی ہوگی
مگر چونکہ ٹھس نہیں ہے پیسہ ہمیشہ پہلے ہی گرے گا دھواں بھی اسی قاعدے کے مطابق
ہمیشہ اوپر کو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ لکڑی وغیرہ کے اجزائے لطیف[1] جو آگ کی گرمی
کے سبب سے باہر نکلتے ہیں اُن ہی کا نام دھواں ہے اور چونکہ ہوا سے ہلکے ہوتے
ہیں اس واسطے اوپر کو چڑھتے ہیں۔ حسن آرا۔ کیا ہی خوب بات آپ نے مجھ کو بتائی
مگر آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہوا کو بھی وزنی سمجھتی ہیں۔ محمودہ۔ ضرور
اور بے شک ہوا میں بھی بوجھ ہے۔

---

[1] ہلکے ذرے ۱۲

ہوا کا داب

حسن آرا۔ ہوا تھوڑی بالکل پھول ہے اس میں بوجھ کہاں سے آیا۔ محمودہ۔ اس میں تو اتنا بوجھ ہے کہ تم سنو تو حیران ہو جاؤ۔ روپیہ بھر جگہ میں پانچ سیر سے کم ہوا کا بوجھ نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تمہارے بدن پر کئی ہزار من کا بوجھ ہوگا۔ حسن آرا۔ اے ہے سچ خدا نہ کرے کہ اتنا بوجھ ہو میرا تو دب کر بھرکس ہو جائے۔ محمودہ۔ یہ بات غلط نہیں ہے عقلمندوں نے ہوا کو تولا ہے اور تول کر دریافت کیا ہے
حسن آرا۔ جو بات آپ کہتی ہیں ایسی ہی کہتی ہیں کہ کسی کی عقل میں نہ سما سکے۔ محمودہ۔ البتہ بے علم لوگوں کی عقل میں یہ باتیں نہیں آسکتیں مگر یہ اُن کی عقل کا قصور ہے۔ حسن آرا۔ بھلا ہوا بھی کسی کو تولے تولی جاتی ہے۔ محمودہ۔ اس کی تدبیر سنئے کہ ایک خالی بوتل لی اور اسکو تولا۔ وہ بوتل خالی تو ہے مگر پھر بھی اس میں ہوا ہے اس تولنے سے جو وزن ٹھہرا بہت بوجھ تو اس میں بوتل کا ہے اور کچھ یوں ہی سا ہوا کا پھر بوتل سے ہوا نکال کر تولا تو دیکھا کہ وزن گھٹ گیا آخر اس کا سبب کیا ہے۔ حسن آرا۔ بوتل سے ہوا کیونکر نکالی جائے۔ محمودہ۔ ہوا کے نکالنے کی ایک کل ہوتی ہے جس کو پمپ کہتے ہیں اس کے ذریعہ سے چاہو تو چھلکے بھرے میں سارے مکان کی ہوا سے خالی کر دو اور یوں بوتل کی ہوا تو منہ سے بھی چوس لی جا سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ بوتل کے منہ سے منہ نہ ہٹنے پاوے۔ حسن آرا۔ تو بوتل کو تولیں کیسے اور ہمیں کیونکر یقین آئے کہ بوتل میں ہوا نہیں رہی۔ محمودہ۔ یقین کرا دینا تو کچھ بھی مشکل نہیں اچھا ایک بوتل کو لبالب پانی سے بھر دو اب تو بوتل میں ہوا نہیں یا ابھی ہے۔ حسن آرا۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ ہوا نہیں۔ محمودہ۔ کیوں۔ حسن آرا۔ یہ تو خبر نہیں۔ محمودہ۔ اس کا سبب میں بتاؤں کہ ہوا پانی سے ہوتی ہے۔ ہلکی جوں جوں پانی بوتل میں بھرتا گیا ہوا نکلتی گئی۔ خیر بوتل کو لبالب پانی سے بھر کر اوپر سے اچھی طرح بچی آر کے ڈاٹ لگا دو پھر ایک پتیلی میں پانی بھر کر بوتل کو اس میں الٹی کھڑی کر دو اور اندر ہی اندر ڈاٹ نکال لو بوتل کے پیندے کی طرف سے پانی نیچے اتر کر کچھ جگہ خالی ہو جائیگی اب اس جگہ میں یقیناً ہوا نہیں۔ کیونکہ ہم نے کسی طرف سے ہوا کو اندر جانے کا رستہ نہیں دیا

یا اتنا بکھیڑا بھی کیوں کرو ربڑ کا پھکنا جس سے لڑکے کھیلا کرتے ہیں پہلے اس کو توس ہوس کر تول لیا اب تو اس میں ہوا نہیں پھر پھونک کر ہوا بھر دی جب خوب تن گیا تو سرا باندھ دیا۔ اور پھر تولا ضرور تول میں کچھ فرق ہوگا اور اچھا کانٹا ہوگا تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ جب چاہو آزما لو حسن آرا مگر ہوا کا جتنا بوجھ آپ بتاتی ہیں وہ تو بالکل خلاف[1] قیاس ہی۔

محمودہ - ہوا کا بوجھ جو ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا اسکا بھی سبب ہی وہ یہ کہ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہوا ہی۔ اندر کی ہوا باہر کی ہوا کی روک کرتی ہی اگر باہر ہوا نہ ہو تو بدن پھٹ پڑے اور بعض دفعہ لوگ جو غباروں[2] میں بہت اونچے چڑھ گئے ہیں انکو بخوبی اسکا تجربہ[3] ہوا ہے کیونکہ زمین کے آس پاس جو ہوا ہے وہ بہت وزنی ہی اور جس قدر اوپر چڑھتے جاؤ ہوا ہلکی ہوتی جاتی ہی یہ بات تم کو میں ایک بہت موٹی مثال مین سمجھا دوں۔

اگر روئی کا بڑا انبار لگا دیا جائے تو اوپر کی روئی ضرور پھلکی ہوگی اور نیچے کی دب کر ٹھس ہو جائے گی بعینہ یہی حال ہوا کا ہے ہم لوگ زمین پر رہتے ہیں جیسی ٹھس ہوا ہمارے اوپر اور آس پاس ہے۔ ویسی ہی ہمارے بدن مین بھی بھری ہوئی ہے اور باہر کی ہوا کا دباؤ اور اندر کی ہوا کا زور برابر ہی۔ جب بہت اونچے جاؤ تو اندر وہی ٹھس ہوا ہی مگر باہر کی ہوا ہلکی ہی جس کا دباؤ اندر کی ہوا کے زور کی نسبت بہت کم ہے اسی وجہ سے بدن پھٹنے لگتا ہی تاکہ تم اس بات کو بخوبی سمجھ لو میں دو مثالیں اور بیان کرتی ہوں یہ تو مانتی ہو کہ پانی وزنی چیز ہی یا اس میں بھی کچھ کلام ہی۔ حسن آرا - پانی کے وزنی ہونے میں کس کو کلام ہی مجھ سے دھیلے والی ٹھلیا بھی نہ اٹھائی جائے۔ محمودہ - خیر کبھی حوض میں نہائی ہو۔ حسن آرا سینکڑوں دفعہ۔ ہمارے گھر خود زنان خانے میں بڑا لمبا چوڑا حوض ہی لوہے کا جال پڑا ہی۔ رنگ رنگ کی مچھلیاں پلی ہیں۔ محمودہ - پانی کے اندر کچھ پانی کا بوجھ بدن پر معلوم ہوتا ہے حسن آرا۔ نہیں تو محمودہ - کیا سبب۔ حسن آرا - کچھ سمجھ میں نہیں آتا - محمودہ - سبب یہی کہ اوپر کا پانی داب

---

[1] یعنے عقل جس کو قبول نہیں کرتی ۱۲ [2] کاغذ کے برج سے بنا کر اُن میں دھواں بھرتے ہیں ان کو غبارہ کہتے ہیں دھوئیں کے زور سے غبارہ کچھ دور تک آسمان کی طرف چڑھتا ہی ۱۲ [3] امتحان یعنے اُنھوں نے اس بات کو آزمایا ہی ۱۲ ...

کرتا ہی اور نیچے کا پانی اوپر کو اُچھالتا ہی اس واسطے کہ آدمی کا بدن پانی سے ہلکا ہی بس اوپر کا داب اور نیچے کا اُچھال برابر سرابر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا اسی پر ہوا کو قیاس کرلو اور دوسری مثال یہ ہی کہ آئینہ تو بڑی نازک چیز ہے اُستانی جی کے سنگار دان کا آئینہ دیکھا ہی۔

حسن آرا۔ وہی ناجس کے بیچوں بیچ باریک سی دڑاڑ پڑی ہی۔ محمودہ۔ ہاں وہ دڑاڑ مجھی سے پڑ گئی ہی میں ایک دن سر میں کنگھی کر رہی تھی بال کی لٹ جو اُلجھی میں جھٹک کر لگی سلجھانے۔ کنگھی ہاتھ سے چھوٹ تڑ دیسی آئینے میں جا لگی دیکھوں تو آئینے میں بال آ گیا خیر ہوئی کنگھی اوڑھنی میں اٹک گئی تھی نہیں تو چکنا چور ہو جاتا۔ اتنی ذری سی ٹھیس میں تو بال آ گیا اور بھلا اُسی آئینے پر تم کھڑی ہو جاؤ اور خبر نہ ہو۔ حسن آرا۔ عجب ہی۔ محمودہ الماری کھول آئینہ نکال لائی اور برابر جگہ میں رکھ حسن آرا سے کہا کہ لو اس پر بسم اللہ کر کے دونوں پاؤں سے کھڑی تو ہو جاؤ۔

حسن آرا۔ نہ بوا کہیں ٹوٹ ٹاٹ جائے تو آئینے کا آئینہ غارت ہو اُستانی جی خفا ہوں اور کہیں خدا نہ کرے پاؤں میں کرچ لگ جائے تو اور آفت۔ محمودہ۔ احتیاط کی بات تو یہی ہے مگر اس وقت علم کا ایک مسئلہ حل ہوتا ہی۔ لاؤ میں ہی سینگ[1] کٹا کر بچھڑوں میں مل جاؤں یہ کہہ کر بے تکلف آئینے پر جا کھڑی ہوئی اور آئینے پر ذرا آنچ نہ آئی۔ حسن آرا تو دیکھ کر حیران رہ گئی اور بار بار آئینے کو ہاتھ میں اُٹھا اُٹھا غور سے دیکھا کی۔ محمودہ۔ خوب دیکھ لیجئے ٹوٹنا کیسا بال تک بھی نہیں آیا اور کیوں آنے لگا تھا جیسا اوپر سے میرا بوجھ ویسا ہی نیچے سے زمین کا سہارا آئینے پر ہرگز نہ کیا تھا۔ حسن آرا۔ اب تو مجکو بھی یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہی۔

کشش اتصال

محمودہ زمین پر کیا منحصر ہی کل چیزیں ایک دوسری کو کھینچتی ہیں۔ حسن آرا۔ زمین کا کھینچنا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پھینکو زمین پر گرتی ہی مگر یہ کیوں کر دریافت ہوا کہ کل چیزیں ایک دوسری کو

[1] یہ ایک مثل ہے ایسے مقام پر بولتے ہیں کہ بڑا آدمی بچوں کی سی حرکت کرے ۱۲ ۱۲ نذ ر ۱۲

کھینچتی ہیں - محمودہ - کئی باتوں سے اسکی شناخت ہوتی ہی اول تو یہ کہ پانی میں انگلی ڈبوؤ تو پانی کی بوند انگلی کے سرے میں لٹکتی رہتی ہی اگر انگلی کی کشش نہیں ہی تو بوند گر کیوں نہیں پڑتی اس کے سوا ایک اولا تھوڑے پانی میں ڈالیے تو دیکھئے گا کہ پانی نیچے سے اولے کے اوپر تک پیوست[۱] ہو جاتا ہی اگر اولا پانی کو نہیں کھینچتا تو پانی الٹا کیوں چڑھتا ہی ایک بات اور بتاؤں کہ کوٹھے پر چلیے اور میں کچے سوت کا ایک باریک ساد ھاگا لٹکاؤں اور اس کو تانے رہوں چاہیئے کہ سیدھا رہے مگر دیوار کی کشش سے ضرور بیچ میں لچکا ہوا معلوم ہوگا غرض کہ کشش کی قوت خدائے تعالےٰ نے ہر چیز میں پیدا کی ہی اور اس خاصیت پر غور کرتے کرتے دانشمند ان[۲] فرنگ نے ہزاروں باتیں ایسی عجیب عجیب نکالیں کہ جن کے پڑھنے سے عقل کو تیزی اور دل کو خوشی ہوتی ہی - حسن آرا - بھلا اگر سب چیزیں ایک دوسری کو کھینچ رہی ہیں تو سب مل جل کر ایک ڈھیر کیوں نہیں بن جاتیں - محمودہ - کھینچ تو رہی ہیں مگر وہ کشش ایسی زور کی نہیں ہی جیسی مقناطیس میں ہوتی ہی -

مقناطیس

حسن آرا - مقناطیس کیا - محمودہ کیا تم مقناطیس بھی نہیں جانتی مقناطیس ایک قسم کا لوہا ہوتا ہی بعض لوگ اسکو غلطی سے پتھر جانتے ہیں اور چمبک پتھر کہتے ہیں خدائے تعالےٰ نے اس لوہے میں یہ خاصہ رکھا ہی کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہی اس سے بڑھ کر ایک اور عمدہ اور مفید خاصیت اس میں یہ ہی کہ اگر مقناطیسی لوہے کی سوئی بنائی جائے تو ایک سرا اس سوئی کا ہمیشہ اُتر کو رہے گا اور دوسرا دکھن کو - حسن آرا - یہ سب باتیں آپ سنی ہوئی کہتی ہیں یا دیکھی ہوئی - محمودہ - اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے ہاتھوں آزمائی ہوئی - لو آمنہ وہ تمھاری لوہے کی مچھلی کہاں ہی جو پانی میں تیرتی ہی اور سنکے کو لینے دوڑتی ہی آمنہ - ہی تو سہی میرے جزدان میں ہی - نکال لاؤں آمنہ دوڑی دوڑی جا وہ مچھلی اور بچہ نکال لائی اور محمودہ نے مچھلی حسن آرا کے ہاتھوں دی کہ آپ اسکو بخوبی غور سے دیکھ لیجئے نہ کہیں تار ہی نہ کوئی کل لگی ہی حسن آرا نے مچھلی کو اوپر تلے سے خوب دیکھا پھر آمنہ نے کہا اب مچھلی کو الگ رکھدو

---

[۱] جذب ۱۲ [۲] فرنگستان کے عقلمندوں نے یعنی انگریزوں نے ۱۲

لو اس کے بچے کو دیکھو حسن آرا - اچھی مچھلی کو الگ کیوں رکھ دوں آمنہ - بوا بچہ[۵۱] ماں کو دیکھے گا تو پیار کے مارے ماں سے لپٹ جائے گا اور پھر چھڑانا چاہو گی تو زور دینے لگیگا محمودہ اچھا آمنہ ان کو اسکے تیرنے کی سیر تو دکھاؤ - آمنہ چینی کے ایک پیالے میں پانی بھر لائی اور مچھلی کو پانی میں چھوڑ دیا وہ مزے میں تیرنے لگی جب اُس کا بچہ دکھاتی وہ اس کی طرف دوڑتی - حسن آرا کی عقل دنگ تھی کہ کیا ماجرا ہے اور بار بار پوچھتی اچھی اس میں ہے کیا - محمودہ کچھ بھی نہیں مچھلی لوہے کی ہے اور بچہ مقناطیس کا ہے جب بچے کو پاس لائے دوڑی آئی ابھی دونوں کو ملا دو ایک دوسرے کو چمٹ جائیں گے - حسن آرا - یہ تو بڑے اچنبھے کی چیز ہے - محمودہ - اب دوسرا اچنبھا دیکھئے ہاجرہ دیکھنا بوا وہ کھونٹی میں سامنے اُستانی جی کی تسبیح[۵۲] لٹک رہی ہے - اچھی ذرا ابھار ہاتھ لمبا ہے اتار تو لینا ہاجرہ تسبیح اتار لائی امام[۵۳] کے ساتھ ایک چھوٹا سا کیری[۵۴] کا عطردان تھا اسی میں قبلہ نما لگا تھا محمودہ نے ڈبیا کھول حسن آرا کو دکھایا کہ دیکھئے لال مُرغ جو آپ دیکھتی ہیں اس کا یہ خاصہ ہے کہ پچھم کو منھ پورب کو دُم اور داہنا بازو اُتر کو اور بایاں دکھن کو رکھتا ہے جب جانیں اس کا رُخ پھیر دیجئے حسن آرا نے بہتیرا ڈبیا کو گھمایا اُلٹا سیدھا کیا اصیل مرغے کی ایک ٹانگ جب ذرا ڈبیا سیدھی ہوئی مرغا جھٹ پچھم کو منہ پھیر کھڑا ہو گیا حسن آرا - اے ہے کمبخت کیسا ضدی مُرغا ہے کسی ڈھب مانتا ہی نہیں موئے کے حلق پر چُھری پھیر دو - کیوں بوا محمودہ بیگم - آخر یہ سب کھلونے ہی ہیں - محمودہ - وہ مچھلی تو کھلونا ہے مگر قبلہ نما[۵۵] کھلونا نہیں ہے - بڑے کام کی چیز ہے - جنگل ہو نئی جگہ ہو رات ہو برسات ہو اس کے ذریعے سے سمت معلوم ہو جاتی ہے سمندر میں جب جہاز چلتے ہیں تو چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا ہے - نہ راہ نہ سڑک ہے - نہ کوئی درخت نہ پہاڑ کچھ معلوم نہیں ہوتا کدھر جاتے ہیں کہاں ہیں تو اگلے زمانے میں ناخدا[۵۶] ستاروں کی شناخت سے کام نکالتے تھے لیکن جب کبھی رات کو بادل ہوا

---

۵۱ آمنہ نے یہ ایک بات ہنسی کے طور پر کہی مگر تھی سچی ۱۲ ۵۲ کسی قسم کے منکے ایک دھاگے میں پرو کر اُن پر خدا کا نام پڑھتے ہیں اس کو تسبیح کہتے ہیں ۱۲ ۵۳ تسبیح کے دانوں میں اگلا اور سرے کا دانہ ۱۲ ۵۴ کچے آم کی شکل کا بنا ہوا ۱۲ ۵۵ جدھر کو منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس کو قبلہ کہتے ہیں قبلہ نما قبلہ کی سمت بتانیوالا

۵۶ ملاح ۱۲

تو تارے نظر نہ آتے بڑی دقت ہوتی تھی جہاز سینکڑوں کوس کہیں سے کہیں چلے جاتے تھے اور آخر تباہ ہو جاتے تھے جب سے مقناطیس کا خاصہ دریافت ہوا بڑا اطمینان ہو گیا ہی۔ ہے تو ذرا سی سوئی مگر لاکھوں روپے کا کام دیتی ہی کروڑوں روپے کا مال تجارت جو سمندر کی راہ انگریزوں کی ولایت سے آتا جاتا ہی اس سوئی کی بدولت ڈوبنے سے بچتا اور لاکھوں آدمی جو سمندر پر سفر کرتے ہیں بیخوف وخطر آتے جاتے ہیں ہاں تو زمین کا چیزوں کو کھینچنا یا چیزوں کا آپس میں ایک دوسرے کو کھینچنا ایسے زور سے نہیں ہوتا جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہی۔

زمین گول ہی اور آفتاب کے گرد گھومتی ہی

مگر کیا خدا کی قدرت ہی کہ اسی کشش کی وجہ سے زمین گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہی۔ حسن آرا۔ زمین گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی اور آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہی۔ محمودہ۔ جی ہاں گیند کی طرح لڑھکنیاں کھاتی ہوئی اور آفتاب کے گرد چکر لگا رہی ہی۔ حسن آرا۔ تم تو لگیں غضب ڈھانے اور دنیا جہان کو اندھا بنانے۔ محمودہ۔ کیوں کیا غلط کہتی ہوں۔ حسن آرا۔ اب کہوں گی تو برا مانو گی ایک زبان کا ڈنڈا خدا نے حوالے کر دیا ہے چاہو زمین کو گیند بنا ڈالو چاہو لڑھکا دو گھما دو جو چاہو سو کرو اور جو کہیں سچ مچ زمین گیند بن کر لڑھکنے لگے تو ایک ہی پلٹے میں بیوی صاحب کا جھوٹ سچ سب نکل جائے۔ محمودہ۔ بھلا اگر زمین کا گول ہونا اور لڑھکنا اور آفتاب کے گرد چکر کھانا ثابت ہو جائے تب تو مانیے گا۔ حسن آرا۔ میں تو کچھ بادلی نہیں ہوئی تمام زمانہ اس کا قائل ہو جائے تو بندی ماننے والی نہیں مجھ سے تو آنکھوں پر ٹھیکری نہیں رکھی جاتی صریحًا دیکھ رہی ہوں کہ اچھی خاصی طرح زمین چوڑی چکلی نظر آ رہی ہی پھر ناحق کیوں کر گول سمجھ لوں۔ محمودہ۔ بس اسی واسطے آپ زمین کو گول نہیں سمجھتیں نا کہ آنکھ سے چوڑی چکلی نظر آتی ہی۔ حسن آرا۔ دنیا میں آنکھوں دیکھی بات کا سب سے بڑھ کر اعتبار ہی مگر آپ اسکو بھی جھٹلا دیجئے۔ دو چار باتوں میں آپ نے مجھکو قائل کر دیا تو کیا اب مجکو ایسی بیوقوف بنا لیا ہی کہ اتنی موٹی بات بھی میں نہیں سمجھ سکتی محمودہ بھلا اگر آنکھ غلطی کرتی ہو

حسن آرا۔ میری یا سب کی۔ محمودہ۔ سب کی۔ حسن آرا۔ ہاں تو مجکو اُس سرے کا نسخہ نہیں معلوم کہ لگاتے ہی زمین گول نظر آنے لگے۔ محمودہ۔ وہ نسخہ میں آپ کو بتاؤں گی۔ بوا زبیدہ ذرا خوردبین شیشہ تو اُستانی جی سے میرا نام لے کر مانگ لاؤ دیکھنا ذرا سنبھال کر لانا۔

خوردبین

زبیدہ۔ خوردبین لے آئی۔ محمودہ۔ یہ لیجئے ذرا اس شیشہ کو تو دیکھئے۔ حسن آرا۔ یہی شیشہ ہے جس میں زمین گول دکھائی دیتی ہے۔ محمودہ۔ نہیں زمین تو گول نہیں دکھائی دیتی مگر اور بہت سے تماشے نظر آتے ہیں حسن آرا نے دیکھا تو بولی اے ہے یہ سر کے بال ایسے لاؤ کی برابر موٹے ابھی دیکھنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بال بیچ میں نَے کی طرح سے کھوکھلا کھوکھلا ہے۔ محمودہ۔ ہاں میں نے دیکھا ہے اندر سے بال کھوکھلا ہوتا ہے۔ حسن آرا۔ یہ اور سیر دیکھو بدن کے رونگٹے رونگٹے میں چھید مکھی کو دیکھو ہزاروں لاکھوں آنکھیں اور پروں میں اتنے رنگ۔ اُف ہوا میں اتنے بھنگے۔ اللہ اکبر پانی میں یہ بلا کے کیڑے شیشہ تو عجیب طلسمات کا شیشہ ہے۔ محمودہ۔ اسی شیشے سے تو آنکھ کی کوتاہی ثابت ہوتی ہے۔ حسن آرا۔ آنکھ کی کوتاہی کیا ثابت ہوتی ہے خدا جانے اس میں کیا بلا بھری ہے کچھ جادو کا شیشہ معلوم ہوتا ہے ایک سفید شیشے کا سہ پہل ٹکڑا میرے پاس بھی ہے اُس میں اور ہی خواص ہے جس چیز کو دیکھو ہے تو سفید مگر اُس میں دیکھنے سے گوٹ کی طرح نیلی ہری لال دھاریاں نظر آتی ہیں۔ محمودہ۔ وہ تمھارا سہ پہل شیشہ بھی سچا ہے ایک کتاب میں میں نے رنگوں کا تھوڑا سا بیان پڑھا ہے۔

رنگ

اُس میں لکھا ہے کہ دنیا میں بہت سے رنگ ہیں مگر اصلی رنگ تین ہیں۔ زرد۔ سیاہ۔ سرخ اور باقی سب رنگ اِن ہی رنگوں سے بنتے ہیں اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ کوئی رنگ نہ ہو تو سفید کہا جاتا ہے لیکن عقلمندوں نے

؎ ایک قسم کا شیشہ ہوتا ہے جس میں ننھی ننھی چیزیں بڑی دکھائی دیتی ہیں ۱۲ ؎ نکلی ۱۲ ؎ اللہ اللہ بہت بڑا ہے تعجب کی جگہ بولتے ہیں ۱۲ ؎ جادو کی طرح جسکا بھید سمجھ میں نہ آتا ہو ۱۲

جو چھان بین کی تو دریافت ہوا کہ سب رنگ ملکر سفید رنگ ہوتا ہی اور اگرچہ اس بات کی اور بہت دلیلیں
ہیں مگر سہل شیشے میں آنکھوں سے دیکھ لیا برسات میں جو ایک رنگین کمان آسمان میں نکلا کرتی ہی اُسکی
اصل حقیقت یہی ہی کہ ہوا میں جو پانی کی ننھی ننھی بوندیں رہ جاتی ہیں جب آفتاب سامنے آیا اُس کی شعاع[1]
بوندوں میں رنگین نظر آنے لگی۔ ایک مرتبہ میں سر دھو کر اُٹھی بال نم[2] تھے میں نے ہاتھ سے جھٹکے بوندیں
جو اُڑیں تو عجب عجب رنگ دکھائی دینے لگے میں اس تماشے میں ایسی محو ہوئی کہ جب تک بالوں
میں ذرا نمی رہی میں بالوں کو برابر جھٹکتی رہی کہیں اُستانی جی کی نظر جو پڑ گئی تو بولیں اے محمودہ۔
آج کیا ہی کہ برابر نگوڑے بالوں کو جھٹکے جاتی ہو روکھے بال ہیں نوکیں ٹوٹ جائیں گی تب میں نے استانی جی
سے بیان کیا کہ میں یہ نئی سیر دیکھ رہی ہوں اسکا سبب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اُستانی جی نے
الماری میں سے ایک کتاب نکال مجکو رنگوں کا بیان دکھایا کہ اس کو پڑھ لو اور جہاں سمجھ میں نہ آئے
پوچھ لو۔ حسن آرا۔ کیا بتاؤں میری تو سدھ بدھ یہاں آکر کچھ جاتی سی رہی جو بات سنتی ہوں مجھ کو اچنبھا
ہوتا ہی اور اپنے جی ہی جی میں کہتی ہوں کہ میں نے دنیا میں آکر کیا دیکھا اور کیا سیکھا خیر زمین کا گول ہونا
تو ثابت کیجئے وہ بات ہی رہی جاتی ہی۔ محمودہ۔ ہاں خوردبین سے ہمکو اپنی نظر کا نقصان معلوم ہوتا ہی
دو باتیں ہیں اور بھی کہوں گی ایک یہ کہ تم تو اپنے تئیں بڑی جہانیاں جہاں گشت جانتی ہو سلطان جی
قطب صاحب میرٹھ۔ پانی پت نہیں معلوم کہاں کہاں کہتی تھیں کہ گئی ہوں۔ حسن آرا۔ ہاں خدا رکھے جہانیاں[3]
جہاں گشت تو ہوں تھوڑا ملک میں نے دیکھا ہی باہر میدان میں صاف نظر آتا تھا کہ تھوڑی دور چل کر زمین
آسمان کے کنارے سے مل گئی ہی مجکو کیا سب کو ایسا ہی دکھائی دیا کہ آسمان سرپوش کی طرح زمین پر ڈھکا ہوا
ہی میں تو جانتی ہوں کہ کوئی شہر میرے دیکھنے سے نہیں چھوٹا۔ محمودہ۔ کیوں جھوٹ بولتی ہو بھلا جھجر
اپنی سسرال گئی ہو۔ حسن آرا نے جھجر کا نام سن کر آنکھیں نیچی کر لیں اور بولی کہ نگوڑے گاؤں نہ
جاڑے دھوپ نہ گرمی چھاؤں کا کیا نام لینا تھا نوج میں وہاں کیوں جانے لگی۔ محمودہ۔ بھلا تم
پانی پت۔ میرٹھ کس سواری میں گئی تھیں۔ حسن آرا۔ پالکی گاڑی کی ڈاک تھی۔ محمودہ۔ راہ میں

---

[1] کرن ۱۲ [2] گیلے ۱۲ [3] ایک بڑے مشہور ولی اللہ نے فکر ملکوں ملکوں پھر کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھا اُن کا یہی نام پڑ گیا یعنی ساری دنیا میں گشت لگانے والا ۱۲

تم نے ادھر اُدھر تو ضرور دیکھا ہوگا۔ حسن آرا دیکھتی تو سہی مگر ذرا کی ذرا پیک[1] تھوکنے کو منہ نکالا تھا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ سرسر زمین پاؤں کے تلے سے نکلی جاتی ہے یہ دیکھ کر مجکو ایک چکر سا آنے لگا جھٹ میں نے منھ اندر کر لیا۔

متحرک چیزوں میں آنکھ کا غلطی کرنا

محمودہ یاد رکھئے کہ یہ آنکھ کی دوسری غلطی ہے چلے تو گاڑی اور نظر آئے کہ زمین چل رہی ہے بھلا دوسری بات اور پوچھوں کہ کبھی پھٹے ہوئے بادل میں چاند کو بھی بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ حسن آرا سینکڑوں دفعہ ہم تو ہمیشہ چاندنی رات میں چندا ماموں[2] کھیلا کرتے ہیں۔ محمودہ تم کیا سمجھتی ہو کہ چاند اتنی جلدی بھاگتا ہے۔ حسن آرا۔ اور کیا۔ محمودہ۔ بھلا جب بادل نہیں ہوتا تب چاند اس طرح بھاگتا ہوا کیوں نہیں نظر آتا اگر حقیقت میں چاند چلتا ہوتا تو کھلی راتوں میں اُسکا چلنا اور بھی صاف دکھائی دیتا۔ حسن آرا کچھ سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ محمودہ۔ میں بتا دوں یہ بھی آنکھ کی ایک غلطی ہے ہوا بادل کو اڑائے لئے چلی جاتی ہے اور بادل چل رہا ہے ہمکو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا چاند بھاگ رہا ہے۔

زمین کے گول ہونے کی دلیل

حسن آرا بھلا پھر ان باتوں سے زمین کا گول ہونا ثابت ہوگیا۔ محمودہ۔ ابھی نہیں ذرا صبر کرو ایک بات اور بتاؤ کہ جب تم قطب صاحب گئی تھیں تو لاٹ تم کو کتنی دور سے نظر آنی شروع ہوئی تھی۔ حسن آرا ابجی ہمایوں کے مقبرے سے ذرا آگے بڑھو اور لاٹ نظر آنے لگتی ہے اور اگر درختوں اور مکانوں کی آڑ نہ ہو تو لاٹ اللہ اکبر اتنی اونچی ہے کہ شاید اُس کی چوٹی یہاں سے بھی دکھائی دے تو کچھ اچنبھا نہیں۔ محمودہ صرف۔ چوٹی۔ حسن آرا۔ اور اب آپ چاہتی ہیں کہ گھر بیٹھے ساری لاٹ دیکھ لوں۔ محمودہ۔ نہ دیکھ لینے کا

---

[1] پان کا عرق ۱۲ [2] چلی جاتی ہوئی ۱۲ [3] سرشام چاندنی راتوں میں چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہوکر آپس میں کھیلتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں چندا ماموں دور کے بڑے پکائے بور کے آپ کھائے پیالی میں ہم کو دے تھالی میں۔ تھالی ہم سے چھوٹ گئی۔ چندا ماموں روٹھ گئی ۱۲

کیا سبب۔ حسن آرا۔ سبب یہی دوری اور کیا۔ محمودہ۔ دوری کی وجہ سے لاٹ بلا سے چھوٹی دکھائی دے مگر ساری دکھائی دے اس کا کیا سبب کہ پہلے صرف چوٹی دکھائی دیتی ہی اُس کا نیچے کا دھڑ کہاں غائب ہو جاتا ہی۔ حسن آرا کچھ کسی چیز درخت وغیرہ کی آڑ پڑتی ہوگی مگر درخت کی آڑ ہوتی تو درخت تو نظر آتا میں بھی تو قطب صاحب چھ سات مرتبہ سے کم نہیں گئی ہمایوں کے مقبرے سے آگے اچھا خاصہ کف دست میدان پڑا ہی اور سڑک تاک کی سیدھ عین لاٹ کی جڑ میں لگی ہی اور لاٹ پر کیا موقوف ہی یوں سڑک پر دور کے بہت سے درخت صاف سامنے نظر آتے ہیں جن کے بیچ میں کچھ بھی آڑ نہیں مگر پھر بھی پہلے ہی اوپر کی ٹہنیاں نظر آتی ہیں اور جوں جوں پاس ہوتے جاؤ رفتہ رفتہ نگاہ نیچے تک پہنچتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا درخت چوٹی سے جڑ تک سموچا[1] نظر آنے لگتا ہی۔ حسن آرا محمودہ کا یہ اعتراض سُن کر بغلیں[2] جھانکنے لگی۔ محمودہ اس کا سبب میں عرض کروں۔ حسن آرا۔ فرمائیے۔ محمودہ۔ وہی زمین کی گولائی کی آڑ۔ یہ کہہ کر محمودہ نے حسن آرا کو پانی کے مٹکے کے پاس لیجا گولائی کا آڑ کرنا اور لوگوں کا زمین کے گردا گرد گھوم آنا بخوبی ثابت کر دیا۔ حسن آرا زمین کے گول ہونے پر یہی ایک دلیل ہی۔ محمودہ۔ نہیں اور بہت دلیلیں ہیں لیکن ابھی آپ کو اُن کا سمجھنا مشکل ہی مگر جب آپ کی معلومات زیادہ ہو جائے گی تو میں زمین کے گول ہونے کی سب دلیلیں ضرور آپ سے بیان کروں گی۔ حسن آرا۔ اچھا اگر زمین گول ہی تو ہم لوگ اسپر سے پھسل کیوں نہیں پڑتے۔ محمودہ۔ گول تو ضرور ہی مگر اس کو بھی تو سمجھ لیجئے کہ گول چیز جسقدر چھوٹی اسی قدر اُس میں گولائی زیادہ۔ مثلاً رائی کا دانہ چنے کا دانہ۔ بیر۔ آڑو۔ انڈا آبخورہ۔ ٹھلیا۔ مٹکا۔ گنبد گول تو سب ہیں مگر چھوٹی چیز کی گولائی فوراً ظاہر ہو جاتی ہی بیر میں سے ناخن برابر بھی چھلکا لو تو گول ہوگا اور بڑے مٹکے میں سے آپ کے ایک بالشت کی برابر ٹھیکرا توڑ لیا جائے تو سپاٹ کھپرا معلوم ہوگا بھلا ایک اچھا گول بیر انڈے پر رکھنا چاہو تو لاکھ حکمت کرو ہاتھ ہٹایا اور گرا لیکن مٹکے پر جس جگہ چاہو دس پندرہ بیر رکھدو جب مٹکے کا یہ حال ہی تو گنبد کا اُس سے زیادہ اور زمین تو ان گنبدوں اور مٹکوں کے آگے خدا جانے کے کروڑ کے لاکھ دفعہ بڑی ہے اور جب کشش زمین ہم کو تھام رہی ہی تو ہم گر کر جائیں تو کدھر جائیں زمین کی بڑائی کی اٹکل کرا دینا آسان

---

[1] سالم۔ سارا ۱۲ [2] حیران اور لاجواب رہ گئی ۱۲

نہیں ہی مگر یوں سمجھئے کہ یہ ہمارے گھر کی انگنائی آپ دیکھتی ہیں کیسی لمبی چوڑی ہی حسن آرا - انگنائی ہی کہ شیطان کی آنت[1] ہی کمبخت اس سرے سے اُس سرے تک جاؤ تو ٹانگیں ٹوٹ پڑیں بھلا اتنا میدان کیوں چھوڑ رکھا ہوگا صحن کیا ہی جنگل معلوم ہوتا ہی - محمودہ - بیچ میں بارہ دری بننے والی ہی اسی کی جگہ چھوٹی ہوئی ہی بھلا خیر اس دالان سے ڈیوڑھی تک کتنا فاصلہ ہوگا - حسن آرا - مجھ کو تو نہیں معلوم - محمودہ - اٹکل سے - حسن آرا - کوئی بیس - اور بیس اے ہے خدا جانے کے بیسی گز کا ہوگا محمودہ پورا پچاس گز ہی - حسن آرا - پچاس کتنے ہوتے ہیں - محمودہ - بیس اور بیس اور دس - حسن آرا - اونو بڑا لمبا صحن ہی - محمودہ - بھلا کتنے پھیرے آپ صحن کے اس سرے سے اُس سرے تک کر سکتی ہیں - حسن آرا - کتنے پھیرے اجی ایک بھی ہو جائے تو بہت ہی - محمودہ - بس اتنا ہی زور ہی - حسن آرا - ہاں میری ٹانگوں میں تو اتنا ہی بوتا ہی کچھ خدا نہ کرے میں کہاری تھوڑی ہی ہوں میں تو خاصی امیرزادی ہوں امیرزادیاں بس اپنے پاؤں سے اتنا ہی چلا پھرا کرتی ہیں جس دن اُستانی جی عین سامنے بیٹھی ہوتی ہیں لحاظ کے مارے چبوترہ کے پاس دوا کی گود سے اُتر پڑتی ہوں مگر دالان تک پہنچتے پہنچتے دم ہی تو چڑھ جاتا ہی اور جو کبھی اُستانی جی سامنے نہیں ہوتیں یا نیچی آنکھیں کئے ہوئے کسی کو پڑھاتی ہوتی ہیں تو میں دوا کو بیچ دالان میں اپنی جگہ لا کر چھوڑتی ہوں - محمودہ اگر ایا بیچ ہونا بھی میری کا ہنر ہی تو شاباش آپ بہت اچھا کام کرتی ہیں مگر میں انشاءاللہ ایک دم سے سو پھیرے تو کر جاؤں اور نہ دم چڑھے اور نہ ٹانگیں دُکھیں - حسن آرا - مُنہ سے یا ٹانگوں سے - محمودہ - اجی ان ہی ٹانگوں سے - اور آپ کو یقین نہ ہو تو چلئے اُستانی جی سے پوچھوا دوں -

جسمانی ریاضت[2] اور ایام غدر کی ایک حکایت میں اُس کے فائدوں کا بیان

اُستانی جی کا تو بارھوں مہینے کا معمول ہی کہ کوئی چار گھڑی رات رہی اُٹھیں - تہجد کی نماز پڑھی اسمیں

[1] بہت لمبی چیز کو شیطان کی آنت کہتے ہیں ۱۲ [2] ہاتھ پاؤں کی بدن کی محنت ۱۲

کوئی دو گھڑی کا تڑکا ہوا آیا اُس وقت سے برابر اسی صحن میں ٹہلا کرتی ہیں اور منزل پڑھتی جاتی ہیں یہاں تک کہ جھٹپٹا[1] ہونے آیا۔ نماز پڑھی معمولی وظیفہ کبھی پڑھ چکتی ہیں کبھی پڑھتی ہوتی ہیں کہ میں جاگتی ہوں پچھلی گرمیوں میں ایک رات یوں ہی میری آنکھ کھل گئی دیکھا تو اُستانی جی ٹہل رہی ہیں میرا جاگ اُٹھنا جو اُن کو معلوم ہو گیا تو کہا۔ محمودہ اب سویرا ہے مت سوؤ۔ طبیعت خراب ہو جائے گی آؤ دیکھو تو آخر شب چاندنی میں کیا لطف[2] ہے ستارے اس طرح ٹمٹما رہے ہیں کہ گویا رات بھر کے جاگے ہیں۔ اور اب صبح ہوتے اونگھتے ہیں۔ کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے کہ طبیعت باغ باغ[3] ہوئی جاتی ہے۔ پھول جو کھلے ہیں تو بھینی بھینی[4] خوشبو آ رہی ہے۔ جانور میٹھی میٹھی آوازوں میں خدا کی حمد[5] گا رہے ہیں نور ظہور کی گھڑی اور برکت کا وقت ہے۔ پورب کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھو کہ صبح کا نور کیسا دل کو لبھاتا ہے میں جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ منہ دھو اُستانی جی کے ساتھ ٹہلنے لگی میں نے اس دن خوب دھیان لگا کر گنا تھا تو اسی یا تم یوں سمجھو کہ چار بیسی پھیرے انگنائی میں میرے ہوئے تھے میں نے اُستانی جی سے پوچھا کہ آپ اس قدر سویرے اُٹھ کر کیوں ٹہلا کرتی ہیں تو یہ فرمایا کہ دن رات میں اس سے بہتر فرحت کا کوئی وقت نہیں اور ٹہلنے سے میرا اصلی مطلب یہ ہے کہ انسان کو حفظ صحت[6] کے لئے تھوڑی بہت بدنی محنت اور جسمانی ریاضت بھی چاہیئے تم دیکھتی ہو کہ خدا کے فضل سے میں کمتر بیمار پڑتی ہوں اس کا ظاہری سامان میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ ہر روز صبح کو اتنا ٹہل لیتی ہوں کہ خاصی طرح بدن میں عرق[7] آ جاتا ہے اور ایک مرتبہ اس عادت کا ایک خاص فائدہ بھی میں دیکھ چکی ہوں غدر میں جب سارا شہر بھاگ نکلا تھا ہم لوگ اس امید پر پڑے رہ گئے تھے کہ ابا جان جس رئیس کے نوکر ہیں وہ سرکار کا بڑا خیر خواہ تھا خود اس کے اپنے بیٹے پوتے سرکاری فوج کے ساتھ لڑائی پر تھے رئیس کی معرفت ابا جان نے سرکار سے یہ اقرار کرا لیا تھا۔ کہ جب دہلی فتح ہو تو سرکاری فوج کا کوئی آدمی ہم لوگوں کو نہ ستائے۔ جب شہر میں بھاگڑ[8] مچی محلے والوں نے بہتیرا ہم لوگوں سے کہا کہ شہر میں رہ کر کیوں مفت میں جان

---

[1] اندھیرے میں کچھ یوں ہی سا چاند [2] مزہ [3] یعنی باغ کی طرح کھلی جاتی ہے [4] ہلکی [5] تعریف [6] تندرستی کا بچاؤ [7] پسینہ [8] لوگ شہر چھوڑ چھوڑ بھاگنے لگے

گنواتے[1] ہو مگر ہم لوگ اس وعدے کے آسرے پر گھر سے نہ نکلے لوگوں سے تو ڈر کے مارے یہ حال ظاہر نہیں کیا مگر جی ہی جی میں دعائیں مانگ رہے تھے کہ کس دن دہلی فتح ہو اور ہم لوگ آرام سے بیٹھیں خدا کا کرنا جس دن دہلی پر ہیلا دھاوا ہوا۔ اے ہے خدا دشمن کو بھی وہ دن نہ دکھائے ایک قیامت برپا تھی دن بھر گولیوں کا مینھ برستا رہا اور گولے خدا کی پناہ کان بہرے ہو ہو جاتے تھے زمین دہل دہل[2] پڑتی تھی شام ہونے آئی تو نہر[3] کے پرلے پار تک انگریز آگئے تھے اور عین ہمارے اس دیوار کے نیچے گلی کی نکڑ پر موئے تلنگوں نے توپ لگا رکھی تھی کس کو امید تھی کہ زندوں کو صبح ہوگی جان سے ہاتھ دھو کر تہ خانوں میں چھپ بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے کس کا کھانا اور کس کا پکانا ایک ایک کا منہ تکتا تھا کوئی پہر رات گئے کسی مردوے کی آواز آئی ابا جان کا نام لے کر پکارتا تھا ڈر کے مارے جواب کون دے آخر میں نے بھائی جان[4] سے کہا خدا کے لئے انگنائی میں نکل کر خبر تو لو کون وقت ہوا یہ آدمی برابر چلا رہا ہے شاید سرکاری فوج کا کوئی آدمی ہو اور ہماری حفاظت کے لئے آیا ہو۔ غرض بھائی جان باہر نکلے اور کوٹھے پر چڑھ کر آواز کی آہٹ لی اُس وقت لڑائی بھی بند تھی وہ مردوا سڑک میں تھا بھائی جان نے اُس کو کوٹھے کے نیچے بلایا اور حال پوچھا اُس نے کہا کہ مجھکو کپتان صاحب نے بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم نے ہر چند چاہا کہ آپ کے مکان کی حفاظت ہو مگر کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ باغیوں نے شہر خالی نہیں کیا نہر کے اُدھر وہ لوگ ہیں اور نہر تک ہماری عملداری ہے رات کے دو بجے ہم لوگ باغیوں پر حملہ کریں گے آپ کا مکان عین زد میں ہے حملے کے وقت سے پہلے تم لوگ اپنی جانیں لے کر نکل جاؤ جب سلطنت بیٹھے گی دیکھا جائے گا۔ اس خبر کے سنتے ہی سب کو سناٹا ہو گیا کسی نے کہا جہاں پڑے ہو پڑے رہو۔ آخر یوں بھی مرنا ووں بھی مرنا بے فائدہ عورتوں کو بازار میں لئے لئے پھرنا کیا حاصل ایک آدھ احمق یہ بھی کہنے لگے کہ آؤ عورتوں پر ہم ہی[5] ہاتھ صاف کریں پھر جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔

[1] کھوتے ہو ضائع کرتے ہو ۱۲ [2] لرز لرز ۱۲ [3] سعادت خاں کی نہر ابھی تک موجود ہے ۱۲ [4] محمد عاقل ۱۲
[5] دھاوا ۱۲

غرض جتنے منہ اتنی باتیں اس گفت و شنود[1] میں آدھی رات گزری بھائی جان نے دیکھا کہ وقت نکلا جاتا ہی اور لڑائی شروع ہونے میں کچھ دیر نہیں تب تو وہ ذرا کڑے ہوکر بولے کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اور نرے نامردی کے خیالات ہیں جان کا بچانا فرض ہی جہاں تک ہوسکے بھاگنا چاہئے اور یوں قضا کا تو کچھ علاج نہیں یہ کہہ کر مجھ سے کہا اٹھ لڑکی تو تو چل یہ لوگ جانیں اور ان کا کام جانے میں پہلے ہی سے بھاگنا بھاگنا کر رہی تھی چلنے کا نام سنتے ہی میں نے اپنا تمام زیور اپنے ہاتھوں نکال انگنائی میں پھینکا اور دالان کی چاندنی میں سے دو پاٹ پھاڑ دوپٹہ بنایا اور کہا کہ لو صاحب میں تو یہ چلی میرا چلنا تھا کہ بھیڑوں کی طرح سارا کنبا پیچھے ہولیا اُس رات تم ہوتیں تو ان کمبخت عورتوں کی سیر دیکھتیں کہ ایک صاحب ہیں کہ تمام دھن دولت تو گھر چھوڑا پان کھانے کی پٹاری لادے لئے چلی جاتی ہیں۔ کسی کی جوتی پاؤں سے نکل نکل پڑتی تھی۔ کسی کا ازار بند پاؤں میں اُلجھتا ہی۔ اُس دن جس کے جتنے بڑے پائنچے تھے اُسی کو چلنے کی بڑی مصیبت تھی۔ بھائی جان اُس وقت بھی چھیڑتے تھے کہ کمبختوں اور زین سکھ کے تھان کے دو پائجامے بناؤ لاہور کے ریشمی ازار بندوں میں پٹیاں لگا لگا کر اور بڑا کر دھنسی کی ہنسی مصیبت کی مصیبت ان بیچاریوں کو بازاروں میں چلنے کا کاہے کو اتفاق ہوا تھا گو رات تھی اور یوں بھی رستہ نہیں چلتا تھا مگر من من[2] بھر کے پاؤں تھے دو قدم چلیں اور گریں خدا خدا کر کے صبح ہوتے ہوتے کاغذی[3] محلے تک پہنچے یہاں کیا ٹھکانا انگریز کہتے تھے کہ قلعہ لیں تو آج لیں جوں ہی پن چکیوں کے برابر آئے دیکھا کہ سینکڑوں ہزاروں گورے اور سکھ قطار باندھے چلے آتے ہیں دیکھتے کے ساتھ دم ہی تو فنا ہوگیا کوڑیا پل کی طرف پھر بھاگے بیچاری عورتوں کا بُرا حال تھا ایک بیوی تو سڑک پر لیٹ گئیں کہ مجھ سے تو آگے نہیں چلا جاتا خدا کے لئے مجھ کو یہیں رہنے دو تھوڑی دور میں نے ان کو چڑھی چڑھایا اتنے میں دو تین اور گریں اب کس کو کون کندھے چڑھائے اپنی ہی جان بھاری تھی بھائی جان نے کہا کہ لوگو خدا کے لئے

[1] کہا سنی ۱۲ [2] یعنی اس قدر بھاری ہوگئے تھے کہ اُٹھائے نہیں اُٹھتے تھے ۱۲ [3] اب اس محلے کا نام و نشان تک نہیں ریل کی سڑک میں آگیا ۱۲

ول ہنبوا کر کے ذرا پھول کی منڈی تک تو چلو وہاں ممکن ہوگا تو کچھ سواری کا بندوبست کیا جائے گا
بہ ہزار دقت کوئی پہرون چڑھے تک پھول کی منڈی پہنچے۔ سواری یہاں کیا رکھی تھی باہر سے
گدھوں پر اناج آیا تھا گدھے والا اپنے گدھے باہر لئے جاتا تھا بھائی جان نے اُس سے پوچھا
کہاں کے گدھے ہیں اس نے کہا سلطان جی کے۔ بھائی جان نے اس سے بہت گڑگڑا کر
کہا کہ بھائی میاں ذرا شہر کے دروازے تک ان عورتوں کو بٹھالو اور جو کہو سو دیں گدھے والا۔
اجی میاں جی کیسا کرایہ دیکھتے ہو انگریز قلعے میں پہنچ گئے ہیں کمبختی کا مارا رات کو نہ جا سکا اب دیکھئے
کیسے بچتا ہوں گدھے لو اور جسقدر چاہو لدلو اور ہانک لاؤ مجھ کو دروازے کے باہر گدھے حوالے
کر دینا غرض کہ چار گدھے بھائی جان نے روک لئے اور کہا کہ لو صاحب جو تھک گیا ہو اُس پر
بیٹھ لے اور دیر کرنا غضب ہی پہلے تو گدھے کی سواری کا نام سُن کر سب نے تامل کیا مگر آخر کیا
مجبور گدھوں پر سوار ہونا پڑا مجھ سے بھی بھائی جان نے کہا لڑکی تو بہت تھک گئی ہی بیٹھ لے مصیبت
کو کیا کریں میں نے کہا میں ابھی مطلق نہیں تھکی اور ایسے ایسے دس حصے پاپیادہ اور چل سکتی ہوں۔
بھائی جان آخر چڑھنا پڑے گا تم جانتی ہو کہ شاید شہر میں چل کر ٹھہریں گے ہرگز نہیں عرب
سرائے سے ادھر کہیں ٹھکانا نہیں ہیں نے کہا انشاء اللہ میں سرائے تک بخوبی چلی جاؤں گی
غرض خدا نے مجکو تو اس فضیحت سے بچالیا اور بیویاں چڑھی ہی چڑھیں آج تک اُن کی ہنسی
ہوتی ہی اور میں خدا کے فضل سے اِس چہل قدمی[1] کی بدولت برابر چلی گئی نہ تھکی نہ ماندی ہوئی۔
حسن آرا۔ اجی غدر بھی ایک آفت ناگہانی تھی سو بیت[2] گئی کہیں خدانخواستہ ہر روز غدر ہوتا
پڑا ہے کہ کم بخت عورتیں اس کے واسطے دوڑنے کی عادت اور بھاگنے کی مہارت کریں۔ محمودہ
بات میں بات میں نے بیان کی میرا بھی یہ مطلب نہیں کہ عورتیں گھروں میں گھوڑدوڑ کیا کریں مگر
اتنی آلکسی بھی ٹھیک نہیں کہ ڈیوڑھی تک جائیں تو ہانپنے لگیں کوٹھے پر چڑھیں تو سانس پیٹ
میں نہ سمائے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں تو پھرتی رکھنی چاہیئے۔ حسن آرا۔ خیر اب وہ زمین
کا گول ہونا تو ثابت کیجئے کیا آپ اُس بات کو ٹالنا چاہتی ہیں۔ محمودہ۔ ہاں یہ تو انگنائی بچھاں گز

[1] لفظی معنے تو چالیس قدم مگر مراد مطلق ٹہلنا ۱۲ [2] گزر گئی ۱۲

لمبی ہی اس سرے سے اُس سرے تک پینتیس³ یعنے پانچ کم دو بیسی پھیرے کرو تو ایک میل ہو اور دو میل کا ایک کوس ہوتا ہی۔ حسن آرا۔ اور اتنا بڑا میل اور اتنا بڑا کوس ہوتا ہی۔ محمودہ۔ اب قطب صاحب کی لاٹ کو فرمائیے کہ کے ہزار کوس لمبی ہی۔ حسن آرا۔ میں تو جانتی ہوں کہ اس حساب سے پوری میل بھر بھی لمبی نہ ہوگی۔ محمودہ۔ بیشک میل کیسا میل کا دسواں حصہ بھی نہیں۔

زمین کی جسامت¹ اور ہیات² اور تقسیم³

اور زمین بتاؤں میلوں کے حساب سے کتنی بڑی ہی چوبیس ہزار میل اس کا دورہ ہی مردوں میں بارہ کوس کی منزل مقرر ہے یعنی مرد لوگ جو سفر کرتے ہیں تو بارہ کوس روز چلے جاتے ہیں اور واقع میں آرام کے ساتھ سفر کیا جائے تو بارہ کوس دن بھر کے چلنے کو بہت ہی اس حساب سے اگر کوئی آدمی ناک کی سیدھ چلنا شروع کرے تو پانچ برس میں جہاں سے چلا تھا وہیں آکھڑا ہوگا اور زمین کے گرداگرد اس کا صرف ایک پھیرا پورا ہوگا۔ حسن آرا۔ اللہ اکبر اب جو میں خیال کرتی ہوں تو زمین بہت بڑی ہی بھلا تم نے کیونکر جانا کہ چوبیس ہزار میل کا دورہ ہی۔ محمودہ۔ کتابوں سے جانا ہمت والے لوگوں نے محنت اٹھا کر برسوں سفر کیا اور تمام دور ناپ ڈالا خشکی کی راہ تو سیدھا چلنا مشکل ہی کہیں بڑے بڑے دو دو تین تین کوس کے اونچے صینوں کی چڑہائی کے دشوار گزار پہاڑ ہیں کہیں سینکڑوں کوس کے جنگل ہیں جن میں نہ کہیں ٹھہرنے کا ٹھکانا ہی نہ پانی کا آسرا نہ راہ نہ سڑک مگر سمندر سمندر جہازوں پر لوگوں نے سفر کیا ہی اور قطب نما کے سہارے سے سیدھ لگائے چلے گئے اور آخر کو وہیں آموجود ہوئے جہاں سے چلے تھے کیا اب بھی زمین کے گول ہونے میں کچھ شک وشبہ ہی۔ حسن آرا۔ دو دو تین تین کوس اونچے صینوں کی چڑھائی کے پہاڑ ہیں تو زمین گول کہاں رہی۔ محمودہ۔ ہاں زمین ایسی گول نہیں ہی جیسی ڈھلی ہوئی گولی ہوتی ہی ٹھیک نارنگی کی طرح گول ہی اتر دکھن دونوں سرے پچکے ہوئے اور جیسے نارنگی کے چھلکے پر دانے دانے سے اُبھرے ہوتے ہیں اسی طرح زمین پر یہ پہاڑ ہیں جو

¹ ضخامت ² صورت ³ بانٹ ⁴ جس میں سے ہو کر گزرنا مشکل ہی ۱۲

شخص پہاڑوں کو دیکھ کر زمین کے گول ہونے میں شک کرے اُس کو زمین کی بڑائی کا ٹھیک تصور نہیں ایک مٹکی پر ایک رائی کا دانہ رکھدو تو اس کی گولائی میں کیا فرق آجائے گا حسن آرا۔ زمین کو تو میں پہلے سے بڑی نہیں جانتی تھی مگر ٹھیک اندازہ معلوم نہ تھا۔ محمودہ۔ تم تو خاک بھی بڑی نہیں جانتی تھیں ایک میرٹھ اور ہاپڑ پت آپ کیا گئیں کہ آپ نے سمجھا تمام روئے زمین کی سیر کرلی۔ حسن آرا۔ زمین اتنی بڑی ہو تو ہزاروں لاکھوں شہر اس پر بسے ہوں گے۔ محمودہ۔ بے شک مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ تمام روئے زمین پر آبادی ہے۔ تین حصے میں تو سمندر ہے ایک حصہ جو کھلا ہے اُسی میں کل نوے کروڑ آدمی بھی جا بجا بسے ہیں اور جنگل پہاڑ دریا بھی ہیں۔

تمدّن کی وجہ

حسن آرا۔ سب لوگ مل کر ایک جگہ کیوں نہیں رہتے ایک بڑا شہر بسا لیں اور سب اُسی میں رہیں تو بڑا مزہ ہو۔ محمودہ۔ مزا کیا خاک ہو سب بھوکے مرنے لگیں۔ حسن آرا۔ کیوں۔ محمودہ۔ کھانے کو اناج میدان میں پیدا ہوتا ہے اس سبب سے لوگ دنیا میں الگ الگ بسے ہیں۔ ہر ایک بستی کے آس پاس کچھ میدان جوتنے اور بونے اور اناج پیدا کرنے کے واسطے لگا رکھتے ہیں سب ایک جگہ بسیں تو ہزاروں کوس کا لمبا چوڑا شہر ہو جائے۔ جوتنے بونے کہاں جائیں مگر آدمی زندگی کی ضروریات اکیلا بہم نہیں پہنچا سکتا اس واسطے ہمیشہ تھوڑے تھوڑے بہت بہت آدمی ملکر رہتے ہیں جہاں تھوڑے آدمی بسے ہوں وہ گاؤں ہے۔ اس سے بڑھ کر قصبہ۔ اُس سے بڑھ کر شہر اس سے بڑھ کر ملک اور ولایت بعضے گاؤں صرف چار چار پانچ پانچ گھر کے بھی ہوتے ہیں اور بڑے شہروں میں تو لاکھوں آدمی ہوتے ہیں۔ حسن آرا۔ جہاں صرف چار چار پانچ پانچ گھر ہیں وہ لوگ کیوں کر گزر کرتے ہوں گے۔ محمودہ۔ ہم سب سے بہتر طور پر گزر کرتے ہیں۔ حسن آرا۔ کیا خاک گزر کرتے ہوں گے۔ نہ حلوائی۔ نہ گندھی۔ نہ عطار۔ نہ منہار۔ نہ بزاز نہ کوئی نہ کوئی۔ محمودہ۔ یہ چیزیں امیرانہ زندگی کے لایعنے تکلفات[1] اور شیخی اور نمود[2] اور ڈینگ کے بیہودہ سامان ہیں اُن کو داخل

[1] لاحاصل بے مطلب کے [2] اُسلیٰ دکھاوا

ضروریات زندگی کون کہتا ہی خوب غور کر دیکھا پیٹ بھر لینے کو دال دلیا کچھ غذا چاہیئے اور تن بدن ڈھک لینے کو موٹا جھوٹا کپڑا بس اتنا تو ضرور ہی اور اس کے علاوہ سب انسان کی خود بینی[1] اور تن پروری[2] اور آرام طلبی کے ڈھکوسلے ہیں سو جو چیزیں حقیقت میں ضرور ہیں۔ گاؤں والے اپنے ہاتھوں پیدا کر لیتے ہیں کھانے کا غلہ اور میوے اور ترکاریاں۔ روئی۔ تمباکو۔ کسم۔ نیل۔ سب ہی کچھ تو کھیتوں میں ہوتا ہے بلکہ کھانے پینے کی چیزیں جیسی عمدہ اور صاف گاؤں میں میسر آتی ہیں ہم شہر والے خواب میں بھی نہیں دیکھتے۔ حسن آرا۔ بھلا اگر گاؤں میں آدمی بیمار پڑے تو دوا کہاں سے لے علاج کس سے کرائے۔ محمودہ گاؤں والے خدا کے فضل سے دوا اور علاج کے محتاج ہی نہیں ہوتے۔ حسن آرا۔ اس کا سبب۔ محمودہ۔ سبب صفائی۔ آب و ہوا کی عمدگی اور روز کی محنت۔

آب و ہوائے شہر و دیہات کا مقابلہ

حسن آرا۔ آب و ہوا تو ساری دنیا میں ایک ہی ہوگی۔ محمودہ۔ ایک تو ہے مگر جہاں آدمی بکثرت رہتے ہیں وہاں غلاظت[3] بھی جمع ہوتی ہی اور عفونت[4] کی وجہ سے آب و ہوا بگڑ جاتی ہے آئے دن وبا آتی رہتی ہی اور وبا نہیں بھی ہوتی تو بھی شہر کے لوگ اکثر بیمار رہتے ہیں۔ حسن آرا گاؤں والے بیمار نہیں ہوتے تو مرتے کیوں کر ہیں۔ محمودہ مرنا اور بات ہے گاؤں والے زندگی کا لطف تو پاتے ہیں نہ شہر والوں کی طرح دائم المرض[5] اور یوں کبھی کبھار دکھ درد ہوتا ہی تو گاؤں والے سچ سا علاج بھی کیوں نہیں کرتے۔ جنگل کی بوٹی۔ درختوں کی چھال اور پتے گھسے رگڑے پی گئے اچھے ہو گئے یہ نہیں کہ ہفتوں منضج[6] پیا کریں مہینوں ماء الجبن[7] میں پڑے ملتے رہیں لاکھ دوا کی ایک دوا تو تازی ہوا ہی جو شہر والوں کو عمر بھر نصیب نہیں ہوتی اور گاؤں والوں کو ہر وقت میسر ہی۔ حسن آرا۔ سب کچھ تو ہی مگر گاؤں میں جی کیسا گھبراتا ہوگا نہ محلہ نہ ہمسایہ کس سے بات کیجئے۔ کس کے پاس جائیے محمودہ شہر میں روز کے روز کون کس کے

[1] شیخی [2] اپنے بدن کو پالنا [3] گندگی ۱۲ [4] بدبو سڑاہند [5] ہمیشہ بیمار ۱۲ [6] جلاب سے پہلے جو دوا پی جاتی ہی اسکو منضج کہتے ہیں ۱۲ [7] ایک طرح کا جلاب ہی جو چالیس دن میں جاکر پورا ہوتا ہی ۱۲

پاس جاتا ہے جس طرح شہر والے گھر کے کام کاج میں لگے رہتے ہیں گاؤں والوں کو کھیتی باڑی اور مویشیوں[1] کی خبرگیری کیا کم ہے اس سے فرصت ہوئی تو وہ لوگ بھی گھروں میں کام کرتے اور آپس میں جی بہلاتے ہیں۔ حسن آرا۔ یہ گاؤں والے نرے اجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کیوں ہوتے ہیں۔ محمودہ۔ بوا خیر النسا دیکھو حسن آرا بیگم گاؤں والے کو اجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کہتی ہیں تم بھی باہر والی ہو جواب دو۔ خیر النسا۔ بیگم صاحب کو گاؤں والوں کا حال معلوم نہیں۔ سنے سنائے مجرا کہہ اٹھیں اس کا جواب کیا دوں۔ حسن آرا۔ خیر النسا تم کہاں کی رہنے والی ہو۔ خیر النسا۔ مرادآباد کے ضلع میں شریف پور نام ایک گاؤں ہے وہیں میرا غریب خانہ ہے۔ حسن آرا۔ شہر میں کب سے ہو۔ خیر النسا کوئی ڈیڑھ برس سے۔ حسن آرا تمھارے گھر میں کیا کام ہوتا ہے۔ خیر النسا۔ کوٹنا۔ پیسنا پکانا۔ ریندھنا۔ کاتنا۔ سینا۔ پرونا۔ گھر کی جھاڑو بہارو۔ بال بچوں کا نہلانا دھلانا۔ حسن آرا میرا مطلب یہ نہیں ہے میں پوچھتی ہوں کہ تمھارے گھر کے مرد کیا کیا کرتے ہیں۔ خیر النسا جو لڑکے ہیں پڑھتے ہیں جو جوان ہیں کمائی کرتے ہیں جو بڈھے ہیں گھر کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں۔ اور نماز روزے میں مصروف رہتے ہیں۔ حسن آرا۔ اے ہے میں پوچھتی ہوں تمھارے گھر ہوتا کیا ہے۔ خیر النسا دن کو دن رات کو رات۔ حسن آرا پتھر پڑیں ایسی ہوئی سمجھ پر کوئی جواب معقول نہیں۔ خیر النسا آگ لگے ایسی بھونڈی تقریر کو کوئی بات ٹھکانے کی نہیں حسن آرا۔ نگوڑی گنواری شامت ماری کوئی تیری کمبختی آئی ہے بے تمیز زبان سنبھال کر نہیں بولتی ابھی مارتے مارتے کچلا کر ڈالوں گی۔ خیر النسا۔ چل چل شہری بے بہری[2]۔ امیر بیگم ہوگی تو اپنے واسطے ہم کیا خدا نہ کرے کسی کی لونڈی باندی ہیں ایک کہے گی تو دس سنے گی اور مارے گی تو مار کھائے گی بھی۔ لو صاحب کیا مجھ کو بھی شہر کی لڑکی بنایا ہے کہ دھمکائے گی۔ حسن آرا نے عمر بھر کبھی جواب پایا نہ تھا اور جواب بھی ایسا سخت خیر النسا کی بات سنتے ہی بے اختیار ہو گئی مارنا اور کچلا کرنا تو نری دھمکی ہی دھمکی تھی مگر سیدھی اٹھ۔ استانی جی سے جا فریاد کی اور رونے لگی۔ اتنا روئی کہ گھگی بندھ گئی جب تک روتی رہی استانی جی

[1] گائے بھینس بکری کی قسم کے جانور ۱۲ [2] بے نصیب ۱۲

چپ بیٹھی رہیں اور اگر کہیں دل جوئی کی ایک بات بھی اُن کے منہ سے نکلی تو حسن آرا بندی شام تک بھی نہ سنبھلتی آخر کو سسکیاں لے کر خود بخود تھم گئی۔ اس درمیان میں محمودہ چند بار آئی اور قصداً حسن آرا کے پاس سے ہو کر نکلی مگر حسن آرا نے منھ پھیر پھیر لیا یہ دیکھ کر محمودہ کو جراُت نہوئی کہ حسن آرا سے بات کرے ورنہ وہ رفع ملال[5] کر بھی دیتی اب شام قریب تھی اُستانی جی نے کہا لڑکیو وہ مسیح الملک کی کہانی کن مدتوں کی ناتمام پڑی ہو اُسکو تو ختم کر لیتیں۔ کس کی باری ہو۔ محمودہ۔ خیر النسا کی باری ہو۔ اُستانی جی کیوں بوا حسن آرا بیگم۔ خیر النسا کہانی کہیں تم سنو گی۔ حسن آرا آنکھیں نیچی کر کے مسکرانے لگی اور بولی کیوں سننے کو کیا ہوا یہی نہ کہ میں بیچ میں نہ بولوں گی۔ محمودہ۔ کیوں نہ بولو گی جب بیچ بیچ میں بات ہی نہ ہوئی تو کہانی کیا وہ تو خاصہ سبق ہو گیا مزہ کیا خاک ملا شوق سے بولو بات کرو۔ حسن آرا۔ واہ۔ آپ بھی بڑی حضرت ہیں اب پھر لڑائی دیکھنے کو جی چاہا ہو گا۔ محمودہ۔ ایسی بھی کوئی کم بخت ہو گی جس کو دو آدمیوں کی لڑائی میں مزہ ملتا ہو گا آدمی تو آدمی جانوروں کا لڑنا بھی بڑا گناہ لکھا ہی۔ حسن آرا۔ آپا کیوں مکرتی ہو تم ہی نے تو خیر النسا کو مجھ سے بھڑایا۔ محمودہ۔ میں نے بھڑایا یا گفتگو کی تقریب کی آپ شروع سے دیہاتیوں کی مذمت پر اُتار و تھیں لمحہ دو لمحہ بھی ضبط نہ ہو سکا لڑ پڑیں۔ حسن آرا۔ میں لڑی۔ محمودہ۔ آپ تو منصف مزاج ہیں آپ ہی فرمائیے سخت کلامی پہلے کس نے شروع کی۔ حسن آرا۔ جو جیسا ہوتا ہی کہنے میں آتا ہی دیہاتیوں کو کیا میں اکیلی اجڈ اور اکھڑ اور بد سلیقہ کہتی ہوں شہر بھر کہتا ہی۔ خیر النسا۔ کس کس کا مُنہ بند کرتی پھریں گی۔ خیر النسا۔ آپ اپنی تعریف کرنے سے کوئی اچھا نہیں بن جاتا اور کسی کے بُرا کہنے سے کوئی بُرا نہیں ہو جاتا شہر والے دیہاتیوں کو اجڈ اور اکھڑ اور بے سلیقہ کہتے ہیں۔ دیہات والے شہریوں کو احدی[5] کم محنت پست ہمت ظاہر پرست[6] جانتے ہیں۔

اُستانی جی۔ جب تم دونوں اس امر میں بحث کرتی تھیں دوسروں کی لڑائی کا فیصلہ کرتے کرتے آپس میں کیوں لڑنے لگیں۔ خیر النساء۔ جناب بیگم صاحب نے چھوٹتے ہی دیہاتیوں کو

[5] رنج کو مٹا دیتی ۱۲ [5] سُست کاہل ۱۲ [6] ظاہردار ۱۲

اُجڈ۔ اکھڑ بے سلیقہ کہا مجھ کو بُرا تو بہت لگا مگر میں چپ ہو رہی اور اُستانی جی۔ حسن آرا بیگم
نے تم کو تو اُجڈ۔ اکھڑ بے سلیقہ نہیں کہا ان کا مطلب تھا کہ شہر والے دیہاتیوں کو ایسا سمجھتے ہیں
خیر النساء کیا ہوا پھر بھی ایسے کریہ[51] الفاظ بیگم صاحب کو زیبا نہ تھے اور میں اس بات پر تو کچھ
بولی بھی نہیں۔ اُستانی جی۔ کیا اس سے زیادہ کوئی اور سخت بات حسن آرا بیگم نے خاص تم کو
کہی تھی ان کی ایسی عادت تو معلوم نہیں ہوتی۔ خیر النساء خیر اب اسکا اعادہ[52] آپ کے روبرو
کرتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہی میرا ہی قصور تھا آخر میں بے تمیز گنواری ہی تو ہوں اور سلیقہ آئے
تو کہاں سے آئے اس میں شک نہیں کہ جواب میں نے بھی سخت دیا پیچھے میرا دل بہت کڑھا۔
اُستانی جی۔ اگر تمہارا قصور تھا تو تم نے معذرت کیوں نہ کی۔ خیر النساء میں سو مرتبہ معذرت کرنے
کو موجود ہوں ہاتھ جوڑنے اور پاؤں پڑنے میں بھی مجھ کو عذر نہیں مگر ذرا اتنا بیگم صاحب کو بھی
سمجھا دیجئے کہ بات بات میں لڑکیوں سے نہ اُلجھا کریں ان کی شان کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں۔
حسن آرا۔ تم یہ چاہو کہ میں سب کے برابر ہو کر رہوں تو یہ بات نہ مجھ سے ہوئی اور نہ ہو۔ تم لوگوں
کو بھی تو کچھ خیال کرنا چاہئے کہ میں امیرزادی ہوں اور مجھ کو خدا نے بڑا کیا ہی۔ اُستانی جی یہ
بات تمھاری غیر واجب ہی مکتب کی لڑکیاں کچھ تمھاری لونڈیاں ہیں نوکر ہیں۔ یا تم اپنی دولت
ان کو بانٹ دیتی ہو۔ حسن آرا۔ نوکر نہ سہی غریب تو ہیں۔
اُستانی جی۔ غریب ہیں تو ہونے دو تمہاری دولت کی تو کچھ پروا نہیں کرتیں۔ حسن آرا۔ ہم کب
اُن کی پروا کرتے ہیں۔ اُستانی جی۔ چلو نہ تم کو اُن کی پروا نہ اِن کو تمھاری برابر سرابر۔ حسن آرا کیا
ہوا پھر بھی ان کو میری تعظیم کرنی لازم ہی۔ اُستانی جی بے ضرورت بے غرض۔ کیوں لازم ہی اور
نہ کریں تو اِن کا کیا نقصان۔ حسن آرا۔ اے ہے لازم نہیں۔ مناسب ہی اور نقصان آپس
کا رنج۔ اُستانی جی اس اعتبار سے تم پر بھی لازم ہی۔ حسن آرا۔ کیا۔ اُستانی جی۔ اِن کی تعظیم
حسن آرا۔ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اُس کے ساتھ سب ہنسے۔ اُستانی جی۔ سنو بوا حسن آرا بیگم
ہم عمری میں تعظیم تکریم کا کیا مذکور تم سب کو آپس میں محبت رکھنی چاہئے اور ہر ایک لڑکی کو اسکا

[51] سخت مکرر ۱۲ [52] دوہرانا ۱۲

اہتمام رہے کہ آپس میں بگاڑ کی کوئی بات نہ ہو۔ حسن آرا۔ کیا خدا نہ کرے مجھ سے خیر النسار سے کچھ بگاڑ ہی۔ بہنیں بھینیں آپس میں لڑیں۔ لوگوں نے جانا بیر پڑے یہ کہہ کر حسن آرا خیر النسار کے گلے سے جا لپٹی۔

اہل شہر اور دیہاتیوں کا محاکمہ[53] جس میں دونوں کی طرز زندگی کا مذکور ہی اور ہر ایک کو اُس کے عیب پر متنبہ کر دیا ہی اور گفتگو اور وضع اور حالت اور ذات اور ہنر پر بحث کر کے نصیحت کی بہت باتیں نکالی ہیں

اُستانی جی۔ بھلا تم لوگوں میں تکرار شروع کس بات پر ہوئی تھی۔ حسن آرا۔ بات تو اتنی ہی تھی کہ میں نے خیر النسار سے پوچھا تمھارے گھر ہوا کیا کرتا ہی یہ بیوی صاحب لگیں عورتوں کے کام گنوانے میں نے دُہرا کر پوچھا تو مردوں کا قصہ نکال بیٹھیں تیسری بار پوچھا دکرنی کیا) تو ذرا آپ بھی دیکھئے کہتی کیا ہیں دن کو دن اور رات کو رات۔ اُستانی جی سنکر مسکرانے لگیں اور کہا خوب اچھا جواب ترکی بہ ترکی دیا تم کو یوں پوچھنا تھا کہ وجہ معاش کیا ہی یا تمھارے باپ بھائی کیا پیشہ کرتے ہیں۔ خیر النسار ان کا مطلب میں سمجھ گئی تھی مگر ان کو اپنی گفتگو پر بڑا ناز ہی۔ اِن کے قائل کرنے کو میں بھی بات پر اڑ بیٹھی تھی۔ حسن آرا۔ خیر اب فرمائیے کہ آپ کی وجہ معاش کیا ہی خیر النسار زمینداری اور کھیتی اور غدر کے بعد سے کنبے کے دو چار آدمی نوکری بھی کرنے لگے ہیں۔ حسن آرا۔ بھلا سچ کہنا تم کو شہر میں رہنا بھلا معلوم ہوتا ہی یا گاؤں میں خیر النسار۔ سچ تو یہ ہی کہ شہر میں میرا جی خوب نہیں لگتا۔ اگر اس مکتب کا سہارا نہ ہوتا تو مجھے

[53] یہ ایک مثل ہی ۱۲ [52] فیصلہ چکوتا ۱۲

شہر میں ایکدن بھی نہ ٹھہرا جاتا۔ حسن آرا۔ آخر تم کو شہر میں تکلیف کس بات کی ہو کیا کھیلنے اور
بات کرنے کو محلے میں لڑکیاں نہیں۔ خیر النسا لڑکیاں تو اتنی ہیں کہ شاید شہر بھر میں اتنی لڑکیاں
نہ ہوں گی جتنی اکیلی شاہ تارا کی گلی میں ہیں صبح سے شام تک ایک تانتا لگا رہتا ہی یہ آئی وہ
آئی۔ حسن آرا۔ پھر تو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ خیر النسا۔ ان لڑکیوں سے میری طبیعت
میل نہیں کھاتی شہر کے لوگوں میں ظاہرداری اور منھ دیکھے کی محبت بہت ہی مگر کام پڑے
پر طوطے کی طرح آنکھیں بدل ہی تو جاتے ہیں گویا کبھی کی جان پہچان نہ تھی۔ بادشاہ بیگم کو تو
تم بھی خوب جانتی ہوگی ہمارے مکان سے اُن کا مکان ملا ہی۔ وزیر بیگم اُن کی چھوٹی بیٹی
نے مجھ سے ایسا پیار اخلاص بڑھایا کہ رات دن میں ایک دم کو الگ نہ ہوتیں خانم کے بازار
میں داروغہ مصائب السلطان کے گھر شادی تھی ہم لوگوں کو بھی بلاوا آیا اور بادشاہ بیگم تو
داروغہ جی کی سگی پھوپھی کی بہن ہیں اِن کا تو گھر بھر ہفتوں پہلے سے مہمان تھا وزیر بیگم جب
جانے لگیں تو زبردستی مجھ کو ساتھ لئے جاتی تھیں پالکی پر سوار ہوتے ہوتے ہاتھ پکڑ لیا کہ
میرے ساتھ چلو مگر بڑی مشکل سے میں نے اُن کو سمجھایا کہ ہم لوگوں سے اور داروغہ جی سے
سے دور کا واسطہ ہی۔ بن بُلائے جانا مناسب نہیں جب شادی کے تین دن رہی تو میں بھی
گئی وزیر بیگم اپنی سہیلیوں کو لئے بیٹھی تھیں مجھے اُترتی کو انھوں نے دیکھا بھی مگر جگہ سے ہلیں
تک نہیں میں نے سمجھا کھیل میں دھیان ہی نہ خیال کیا ہوگا اُترتے کے ساتھ میں گھر والوں
کے پاس تک بھی نہیں گئی سیدھی وزیر بیگم کی طرف چلی گھڑیوں پاس کھڑی رہی اس
خدا کی بندی نے آنکھ اُٹھا کر بھی تو نہ دیکھا اپنا سا منھ لیکر میں سامنے کے دالان میں جہاں
ہمارے ساتھ کے لوگ ٹھہرے تھے جا بیٹھی چھوٹی آپا نے مجھ کو چھیڑا بھی کہ اُترتے کے ساتھ
تیر کی طرح گئی تو تھیں اسے پھٹے سے منھ اُس نے بات بھی نہ پوچھی یہ سُن کر اس قدر مجھ کو
شرمندگی ہوئی کہ پسینے پسینے ہوگئی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ یہ وہی وزیر بیگم ہیں کیا انکو
ہوگیا ہی تھوڑی دیر بعد مجھ کو پیاس سی معلوم ہوئی شہ[1] نشین میں ایک کوری صراحی رکھی تھی

---

[1] مکانات میں جو صدر جگہ بنی ہوتی ہے اُسکو شہ نشین کہتے ہیں یعنی بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ ۱۲

ہیں تے جاتا کہ گھر والوں نے مہمانوں کے واسطے رکھوادی ہے میں نے جلدی سے اُٹھ اس میں سے پانی پی لیا تو وزیر بیگم لال پیلی ہو گیا کہتی ہیں کیوں تو نے ہمارے پینے کی صراحی سے پانی بے پوچھے پیا یہ کہکر صراحی کو فرش پر پٹک دیا۔ تمام مہمان دیکھنے لگے۔ اور بھرے مجمع میں مجھ کو فضیحت کیا۔ اُستانی جی۔ وزیر بیگم کے ناحق ناحق بگڑ بیٹھنے کا سبب بھی کچھ تم نے دریافت کیا خیر النساء۔ بہتیرا سوچا کچھ سمجھ میں نہ آیا کوئی بات ہوئی ہو تو سمجھ میں آئے۔ محمودہ۔ میں اس کا سبب بتاؤں میں بھی وزیر بیگم کے مزاج سے خوب واقف ہوں اُن کو محلے میں اپنے میل کی لڑکیاں کھیلنے اور بات کرنے کو نہیں ملتیں۔ اس ضرورت سے اُنھوں نے تم سے ملاپ کیا وہاں شادی میں ان کو اپنے جیسی امیرزادیاں مل گئیں تم سے ملنا عار سمجھیں۔ خیر النساء ان کو مجھ سے صرف شادی میں ملنا عار تھا اور مجھ کو اُن سے ملنا ان شاء اللہ عمر بھر عار رہے گا۔ اُستانی جی۔ یہ کچھ عجب طرح معاملہ ہے اکثر امیر مغرور ہوتے ہیں اور سب کو اپنے سامنے ہیچ سمجھا کرتے ہیں دولت بھی بہت بُری چیز ہے آدمی کو شیطان بنا دیتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطاں چڑھا	نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا

حسن آرا۔ بھلا خیر وزیر بیگم اگر تمھارے ساتھ بری طرح پیش آئیں تو اُنھوں نے بڑی نالائقی کی بات کی محبت ملاپ میں امیری غریبی سے کیا بحث باقی رہی مگر یوں تو شادی کا مجمع مہمانداری کے سامان۔ مہمانوں کی شان۔ جہیز کی آرائش۔ رسموں کی خوبی یہ باتیں تو تم نے ضرور ہی پسند کی ہوں گی۔ خیر النساء اس میں شک نہیں کہ کبھی شہر والوں کی شادی میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور یہی شوق مجھ کو لے بھی گیا تھا مگر انجام کار کچھ دل کو فرحت حاصل نہ ہوئی خدا جھوٹ نہ بلوائے ہزاروں ہی عورتیں جمع تھیں مگر غور سے دیکھا تو سب ایک رنگ میں تھیں جس کو دیکھا شیخی اور نمود کی تصویر پایا اتنے مہمان گھر میں بھرے تھے سب تو امیر تھے ہی نہیں جس کو خود مقدور نہ تھا کرائے کے کپڑے مانگے کے زیور بنائے ہوئے نوکر ساتھ لایا تھا اور اسی پر اترا رہا تھا ایک بیوی ریشمی موزے دکھانے کی غرض سے گھٹنوں تک پائنچے اٹھائے

چلی آ رہی ہیں دوسری گرمی کے بہانے گلا کھول کھول کر زیور دکھا رہی ہیں تیسری بے تکلفت سر کھولے بیٹھی ہیں تا کہ چوٹی کی بندش۔ موباف کی قطع پر لوگوں کی نظر پڑے ایک صاحب نے پازیب کی آواز سنانے کو گھڑی گھڑی اٹھ رہی ہیں خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پچاس جھنجھیں بدلی ہوں گی یہ تو ان بیویوں کا حال تھا جن کے پاس کوئی چیز اپنی یا مانگے کی تھی اور اس کو جان جان کر دکھاتی تھیں اور بعضیاں خالی خولی بھی اتراتیاں تھیں ایک بیوی موٹی ململ کا دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھیں آپ ہی آپ بن کوئی پوچھے نہ گچھے کہتی کیا ہیں اے دیکھنا بوا بنارس کے سیاہ کا مدار دوپٹے کا بھی رنگ کتنا ہی لو ذرا کی ذرا گندھے پر ڈالا تھا تمام کپڑوں میں دھبے پڑ گئے جلدی سے میں نے اُتار پھینکا۔ ایک بیوی زیوروں لدی بیٹھی ہیں اور ایک بیچاری غریب اِن سے باتیں کر رہی تھیں وہ بیوی جنکو میں بیچاری سمجھتی تھی کہتی کیا ہیں کہ دیکھنا میرے کانوں کا کچھ ایسا بنا گوشت خدا نے بنایا ہے کہ مطلق زیور کو نہیں سہار سکتے جڑاؤ بالی۔ پتے مگر مرکیاں میں نے ذرا کی ذرا ڈالی تھیں کہ دُکھنے لگے ایسا معلوم ہوا کہ اب کٹ پڑیں گے ناچار سادی بالیاں پہنیں ان سے بھی سوچ سوچ کر گئے ہوئے میں نے کہا پھٹ[1] پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان" کہیں ایسا نہ ہو بینٹ پڑ جائیں اُتار رکھے۔ غرض جسکو دیکھا شیخی کے مرض میں مُبتلا پایا آپس میں جو بیویاں باتیں کر رہی تھیں کسی کی غیبت کسی کی شکایت اِس کے سِوائے کچھ مذکور نہ تھا جتنی تھیں کپڑوں کے رنگ اور خراش تراش اور وضعداری بس اسی میں محو تھیں شادی کی خبر سنکر بیچارے غریب غربا بھی مانگنے چلے آئے تھے اتنا سامان تھا کہ رات دن دیگیں کھڑکتی تھیں مگر شاید ایک چاول خدا کے نام کسی غریب کو نہیں۔ ملا۔ منوں کھانا ضائع ہوا۔ چوری گیا۔ رکھا رکھا سڑ گیا مگر نہ دیا تو محتاج کو۔ دینے کی جگہ غریبوں کو دھکے اور گالیاں دی جاتی تھیں۔ ایک بیچاری بڑھیا بھیک مانگنے نہیں معلوم کس طرح اندر محل میں چلی آئی تھی نیچے کا دھڑ رہ گیا تھا۔ خدا جانے بیچاری کس مصیبت سے گھسٹتی گھسٹتی آئی ہوگی گھنٹوں انگنائی میں پڑی چلایا کی مگر کسی نے بات بھی نہ پوچھی سب اپنے اپنے کھانے میں لگے رہے اور میرا یہ بُرا حال کہ بڑھیا کی آواز کان میں چلی آئے اور لقمہ

[1] یہ ایک مثل ہے یعنی بھاڑ میں جاوے وہ سونا جس سے کان ٹوٹیں۔

حلق سے نہ اُترے پہلے تو میں دیکھتی رہی کہ اب بھی کوئی گھروالی اس بڑھیا کی کچھ خبر لے جب بہت دیر ہوگئی
اور کسی نے بات تک نہ پوچھی تو ایک خمیری روٹی میں ایک مٹھی چاول رکھ اپنے چھوٹے بھائی احمد کو
دیے کہ جاؤ وہ بڑھیا انگنائی میں بیٹھی ہے اسکو دے آؤ جوں ہی احمد روٹی لے کر اٹھا اُن بیوی کی نظر
پڑی جو ہم لوگوں کو کھانا کھلا رہی تھیں خدا جانے وہ کون بیوی تھیں مگر گھر والوں کے پاس کے
رشتے کی ہوں گی انھوں نے دوڑ احمد کے ہاتھ سے جھپٹا مار روٹی چھین لی اور بولی لوگو! کچھ خدا کا
بھی خوف ہے دسترخوان پر آنکھوں دیکھتے یہ غضب۔ میں بولی خدا ہی کا خوف کھا کر میں نے یہ روٹی
اس فقیرنی کو دینے بھیجی تھی تب وہ بیوی کیا کہتی ہیں "حلوائی[1] کی دوکان پر دادا جی کی فاتحہ" بیوی ہو
ایسا ہی خدا کا خوف ہے تو گھر جا کر لنگر بانٹنا مجھ کو جو ایسی سخت بات کہی تھی اس کا تو مجھ کو کچھ بھی رنج
نہیں مگر میرے سبب سے بڑھیا غریب کی جو شامت آئی اس کا مجھ کو اب تک صدمہ ہے۔ اُس بیوی
نے جو بیچاری فقیرنی کو دیکھا لونڈیوں پر اس قدر خفا ہوئیں کہ خدا کی پناہ اور چلائیں نکالو نکالو
اس مردار بڑھیا کو کس نے اس کو یہاں آنے دیا لونڈیوں نے بے تامل بڑھیا کو گھسیٹ دروازے
کے باہر ڈال دیا میری یہ کیفیت تھی کہ جی چاہتا تھا اُس بیوی کا منھ نوچ لوں مگر کیا کر سکتی تھی۔
دسترخوان پر سے تو میں اُسی وقت اُٹھ کھڑی ہوئی شربت پلائی میں دینے کے لئے ایک چوّنی
میرے پاس تھی وہی چونی میں نے احمد کے ہاتھ بڑھیا کو بھیجدی اور اُس کو اپنے مکان کا پتہ
بتادیا اور فوراً ڈولی منگا اپنے گھر چلی آئی۔ اُستانی جی۔ کیا اتنے مہمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا
کہ اُس کو بڑھیا کی حالت پر رحم آیا ہو۔ خیر النسا۔ جناب رحم کیسا جب لونڈیاں اس کو گھسیٹنے لگیں سب
کے سب ٹھٹھے مار مار ہنس رہے تھے کھانے کے بعد لڑکیوں نے بڑھیا کی نقل کا کھیل بنایا۔
حسن آرا۔ فقیرنیاں اکثر مکار بھی ہوتی ہیں۔ لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے اندھی بنجائیں۔
لنگڑی۔ لولی۔ اپاہج ہو جائیں۔ اُستانی جی اگر ایسا شبہ کیا کریں تو اصلی محتاج بھی محروم رہجائیں
اور خیرات کا سلسلہ[2] منقطع ہو جائے دینے والے کو اتنی تفتیش[3] سے کیا مطلب اور مانگنا تو بڑی شرم
کی بات ہے کوئی آدمی بے ضرورت سوال نہیں کرتا آخر کو جو مکر کرکے مانگتے ہیں ان کو بھی حاجت نے

[1] یہ بھی ایک مثل ہے ۱۲ [2] خیرات کا تانتا ٹوٹ جائے یعنی خیرات بند ہوجائے ۱۲ [3] تلاش ۱۲

مجبور کر رکھا ہی۔ حسن آرا۔ کیوں بعضے بے حاجت بھی مانگتے پھرتے ہیں غیرت باقی نہیں رہی کمانے کے لئے بھیک سے زیادہ کوئی سہل[1] تدبیر نہیں ہمارے محلے میں چند روز ہوئے ایک فقیرنی مری تھی نہیں معلوم کتنی اشرفیاں۔ کے ہنڈے روپے اس کی کوٹھری میں سے نکلے پس کیا حاجت اُس سے بھیک منگواتی تھی۔ نہیں۔ بلکہ طمع۔ اُستانی جی۔ بھلا طمع سے کوئی فرد بشر خالی ہی حسن آرا طمع تو سب کو ہی مگر طمع والوں کی مدد کرنا کچھ ضرور نہیں۔ اُستانی جی۔ ایسا نہ ہو کہ خداوند کریم جو سب کو دیتا ہی اس قاعدے کا برتاؤ کرے البتہ حاجت مند کا حق مقدم ہی بہتر ہی کہ جن کو واقع میں حاجت ہو اُن ہی کو دیا جائے مگر نہ دینے کے لئے خواہ مخواہ ہر ایک پر بے وجہ شبہ بھی مت کرو بے تحقیق دینے سے ہی نا کہ بعض بے استحقاق لے جائیں گے مگر اس زمرے[2] میں سینکڑوں مستحق بھی تو پا جائیں گے۔ اکثر اس قسم کی حجتیں وہ لوگ نکالا کرتے ہیں جن کو خدا کے نام دینا منظور نہیں ہوتا۔ حسن آرا۔ کیوں بوا خیر النساء یہ عیب جو تم شہر والوں میں بتاتی ہو کیا گاؤں میں نہیں ہوتے دیہات میں سب اللہ کے ولی ہی تو بستے ہیں۔ خیر النساء نہیں اچھے بُرے سبھی جگہ ہوتے ہیں گاؤں شہر پر کیا موقوف ہی۔ مگر اتنا تو میں کہہ سکتی ہوں کہ گاؤں والوں میں اتنی شیخی اتنی نمود اتنی ظاہرداری ہرگز ہرگز نہیں ہوتی۔ حسن آرا۔ بھلا شہر والوں کے مزاج خراب سہی مگر شہر والوں کی وضع کیا ہی مطبوع[3] وضع ہی۔ خیر النساء کچھ آپ ہی کے نزدیک شہر والوں کی وضع مطبوع ہوگی۔ پردہ داری تو بالکل نہیں یہ احمد میرا چھوٹا بھائی نہیں[4] ہی اس نے شہر کے لڑکوں کے دیکھا دیکھی سر پر بال رکھے تھے اب یہ بلا کا اہتمام ہی کہ دوسرے دن آنولوں سے سر دھویا جاتا ہی دن میں دس دس مرتبہ کنگھی ہو رہی ہی صبح و شام تیل ڈالا جاتا ہی جب تک بال چھوٹے رہے کہیں شلجموں کے پانی سے سر دھلتا ہی کہیں ماش کی دال ملی جاتی ہی اماں کہتی بھی تھیں کہ جس دن تیرا باپ آیا کھڑے کھڑے تیرا سر منڈوا کر رہیگا جتنا بناؤ سنگار تجھ سے کرتے بن پڑے کر لے آخر تو یہ بال نائی کے گھر جائیں ہی گے آگرے جاتے ہوئے خدا کا کرنا ابا بھی آموجود ہوئے میاں احمد کو دیکھو تو ہر دم عمامہ[5] سر پر

---

[1] آسان ۱۲ [2] گروہ ۱۲ [3] عمدہ پسندیدہ ۱۲ [4] یہ محاورہ ہی مطلب یہ ہی کہ احمد جو میرا چھوٹا بھائی بڑا
[5] دوپٹہ۔ پگڑی ۱۲

بندھا ہے کہ کہیں بال نہ دیکھ لیں مگر بانکپن تو سر پر سوار تھا چھپے کیونکر ابا نے دیکھ ہی لئے بہت خفا ہو کر مردود شہر والوں کی طرح تو بھی زنخہ[1] بنے گا کیسا حجام کس کا نائی قلمدان سے مقراض نکال اپنے ہاتھوں سے بالوں کا ڈھیر لگا دیا اب میاں احمد ہیں کہ گنجا سر لئے ہوئے چلے جاتے ہیں اس کے بعد اماں سے کہا کہ پڑھوانے کے لالچ سے تم لڑکوں کو یہاں لائی تو ہو مگر ایسا نہ ہو کہ ان کو شہری غنڈہ[2] بنا کر لیجاؤ دیکھو خبردار خیر[3] کو شہر کی لڑکیوں میں مت بیٹھنے دینا۔ شہر کے مردوں کی وضع تو خیر عورتوں کی وضع نعوذ باللہ[4] بالکل خلاف شرع اور خلاف حیا ہے۔ استانی جی۔ تمہارے ابا نے بہت ٹھیک کہا مگر دیکھو بوا خیر النساء۔ مجھ کو شہر والیاں چھیڑتی بھی ہیں۔ لیکن میں ان کی وضع کی تقلید[5] نہیں کرتی۔ خیر النساء جناب آپ اپنے تئیں ناحق شہر والوں میں گنتی ہیں نہ شہر والوں کا سا آپ کا مزاج نہ شہر والوں کی سی آپ کی عادت۔ آپ تو دیہاتیوں سے بھی زیادہ پردہ دار کپڑا پہنتی ہیں آپ کی دیکھا دیکھی تو میری اماں بڑی آستینوں کی کرتی پہننے لگی ہیں۔ استانی جی۔ بوا حسن آرا بیگم! یہ تو بڑی بیجا بات ہے کہ خیر النساء شہر والوں میں عیب پر عیب نکالتی جاتی ہیں۔ حسن آرا۔ کیا بتاؤں مجھ کو دیہاتیوں کو کے حال سے خوب واقفیت نہیں ورنہ ابھی ہفتاد پشت تک اکھاڑ کر رکھ دیتی اور ذرا آپ ان شہر کی لڑکیوں کو دیکھئے یہ کچھ بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ کوئی ہوں بھی کرتی ہے کیسی دم[6] بخود بیٹھی سن رہی ہیں۔ محمودہ۔ بھلا بوا خیر النساء۔ شہر بانو۔ ذرا خیر النساء کو میری ایک بات کا پہلے جواب دے لینے دیجئے۔ کیوں بوا۔ خیر النساء گفتگو شہر والوں کی بہتر ہوتی ہے یا دیہات والوں کی۔ خیر النساء تم سب شہر والیاں ایک طرف ہو جاؤ گی تو مجھ اکیلی کو قائل کر دینا کون بڑی بات ہے۔ مگر کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دے کہ گفتگو کی بھلائی برائی ہے کیا چیز۔ محمودہ۔ گفتگو کی خوبی یہ ہے کہ اس میں سختی نہ ہو بولنے والے کی زبان سے لفظ آسانی کے ساتھ ادا ہوں سننے والے کو گراں نہ گزریں۔ خیر النساء گاؤں والوں کو بھی اپنی بولی ہرگز سخت نہیں معلوم ہوتی۔ محمودہ۔ معلوم کیونکر ہو وہ شہر کی بولی کی نرمی سے واقف نہیں۔ تم بولو کہ دونوں بولیوں میں تم کو کہاں کی بولی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ خیر النسا۔ بھلی بری

---

[1] زنانہ ۱۲ [2] لچا ۱۲ [3] یعنی خیر النسا ۱۲ [4] ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں حقارت اور نفرت کی جگہ بولتے ہیں ۱۲
[5] نقل پیروی ۱۲ [6] چپ چاپ ۱۲

تو میں کچھ جانتی نہیں مگر شہر والے جو اپنی نرم اور نازک بولی سے کام لیتے ہیں۔ وہی کام گاؤں والے اپنی کرخت بولی سے نکالتے ہیں۔ کوئی مطلب اُن کا اٹکا نہیں رہتا۔ حسن آرا۔ بس یہی تو گنوارپن ہی کہ بھلے بُرے میں امتیاز نہیں مجھ کو تو دیہات کی بولی ایسی بُری معلوم ہوتی ہی جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا۔ سیدھے بول کی بھی ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ شہر بانو۔ اس میں تو شک نہیں کہ دیہات والے لفظوں کی تو بڑی شامت ہلاتے ہیں۔ کوئی لفظ تشدید سے خالی نہیں نون کو جب بولیں گے ڑوں۔ پانی کو پانڑی گاڑی کو گاڈی۔

خیر النسا کی بولی شہر میں رہنے سے بہت سنبھل گئی ہی پھر بھی زبان کی اینٹھن نہیں گئی کچھ عجب طرح سے لفظوں کو مروڑ تروڑ کر بولتی ہیں۔ کیوں آپا محمودہ یاد ہی جب خیر النسا نئی نئی آئی تھیں تو کس طرح کی بولی بولتی تھیں۔ محمودہ۔ خیر النسا ایسی احسان فراموش نہیں ہی۔ شہر والوں کا یہ سلوک تو ضرور یاد رکھیں گی کہ اُن کی بدولت اِن کی زبان درست ہو گئی۔ خیر النسا۔ ایک زبان کا درست ہونا میرا تو رُواں رُواں شہر والوں کا احسان مند ہی۔ تھوڑا بہت لکھنا۔ پڑھنا۔ سینا۔ پرونا۔ پکانا۔ ریندھنا جو کچھ مجھ کو آتا ہی سب کچھ شہر ہی کی بدولت ہی۔ مگر میں تو کہتی ہوں شہر والوں نے میری بولی خراب کر دی۔ حسن آرا۔ لو اور سنو وہی کہاوت ہی۔ گدھے کو نون دیا اُس نے کہا میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ خیر النسا یہ بڑی شہر والی ہیں اور ان کو اپنی گفتگو پر بڑا ناز ہی نہ سمجھیں نہ بوجھیں کہہ دینے سے کام۔ حسن آرا۔ سیدھی تو بات ہی پہیلی نہیں چیستاں نہیں سمجھنے کو کیا ہوا تم نے ہی کہا نہ کہ شہر والوں نے میری بولی کو بگاڑ دیا۔ خیر النسا۔ ہاں ہاں بگاڑ دیا اب خدا کریگا میں پھر اپنے گھر جاؤں گی تو وہاں والے میری باتوں پر ہنسیں گے اور میری نقلیں کریں گے اُستانی جی۔ خیر النسا سچ کہتی ہیں بڑی خرابی کی بات ہی شہر کی بولی بولو تو گاؤں والے ہنسیں اور دیہات کی بولی بولو تو شہر والے چھیڑیں۔ حسن آرا۔ دس نکٹوں[1] میں ایک ناک والا نکو اب کیا نکٹوں کے ڈر سے آدمی ناک کٹا ڈالے۔ خیر النسا شوق سے تم ہی بولی بولنا۔ خیر النسا نہیں لوا میں تو جیسا دیس ویسا بھیس شہر آئی[2] کی کُتا

---

[1] یہ بھی مثل ہی۔ [2] یہاں کتا اور بلی بے تشدید پڑھنا چاہئے اس واسطے کہ خیر النسا کو شہر والوں کی تخفیف پر اعتراض کرنا منظور ہی ۱۲

بلی کہنے لگی گھر گئی پھر وہی آمّا روٹی[1] ۔ حسن آرا ۔ گاؤں میں تم جاؤ گی تو سہی مگر ممکن نہیں کہ وہاں تمہارا جی لگے ان شاء اللہ اگلے ہی مہینے اُلٹے پاؤں پھر کر نہ آؤ تبھی کہنا ۔ خیر النسا ۔ ہم گاؤں والیوں کا خدا ایسا دیدہ ہوائی نہ کرے کہ گھروں میں جی نہ لگے اس مکتب کے سوا اور بھی کوئی چیز ہے جسکو میں گاؤں میں جا کر یاد کروں گی ۔ حسن آرا ۔ ہزاروں لاکھوں چیزیں یاد کرنے کی ہیں ایک بات ہو تو کہوں بڑے سویرے بچھونے سے نہیں اُٹھے کہ چنے پر مل والوں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں اور خیر النسا ۔ اے لاحول ولا قوۃ[2] چنے بھی کوئی آدمیوں کا کھانا ہے یا جانوروں کا دانہ بس دیکھی شہر والوں کی نزاکت ۔ حسن آرا ۔ وہ دیہاتی چنے ہیں جن کا تم مذکور کرتی ہو ۔ شہر کے چنے سبحان اللہ بھلستے ہوئے گرما گرم سوندھے خستہ[3] ۔ ٹھڑی[4] کا نام نہیں نرم ایسے کہ بے تکلف پوپلے[5] کھاتے ہیں شہر بانو ۔ اور لطف یہ ہے کہ کوڑیوں اور لوہے کی کیل ۔ پرانی ٹاٹ اور گودڑ کے بدلے چنے لے لیجئے حسن آرا ۔ اور چنے والا ابھی گلی سے باہر نہیں نکلا کہ خوانچے والا آموجود ہوا ۔ تازہ حلوا ۔ پوری تازی ۔ خستہ کچوریاں ۔ تازہ مٹھائی ۔ ہر نعمت موجود ایک گیا ایک آیا ایک گیا ایک آیا پہر رات گئے تک یہی تار لگا رہتا ہے ۔ برتن ۔ کپڑا ۔ گوٹا ۔ کناری ۔ برف ۔ میوہ ۔ پھول ۔ ترکاری ۔ جو چیز چاہیے گھر بیٹھے لے لیجئے کتنے بڑے آرام کی بات ہے ۔ کباب ایک سے ایک چٹپٹے[6] ۔ مزے دار مٹھائیاں ایک سے ایک تحفہ ۔ خوشگوار[7] ۔ چھ کوڑی کا سودا لو تو بھی دونے میں دیں گے یہ نہیں کہ سودا لینے جاؤ تو بھیک کا پیالہ گھر سے لیکر نکلو سودے والوں کی صدائیں سننے والوں کے دلوں کو لبھائیں حق تو یہ ہے کہ دنیا کی بہشت شہر ہے خدا رکھے تو شہر میں ورنہ گاؤں کے جینے سے مجھکو تو مرنا قبول ہے ۔ خیر النسا اللہ ری چٹوری منہ سوئی پیٹ کوئی ۔ بس کھانے پر مرتی ہیں ہم دیہاتیوں میں بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں بازار کی چیز زبان پر بھی نہ رکھیں ہم لوگوں میں تو اُس کا بڑا عیب گنا جاتا ہے ۔ حسن آرا ۔

---

[1] دونوں کو مشدد پڑھا جائے جیسا کہ دیہات نواح دہلی میں بولتے ہیں ۱۲ [2] گناہ سے بچنا اور بھلائی پر قدرت پانا بے خدا کی مدد کے نہیں ہوتا یہ جملہ بھی نفرت اور حقارت کے محل پر بولا جاتا ہے ۱۲ [3] بھُر بھُرے ۱۲ [4] جو دانہ بھُننے سے رہ گیا ہو ۱۲ [5] جس کے دانت ٹوٹ کر گر گئے ہوں ۱۲ [6] جن میں کھٹائی اور مرچیں تیز ہوں ۱۲ [7] خوش مزہ ۱۲

آپا۔ آپ بڑی بھلی مانس۔ بڑی اشراف کیوں نہ ہو شریف پور میں نہ آپ رہتی ہیں اور ہم ٹھہرے لے کھینے رذالے۔ خیر النسا۔ کیوں کیا باہر والوں کی شرافت میں بھی کچھ کلام ہے ہم لوگ ٹکسالی اشراف ہیں۔ حسن آرا۔ تمھاری ذات کیا ہے۔ خیر النسا۔ بے چارے پتلی دال کے کھانے والے شیخ۔ حسن آرا۔ میں تو مغلانی ہوں۔ کیوں بوا۔ کیا اس مکتب میں کوئی اور شیخ نہیں۔ حلیمہ۔ میں ہوں۔ کلثوم میں بھی شیخ ہوں۔ زبیدہ۔ ہم بھی شیخوں ہی کے نام لیوا ہیں۔ خیر النسا۔ حلیمہ اور کلثوم کا حال تو میں کچھ جانتی نہیں۔ زبیدہ۔ جیسی شیخوں کی نام لیوا ہیں۔ مجھ کو خوب معلوم ہے اور زبیدہ نے کہا بھی ٹھیک اپنے تئیں شیخ نہیں کہا۔ شیخوں کی نام لیوا کہا۔ زبیدہ! تم شیخوں میں کون شیخ ہو۔ زبیدہ۔ کون شیخ تو میں جانتی نہیں شیخ البتہ سنا کرتی ہوں۔ خیر النسا۔ اجی قریشی ہو۔ عثمانی ہو صدیقی ہو (یہ سنکر) ڈفالی ہو۔ زبیدہ۔ یہ مجھکو نہیں معلوم مگر ڈفالی تم ہوگی۔ خیر النسا۔ تمھارے ماموں کا کیا نام ہے۔ زبیدہ۔ مرزا یاور علی بیگ۔ خیر النسا۔ اور خالو۔ زبیدہ میر تقی۔ خیر النسا۔ بہنوئی۔ زبیدہ۔ دلاور خاں۔ خیر النسا۔ تو بوا تم خاصی ست نجی شیخ معجون ہوا ایک گھر میں چاروں ذات۔ خیر النسا۔ بیگم صاحب شہر کے شیخوں کو آپ نے دیکھا۔ حسن آرا دوسری ذات میں رشتہ ناتا کرنا کیا کچھ منع ہے۔ خیر النسا۔ شریعت میں تو منع نہیں مگر باہر کے اشراف شرع سے بڑھ کر چلتے ہیں ہم لوگ سیدوں تک کو بیٹی نہیں دیتے مغل پٹھان کی کون کہے اور تمھارے شہر کا یہ تماشہ ہے کہ ذات جماعت کچھ نہیں دیکھتے صورت شکل اور روپیہ پیسہ دیکھ لیا پھر نہ بیٹی لینے کا مضایقہ نہ بیٹی دینے میں عار۔ اور دیہات والوں میں اتنخوان اچھی چاہیے دولت ہو یا نہ ہو۔ محمودہ بھلا اس سے حاصل جب خدا رسول کے نزدیک منع نہیں تو ذات کوئی چیز نہیں خیر النسا۔ حاصل حصول تو میں کچھ نہیں جانتی بزرگوں سے ایک بات ہوتی چلی آتی ہے یہاں جی دنیا میں بے وجہ کوئی رسم جاری نہیں ہوئی۔ ذات سے بھی بڑے بڑے فائدے تھے اور ہیں۔ دنیا میں ذات سے زیادہ پرانی کوئی رسم نہیں اور کچھ نہ کچھ تو فائدہ اس رسم سے ہے کہ آج تک یہ رسم موقوف نہیں ہوئی۔ شروع پیدایش دنیا سے کئی ہزار برس تک بادشاہت کا انتظام ٹھیک نہیں پایا چاروں طرف لوٹ کھسوٹ مچی رہتی تھی۔ آئے دن ڈاکے پڑا کرتے تھے اور ہمیشہ آپس میں مارکٹائی ہوا کرتی تھی ان دنوں جان و مال دونوں غیر محفوظ تھے اس واسطے

پہلے لوگ جتھے باندھ باندھ کر رہتے تھے اور ایک دادا پردادا کی اولاد ایک گروہ بن جاتی تھی جس گروہ میں آدمی زیادہ ہوتے تھے وہی گروہ بڑا زبردست گنا جاتا تھا اس واسطے ہر گروہ میں یہ عہد[1] و پیمان ہوتا تھا کہ آپس ہی میں شادی بیاہ ہو اور اس گروہ کی طاقت کو گھٹنے نہ دیں یوں ذات برادری کی رسم دنیا میں پھیلی جو آج تک چلی جاتی ہے کچھ ذاتیں پیشوں کے اعتبار سے بھی الگ ہوئیں۔ مثلاً جولاہے۔ موچی۔ لہار۔ بڑھئی وغیرہ اور اس سے یہ فائدہ تھا کہ اس ذات کے لوگ اپنے تئیں اس پیشے کا ٹھیکہ دار سمجھ کر اطمینان کے ساتھ کام کریں اور غیر آدمی اس کام کو ہاتھ نہ لگائیں چنانچہ یہی دستور اب تک چلا جاتا ہے ہوتے ہوتے بادشاہت کا انتظام اب بجنبی بیٹھ گیا جان و مال کی حفاظت کے لئے اب نہ جتھا درکار ہے نہ گروہ۔ ویسے ہی ذات برادری کا بچار[2] کم رہ گیا ہے اور شہر والوں سے تو اب بالکل اٹھ ہی گیا۔ پیشوں کے اعتبار سے جو ذات کا امتیاز تھا اس میں بھی کمی ہے۔ خیر النساء تو ذات کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اُستانی جی۔ آدمی آدمی سب برابر فخر کی بات اگر ہے تو ہنر ہے۔ خیر النساء۔ مگر ذات پہلے سے چلی آتی ہے تو ذات پر فخر بھی پہلے سے چلا آتا ہے۔ اُستانی جی۔ جن لوگوں سے ذاتیں چلیں وہ بڑے نمود کے لوگ تھے اور اپنے گروہ میں سردار تھے اگر فخر کریں تو وہ لوگ اور یوں تو ذات پر برابر فخر ہوتا آیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ اس میں لوگ شیخی[3] خورے نہ رہے ہوں۔ جب لیاقت والے بزرگ مر گئے جن کا نام تھا ان کی اولاد میں کوئی نام و نمود والا ہوا نہیں اب یہ فخر کریں تو کس بات پر بے چارے مُردوں ہی کی ہڈیوں کو پڑے چچوڑ رہی ہیں۔ خیر النساء کچھ ہو مگر ڈھونڈے ہوؤں نسب کی برابری تو نہیں ہو سکتی اُستانی جی۔ پھر حسن آرا بیگم کی امیری پر ناحق کا اعتراض ہے ان کو امیری کا گھمنڈ تو کسی قدر جاہے بھی ہے ان کو خدا نے دولت تو دے رکھی ہے تمہارے پاس نری شیخی کے سوائے اور کیا ہے اور خدا کے یہاں سے تو اس کی پرسش ہی نہیں دیکھو اس زمانے کی سیدانیاں اپنے تئیں کتنا دور کھینچتی ہیں اور پیغمبر صاحب نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جن سے سیدوں کی جڑ بنیاد ہے بلا کر فرمایا کہ اے فاطمہ اس دھوکے میں مت رہنا کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں

---

[1] قول و قرار ۱۲ [2] خیال لحاظ ۱۲ [3] یعنے کسقدر اپنے تئیں دوسروں سے اونچا سمجھتی ہیں ۱۲

بلکہ عاقبت کے لئے سامان کرو۔ جب خود حضرت فاطمہؓ کا یہ حال ہو تو اب اور کس گنتی میں ہیں۔ ہندی کا ایک دوہا کیا ہی اچھا ہے۔ **دوہا**

ذات[1] پات پوچھے نہیں کوئی ہر کا بھجے سو ہر کا ہوئی ۔

حسن آرا۔ کیوں خیر النساء اب تو کبھی ذات کا نام نہ لوگی۔ خیر النساء۔ تم تو بات بات میں امیری نہ جتاؤگی۔ استانی جی۔ ذات اور امیری پر کیا موقوف ہے غرور تو کسی بات پر کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ حسن آرا۔ دیہات والے چاہے ٹکسالی اشراف ہوں مگر عجب روڑھی بھدی اور بھنگم صورتیں دیکھی ہوتی ہیں کہ بے اختیار ہنسنے کو جی چاہتا ہے نزاکت تو کسی کو چھو نہیں گئی اچھی بھلی صورت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ خیر النساء۔ شہر والوں کی وضع اور تراش خراش کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں اگر وضعداری بے پردگی کا نام ہے تو ایسی وضعداری کو سلام ہے اور ذرا مجھ کو نزاکت کے معنی سمجھا دیجئے۔ حسن آرا۔ مجھ کو تو ایسی ہندی کی چندی نہیں آتی۔ محمودہ۔ نزاکت یہ کہ دُبلا ڈیل سوکھتے ہوئے ہاتھ پاؤں کم خوراک۔ محنت اور تکلیف کی برداشت نہ کر سکے۔ خیر النساء۔ کیوں بیگم صاحب نزاکت کے یہی معنے ہیں نا جو محمودہ نے بیان کئے۔ حسن آرا۔ بیشک خیر النساء۔ میں ہاری اور تم جیتیں خدا ہم دیہات والیوں کو روگی اور اپاہج نہ کرے۔ کیا الٹی سمجھ ہے معذوری پر فخر اور مرض پر ناز۔ اس کے بعد سب نے سکوت کیا تو خیر النساء بولی اور بھی کسی کو دیہات والیوں پر اعتراض کرنے کا حوصلہ ہو تو کہہ گزرو۔ حسن آرا۔ ابھی تو میرے ہی اعتراض باقی ہیں دیہات والیوں کے بے سلیقہ ہونے میں بھی کچھ کلام ہے۔ خیر النساء۔ میں شہر والیوں کے لغت[2] کم سمجھتی ہوں پہلے یہ تو فرمائیے کہ سلیقہ کہتے کس کو ہیں۔ حسن آرا۔ نشست برخاست بات چیت کا دستور سلیقہ بولا جاتا ہے۔ خیر النساء۔ یہ واللہ باللہ اور قبلہ وکعبہ[3] اور مجرا[4] اور کورنش اور مزاج مقدس[5] ہی نا۔ حسن آرا۔ ہاں یہ بھی داخل سلیقہ ہے دیہات والیوں کی طرح

---

[1] یعنی ذات پات کچھ پوچھی نہیں جاتی جو خدا کی یادگاری کرے وہی خدا کا مقبول ہے ۱۲ [2] مشکل الفاظ جن کے معنی معلوم ہوں ۱۲ [3] قبلہ وکعبہ تعظیم کے الفاظ ہیں بزرگوں کی شان میں کہے جاتے ہیں ۱۲ [4] مجرا اور کورنش تعظیمی سلام کے الفاظ ہیں ۱۲ [5] پاک ۱۲

یہ نہیں بو بو سلام بو بو سلام ۔ حسن آرا نے اس طرح دیہات والیوں کی بولی کی نقل کی کہ سب لوٹ گیاں ہنس پڑیں اور خود خیر النسا بھی ہنسی کو ضبط نہ کر سکی خیر النسا ۔ یہ تو پھر وہی بولی کا طعنہ ہوا ۔ جھوٹے تپاک[1] ۔ ظاہر داری کے اشتیاق ۔ بناوٹ کی لگاوٹ منہ دیکھے کی محبت ۔ دکھاوے کے پیار کس کام کے ۔ ہم باہر والے سیدھے سادے منہ پر کم اور دل میں بہت کچھ ۔ میں وزیر بیگم کے ہاتھوں اسی ظاہر داری کے دھوکے میں تو ماری پڑی میٹھی چھری زہر کی بجھی ۔ منہ در منہ خالہ ۔ نانی ۔ پیٹھ پیچھے دشمن جانی ۔ چلو مکار دو دیکھے تمہارے سلیقے ۔ اونچی دکان پھیکا پکوان ۔ میں تمہارے رگ و ریشے سے واقف ہوں بس بہت منہ مت کھلواؤ ابھی تکلف کا لفافہ ادھیڑ کر رکھ دوں گی ۔ محمودہ بیگم صاحب اب بس کیجئے ان کو وزیر بیگم کی بے وفائی پر غصہ آگیا ہے ۔ خیر النسا ہرگز مجھ کو غصہ نہیں ہے ۔ بے شک ان کو اعتراض کرنے دیجئے ۔ میں ان کو قائل کر کے رہوں گی ۔ حسن آرا ہاں خیر النسا ۔ ہاں اور ہاں ۔ حسن آرا ۔ بھلا سچ کہنا دیہات والیاں سب بے ہنر ہوتی ہیں یا نہیں ۔ خیر النسا ۔ قصور معاف یہ اعتراض آپ کے منہ سے اچھا نہیں لگتا کوئی اور لڑکی کہے تو جواب دوں حسن آرا (کھسیانی ہو کر) میرا کیا مذکور تھا میں اب تک دولت کو ہنر سمجھتی رہی اب خدا نے بھی چاہا تو تھوڑا بہت سیکھ ہی لوں گی مگر ہنر مندوں سے شہر بھرا پڑا ہے بہتر سے بہتر سلائی ۔ بہتر سے بہتر کاڑھنا ۔ بہتر سے بہتر کام ۔ ہر ہر گلی کوچے میں ہے ۔ خیر النسا ۔ سچ ہے دیہات میں ایسے ہنر نہیں ہیں اور حسن آرا بھلا شکر ہے تم نے ایک بات تو مانی ۔ خیر النسا ذرا سن تو لیجئے ان ہنروں کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ دیہات میں ان چیزوں کی قدر نہیں اور نہ دیہات والوں کو ایسے تکلفات کی ضرورت اور عادت ہے ۔ حسن آرا ۔ نہیں گاؤں والوں میں کچھ عقل بھی واجبی ہی[2] واجبی ہوتی ہے ۔ محمودہ ۔ عقل کی ترقی کے سامان گاؤں والوں کو میسر نہیں زمین سے غلہ پیدا کر لینا اور مویشیوں کو پالنا بس یہی دو بڑے کام ہیں ۔ خیر النسا ۔ کھیتی بھی بجائے خود بڑا مشکل کام ہے فزا دولت ہند[3] کو دیکھو زمین کو درست کرنے اور جنس کو اعلے اور عمدہ بنانے کی کیا کیا نادر تدبیریں لکھی ہیں مگر سچ یہ ہے کہ کوئی کرتا کراتا نہیں زمین جوت کر بیج بو دیا اللہ اللہ خیر صلاح ۔ حسن آرا ۔ کیا دیہات میں

---

[1] گہری ملاقات ۱۲ [2] یعنے کم کچھ یوں ہی سہی ۱۲ [3] ایک کتاب کا نام ہے ۱۲

عورتیں بھی کھیتی کرتی ہیں۔ خیر النسا۔ غریب آدمی جن میں پردے کا رواج نہیں اُن کی بہو بیٹیاں مردوں کے برابر کھیتی میں کام کرتی ہیں مگر ہم لوگوں میں ایسا نہیں ہوتا ہماری ہی کھیتی ہے گھر پر ترکاریاں بولیں۔ امرود۔ انار۔ آڑو۔ فالسہ۔ کھرنی۔ لیموں نارنگی۔ بیر۔ آم۔ اس طرح کے میوہ دار درخت جگہ ہوئی تو لگا لئے یا جی بہلانے کو ایک آدھ کیاری میں پھول مگر پھر بھی دیہات والے اس نمونہ قدرت[1] الٰہی سے ایسے ناواقف نہیں ہوتے کہ خشکے[2] کے پیڑ اور تمنجن کے درخت کو دیکھ کر حیرت کریں۔ اُستانی جی۔ دیہات والیوں کے حال پر البتہ مجھ کو بھی اس خیال سے تاسف[3] ہوا کرتا ہے کہ ان کی عقل کی اصلاح[4] کا کچھ سامان بہم نہیں پہنچتا بیچاریاں انواع واقسام کے اوہام میں مبتلا رہتی ہیں ٹونے ٹوٹکے اُتارے چڑھاوے۔ نظر گذر۔ جن۔ آسیب۔ بھوت۔ پریت چڑیل۔ فال۔ شگون۔ جھاڑ۔ پھونک۔ جادو۔ منتر۔ نذر۔ منت۔ ان چیزوں کا بچار گاؤں والوں میں اکثر کرکے ہوتا ہے۔ شہر میں بھی یہ خرابی کیوں نہیں تھی۔ اب خدا خدا کرکے مولویوں نے درس سُنا سُنا کر کفر توڑا ہے۔ یہی خیر النسا موجود ہیں ان کی چھوٹی بہن کو کس مصیبت سے میں نے چیچک کا ٹیکا دلوایا ہے۔ معاذ اللہ[5]۔

عورتوں کے متوہمات کی ایک حکایت طولانی

دیہات والوں کے خیالات میں بے دینی بہت ہی سبب کیا ہے۔ علم کی کمی۔ عقل کی کوتاہی ہمارے دور کے رشتے کی ایک نانی تھیں کوئی چار پانچ برس ہوئے پورے سو برس کی ہو کر مریں ان کے خیالات سنو تو نہایت تعجب کرو ایک تو اگلے وقتوں کی آدمی دوسرے مدتوں رہیں باہر

---

[1] یعنے زمین سے پھولوں اور پھلوں اور غلوں کا پیدا ہونا خدا کی قدرت کا نمونہ ہے جس کی قدر دیہات میں بہت کی جاتی ہے ۱۲ [2] کہتے ہیں کوئی بھولا شاہزادہ ہوا خوری کے لئے کھیتوں میں جا نکلا دھانوں کا موسم ہرے ہرے دھان اُس کو بہت بھلے لگے۔ پوچھا لوگوں نے بتایا کہ دھان کے کھیت ہیں اُس نے کبھی دھان کا نام سُنا نہیں تھا مصاحبوں نے خشکے کے پیڑ تمنجن کے درخت کا اُس کو پتہ دیا ۱۲ [3] افسوس ۱۲ [4] درستی ۱۲ [5] خدا کی پناہ ۱۲ سے اوہام ۱۲ سے طبعی ۱۲

دیہات والیوں کی خو بو اُن میں اتنا اثر کر گئی تھی کہ بس وہم کا پتلا بن گئی تھیں مگر بیچاری رہیں سدا
غمزدہ۔ میاں۔ بھائی۔ جوان جوان بیٹے۔ جوان جوان بیٹیاں ایک ایک کر کے اُن کے روبرو
مرے۔ اب اپنی مرتیوں کو شہر میں آ کر رہیں تو صرف ایک بھتیجا ساتھ تھا بھرے کنبے میں ایک
بچہ بچا تھا یوں ہی اس کی اللہ آمین تھی اور اسپر دالندہ جنت نصیب کرے) نانی کی احتیاط میں
کہہ نہیں سکتی کس آفت میں وہ لڑکا مبتلا رہتا تھا کوئی دُکھ ہو دوا تو اس بیچارے نے جانی ہی
نہیں کہ کس کو کہتے ہیں بس ٹونے ٹوٹکوں پر ہی اُس کی زندگی تھی جب نانی اُس کو لے کر شہر
میں آئیں تو کوئی چار مہینے کا بخار تھا لڑکا نگوڑا سوکھ کر کانٹا ہو گیا تیلیوں جیسے ہاتھ پاؤں رنگت
جیسے کسی نے منھ پر ہلدی مل دی ہو۔ گلوں پر۔ آنکھوں پر۔ ہاتھ پاؤں پر اچھا خاصہ ورم موجود
تلی اتنی بڑھی ہوئی کہ پیٹ میں سانس مشکل سے سمائے اور اس کے ساتھ کھانسی۔ کھانسی
بھی کیسی کھانسی کہ رات دن دم نہ لینے دے یہ تو حال تھا مگر اوٹھی کی دوا نہیں ملتی تھی خدا نہ کرے
کچھ پیسے کا لالچ نہیں اس لڑکے کے لئے نانی کو اپنی جان تک دریغ نہ تھی اور سوا اسکے
ان کا اور تھا کون۔ آپ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھیں مال و متاع جو کچھ تھا اسی لڑکے کا تھا بچپن ہی پالکی
سے اس نیم جان لڑکے کو لیکر اُتریں ہم سب تو اُس کی صورت دیکھ کر ڈر گئے ہیں۔ اچھی نانی
اس لڑکے کا کیا حال ہے اور کب سے یہ بیمار ہے۔ نانی۔ تیزی کا چاند دیکھ کر جو پڑا ہے تو اب تک
نہیں سنبھلا مرت بیاہی[1] کے بچوں کی یہی تو خرابی ہے۔ بات بات میں ہٹ بات بات میں ضد۔
اس کی ضد نے اس ہڈ ڑے کو پہنچایا اور میں تو اس کی بیماری میں مردے سے بدتر ہو رہی
ہوں۔ کھانے کا مجھ کو ہوش نہیں۔ اپنے تن بدن کی مجھ کو خبر نہیں۔ دھڑکوں میں جان جاتی
ہے میں اچھی پھر اُس شہر میں کوئی حکیم کوئی ڈاکٹر نہ تھا۔ نانی بہتیرے حکیم۔ بہتیرے ڈاکٹر۔ مگر جب
یہ کسی کے بس کے ہوں۔ میں کیا یہ دوا نہیں پیتا۔ پرہیز نہیں کرتا۔ نانی۔ نہیں دوا تو پی لیتا
ہے اور پرہیز کو تو اب پانچواں مہینہ ہے آیا لی کھچڑی کے سوائے دوسری چیز زبان پر رکھی ہو
تو حرام ہیں۔ پھر کیا علاج نے فائدہ نہیں دیا۔ نانی۔ حکیموں کا علاج تو کیا ہی نہیں۔ میں

---

[1] اوجھا ہوا ۱۲ [2] جس بچہ سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہو کر مر گیا ہو وہ مرت بیاہی کا کہلاتا ہے ۱۲

ابھی حکیم کسی اور دن کے واسطے ہیں یہ تو حال لڑکے کا ہوگیا ہی اور ابھی تک دوا مطلق نہیں کی یہاں شہر میں ایک سے ایک بڑھے چڑھے حکیم ہیں دوا بھی عمدہ سے عمدہ ملتی ہی بسم اللہ کر کے کل ہی سے علاج شروع کر دیجئے۔ نانی۔ حکیم کا علاج کرنے تو میں یہاں نہیں آئی البتہ کچھ منتیں ہیں اُن کو اُتارنا ہی۔ میں۔ حکیم کی دوا کرنے میں تامل کی کیا وجہ ہی۔ نانی۔ یہ مرض تو حکیموں کے قابل نہیں ہیں اس لڑکے کی ماں کو کوکھ کا خلل تھا۔ پانچواں برس بچے کو لگا اور رخصت ہوا یہ لڑکا دسویں جگہ ہی نہیں معلوم کہاں[1] کہاں کی خاک چھانی اور اس لڑکے کے پیچھے میں نے اپنا لہو اور پسینا[2] ایک کر دیا اس دُکھ کا دستور ہی کہ بارہ برس تک اس کا زور رہتا ہی ایک چار مہینے مصیبت کے اور ہیں یہ ٹل جائیں تو خاطر جمع ہو۔ میں۔ اِس طرح کے دُکھ لوگوں سے تو میں بھی سُنتی ہوں مگر کچھ دل سے میں اس کی قائل نہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دُکھ ہو ماں کو اور بچّوں پر بارہ برس تک اُس کا اثر رہے اور کوئی دُکھ ہو اُس کی کچھ دوا ہی یہ کیسا لا علاج دُکھ ہی کہ طبیب اس کے قائل نہیں بید[3] اس کو تسلیم نہیں کرتے ڈاکٹر اس کو نہیں مانتے اور نہ کچھ اس کی کیفیت معلوم ہوتی ہی کہ ہی کیا بلا۔ نانی۔ ہاں اس تیرھویں صدی میں یہ نئی حکمت ایجاد ہوئی ہی ورنہ ہمارے خسر کیسے بڑے مولوی تھے کہ دنیا جہان میں اُن کا فتوے چلتا تھا۔ خود اس کے عامل تھے۔ اب برکت والے علم والے لوگ اُٹھ گئے کٹھ[4] ملا رہ گئے ہیں جن کو نماز کی نیت تک نہیں آتی نئے مسٔلے نکالے ہیں پیر پیغمبر کے درود فاتحہ کو حرام بتائیں سہرے کنگنے کو منع کریں۔ شادی بیاہ میں نوبت نقّارہ سب بند۔ تیر تہوار پیغمبروں سے چلے آتے ہیں سب موقوف۔ محرم کا شربت حرام۔ شب برات کا مانڈا حلوا حرام۔ عید کی سویاں حرام۔ مرد تو بگڑے ہی تھے انھوں نے عورتوں کو بھی اپنے ساتھ خراب کیا وہی کہاوت ہی مصرع ع

میں تو ڈوبا ہوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا۔

اب سُہاگنیں رانڈوں سے بدتر۔ نہ کپڑوں میں رنگ۔ نہ مُنھ میں مسّی۔ نہ ناک میں نتھ۔ نہ ہاتھوں

---

[1] کہاں کہاں کے سفر کیے ۱۲ [2] یعنی ایسی محنت کی کہ خون پسینا ہو کر بہ گیا ۱۲ [3] ہندو طبیب ۱۲ [4] ادھورے مولوی ۱۲

ہیں چوڑیاں۔ میں۔ یہ سب کچھ ہی مگر اس سے کوئی خرابی تو پیدا نہیں ہوئی بلکہ سردست[1] ایک فائدہ ہوا کہ رسموں کی پابندی میں جو تکلیف ہوتی۔ اُس سے محفوظ رہے۔ نانی جب سے رسمیں اُٹھ گئیں دنیا سے رونق برکت محبت سبھی کچھ تو اُٹھ گیا رہا کیا ہی میاں بی بیوں میں وہ اگلے وقتوں کے سے اخلاص[2] نہ رہے بھائی بہنوں میں پہلی سی محبتیں نہ رہیں نہ وہ سستے سمے ہیں نہ وہ فراغتیں ہیں اب تو گھر گھر روٹیوں کے لالے[3] پڑے ہیں۔ بیٹی۔ نانی نمود اور تکلف کی چیزیں نئی نئی بہت چل پڑی ہیں اِس سے سب کے خرچ بڑھ گئے ہیں اور ملک میں ہر طرف امن ہونے سے ایک جگہ کا پیداوار تمام ملک میں پھیل جاتا ہی دو سال اس طرف خشکی رہی کلکتے تک سے غلہ کھچا چلا آتا تھا۔ دوسرے آدمیوں کا شمار بہت بڑھ گیا ہی۔ اناج سستا ہو تو کیونکر ہو۔ نانی۔ اے چل لڑکی میں ایسے ڈھکوسلے نہیں سمجھتی میرے گھر آپ کھیتی ہوتی ہی بیگھے میں دس من ہوتا تھا تو اب دو من نہیں ہوتا۔ میں نانی میں نے کھیتی نہیں کی لیکن اس فن میں دو ایک کتابیں دیکھی ہیں اس میں شک نہیں کہ اگلے زمانے کی نسبت اِن دنوں زمین کا پیداوار گھٹ گیا ہی سو اس کا سبب ہی اگلے زمانے میں عملداری کا انتظام خراب تھا لوٹ کھسوٹ کے ڈر سے کھیتی کم ہوتی تھی اور بہت زمین پڑی رہا کرتی تھی اور پڑے رہنے سے اُس کی طاقت بڑھتی تھی۔ جب بوئی جاتی تو بڑے اناج ہوتے اب سبھی سال زمین پڑی نہیں رہتی پیداوار تو گھٹا ہی چاہے۔ نانی۔ بیٹی۔ وہ پہلے کی سی برسات ہی نہیں ہوتی۔ اتنی عمر ہونے آئی ایک چورانوے[4] کے کال کے سوا ہم نے تو قحط کا نام نہیں سنا تھا۔ اب تو قحط ایک معمولی بات ہو گئی اور جس کو تم سماکھتی ہو یہی اگلے وقتوں کے قحط ہیں۔ چورانوے میں بھی یہی آٹھ سیر دس سیر بکتا تھا۔ میں۔ نانی میں تو جانتی ہوں برساتیں جیسی سدا سے ہوتی آئی ہیں ویسی ہی اب بھی ہوتی ہیں بلکہ نہروں کے جاری ہونے سے جا بجا پانی کی افراط ہو گئی ہی مگر اگلے وقتوں میں ہم کو اور شہروں کا حال معلوم نہیں ہوتا تھا اب ایک جگہ ذرا سی خرابی ہوتی ہی تو تمام ملک میں ڈھنڈورا پٹ جاتا ہی۔ نانی۔ ایک برسات کچھ الیسا لیل و نہار[5] بدلا ہی کہ نہ گرمی میں گرمی رہی نہ جاڑے میں جاڑا۔ میں۔ عجب کیا ہی ہزاروں کوس کے جنگل

---

[1] بالفعل ۱۲ [2] خالص دوستی ۱۲ [3] یعنی روٹی کی مشکل پڑی ہی ۱۲ [4] ... [5] رات دن یعنے زمانہ ۱۲

کٹ کر آباد ہو گئے جا بجا نہر جاری ہے۔ آبادی ڈیوڑھی ہو گئی۔ اِن باتوں سے آب و ہوا پر ضرور اثر کیا ہو گا۔ نانی۔ اثر کیسا جن بیماریوں کا نام نہیں سنا تھا برس میں دو دو بار اُن کا دورہ ہوتا ہے۔ کوئی سال تو ہیضے اور چیچک سے خالی نہیں جاتا۔ میں۔ نانی کیا ہیضہ اور چیچک پہلے نہیں تھے۔ نانی۔ ہیضہ ہوتا تھا مگر وہی گرانی اور بدہضمی کے ہیضے ہوتے تھے سو بھی شاذ و نادر اب تو عالمگیر وبا ہوتی ہے۔ چیچک البتہ پہلے سے چلی آتی ہے۔ جو آدمی کے پتے میں آیا ہے چیچک سے نہیں بچا قبر کے اندر تک تو نکلتی ہے۔ میں۔ نانی اس کا تو انگریزوں نے ٹیکا دہ حکمی علاج نکالا ہے کہ کبھی خطا ہی نہیں کرتا۔ نانی۔ اے ہے آگ لگے اس ٹیکے کو میں پانچ مہینے سے وہی ڈکھڑا جھیل رہی ہوں اس لڑکے کو اور درگ کیا ہے۔ اس کے بادا نے میرے بے پوچھے ٹیکا لگوا دیا آج تک مصیبت سے پناہ نہیں۔ میں۔ دانہ اُٹھا تھا۔ نانی۔ اُٹھنا کیسا ساری بانھ مہینوں پکا کی۔ میں پھر چیچک تو نہ نکلی ہو گی۔ نانی۔ بڑی ذات کی تو نکلی نہیں۔ اور بڑی نکلی ہوتی تو بھلے ہی دن نہ ہوتے ہیں۔ کھسرا تھی تو وہ کچھ ایسی خطرناک نہیں ہوتی۔ نانی۔ ادپروالوں کی بے تدبیری نے بگاڑ دیا۔ اول تو ٹیکا لگوایا دوسرے اُن[۱] کے نکلنے میں جو پرہیز ہوتے ہیں وہ نہ کیے۔ میں۔ کھسرا میں کچھ پرہیز بھی ہوتا ہے۔ نانی۔ کیوں نہیں گھر میں بگھار نہ لگے۔ دھوبی کے گھر کے دھوئے ہوئے سفید کپڑے گھر میں کوئی نہ بدلے۔ باہر سے اول تو کوئی آنے نہ پاوے اور جو ایسی ہی ضرورت ہو تو تھم کر اور دم لے کر خوشبو کسی قسم کی پاس نہ آئے۔ دوا تو اِس بیماری میں کرنی ہی نہیں چاہیئے۔ گرج کی آواز بچے کے کان میں نہ پڑے اسی طرح کے بہتیرے پرہیز ہیں۔ مگر کرنے والے کو سو ان کے بادا ان ہی بگڑے ہوئے مولویوں میں ہیں اُن کے یہاں نہ کچھ پرہیز ہے نہ احتیاط بلکہ اس کو شرک اور کفر بتاتے ہیں اِس لڑکے کو کھسرا نکلی تو ضد کر کے بدپرہیزیاں کیں کھسرا اُمڑے پر آنکھیں دُکھنے آئیں تو کحال کا علاج ہوا میں ہر چند کہتی رہی کہ دیکھو کھسرا کی آنکھیں ہیں دوا مت کرو ایک نہ مانی کھسرا کی آنکھوں کی دوا یہی ہوتی ہے چنے کی دال اُتار رکھی سات پھول اُتار کر رکھ چھوڑے آنکھیں اچھی ہوئیں

---

[۱] جسم پر ۱۲ ۔۔ بوڑھی عورتیں چیچک کے ادب کے مارے اس جگہ اُن کہتی ہیں ۱۲

نہریں بہا دیے۔ خیر اُنھوں نے آنکھیں تو اچھی کر ڈالیں مگر آنکھوں کا اچھا ہونا تھا کہ بخار آنے لگا تب تو میں نے کہا کہ بلا سے تنرک کرتے ہیں تو ہم کرتے ہیں تم ہماری بات میں دخل مت دو اس کے باوا تو اسی بات پر لڑکر علاقے پر چلے گئے تب سے انھوں نے یہ نہیں پوچھا کہ لڑکا مرتا ہی یا جیتا ہی۔ میں اسی کے پیچھے دیوانی بن رہی ہوں دنیا بھر کی تدبیریں کر چکی بخار ہی کہ ایک دن کو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ میں۔ اچھی نانی تم کہتی ہو کہ حکیم کا علاج نہیں کیا پھر وہ دنیا بھر کی تدبیریں کیا تھیں جو تم کر چکیں۔ نانی۔ سیفوں تو شربت کی کلھیاں اُتار کر چورا ہے میں رکھوائیں تنباکو کا ہاتھی بنا کر رات کو بلا ناغہ سرھانے رکھا رتھ کے پھُند نے اس کے گلے میں لٹکائے سینکڑوں دفعہ پانی اور انگارے اس پر سے اُتارے۔ میں۔ نانی انگارے کیونکر اُتارتے ہیں۔ نانی۔ پانی اور سات انگارے سر کی طرف سے پاؤں تک اُتارے اور گھر کی موری کے پاس لے جا کر ٹھنڈے کر دیے اور ٹھنڈا کرتے وقت مُنھ سے کہہ دیا کہ بھوکا ہی تو آگ کھا اور پیاسا ہی تو پانی پی۔ میں۔ اچھی۔ پھر یہ سب کچھ تو کر چکیں اور کچھ فائدہ نہیں ہوا روز بروز لڑکے کی حالت ردی[1] ہوتی گئی تو اب حکیم کا علاج بھی کر دیکھو۔ نانی۔ یہ سب بگاڑ علاج ہی سے تو پڑے ہیں اب پھر علاج کروں تو لڑکے سے ہاتھ دھو بیٹھوں[2]۔ میں معلوم ہوتا ہی کہ کسر کی گرمی اندر بھر گئی ہی اس کو ٹھنڈائی نہیں پہنچی۔ نانی۔ اس لڑکے کی اُفتاد تو ماں کے پیٹ سے بگڑی ہوئی ہی۔ آج کل کی لڑکیاں بڑے بوڑھوں کو تمھاری طرح احمق تو سمجھتی ہیں اُس نے بھی میرے کہنے پر کبھی خیال نہ کیا اچھوتی[3] کوکھ کو بیٹھے بٹھائے روگ لگایا۔ میں۔ کیا کچھ کھانے پینے میں بے احتیاطی کی۔ نانی۔ نہیں اس روگ کی روک اُن سے نہ ہو سکی۔ میں۔ اچھی نانی مجھ کو تو بتاؤ کس کس بات سے اس کی روک ہوتی ہی۔ نانی۔ آٹا چھاننے میں جو آٹے کا گھیرا زمین پر بن جاتا ہی اُس کو لانگھنے سے یہ دُکھ ہو جاتا ہی دونوں وقت ملے جا ضرور جانے سے کسی کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر گلے لگنے سے ڈوپٹے کا پلہ زمین پر لٹکنے سے چراغ کا ہاتھ پیٹ کو چھو جانے سے۔ درخت تلے نہانے سے۔ دُکھ والی کے نہانے کا پانی

[1] بدتر۔ خراب ۱۲ [2] یعنے لڑکے سے صبر کروں اور مرنے دوں ۱۲ [3] کوری بے روگ ۱۲

لا لگنے سے ۔ میں۔ معلوم ہوتا ہی کہ یہ کوئی بدنی بیماری نہیں نانی ۔ توبہ ۔ توبہ۔ ایک طرح کا آسیب ہی اور آدمی سے آدمی کو اُڑکر لگ جاتا ہی ۔ میں ۔ آخر سب سے پہلے جس عورت کو ہوا ہوگا تو ازخود ہوا ہوگا ۔ نانی ۔ خدا کی پناہ لڑکی تو تو بلا کی جتی ہی میں نے کہا نہیں کہ ازخود بھی یہ روگ پیدا ہو جاتا ہی ۔ میں ۔ نانی ۔ تم تو خفا ہوتی ہو اب تم سے نہ پوچھیں تو کس سے پوچھیں ۔ نانی ۔ اے چل نگارہ میں خوب ۔ سمجھتی ہوں تو مجھ کو باتوں میں بناتی ہی ۔ میں ۔ اسے ہے نانی میں اور تمکو بناؤں گی ۔ نانی ۔ بالکل تیری ہی سی طبیعت اس لڑکے کی ماں کی تھی وہ بھی بات بات میں ناحق کی حجتیں نکالا کرتی تھی جب تک جی خوشی نصیب نہ ہوئی اب آپ تو چل بسی آفت ہمارے سر پر ہی اور جینے[۱] ماں باپ کے اختیار میں رہتا تو یہ تو بہ کیا یہ جیتا وہ تو جس دن سے یہ روح[۲] پڑی ۔ مجھی سری کی تھی کہ ہر طرح کی خبرگیری کرتی رہی گنڈے اور توشے اور منتیں اور چڑھاوے کوئی بات تو میں نے اٹھا نہیں رکھی ۔ میں ۔ نانی ۔ بہت ہی بُرا عقیدہ تمہارا ہی توبہ کرو توبہ اب مرنے کے دن قریب آئے خدا کو کیا جواب دوگی سوائے خدا کے مرنا جینا بھی کسی کے اختیار میں ہی یہی شرک ہی ۔ نانی ۔ خدا برحق اور اُس کی قدرت برحق یہ باتیں بھی اُسی نے بتائی ہیں دکھا تو کون سے قرآن میں لکھا ہی کہ بچہ پیٹ میں ہو اور دوہرے دوہرے گہن[۳] پڑیں اور بچے والی آنگن میں چلے پھرے اور کام کرے ۔ بتا تو کون سی حدیث میں آیا ہی کہ بچوں کو مکان میں اکیلا چھوڑ دیا کرو اور اولیتوں کے تلے درختوں کے نیچے بے تامل دودھ پلایا کرو ۔ میں ۔ قرآن اور حدیث میں سینکڑوں جگہ لکھا ہی کہ موت و حیات صرف خدا کے اختیار میں ہے اور بندہ عاجز ہی

شعر

نہیں اُس کے سوا طاقت کسی میں	کہ کام آوے کسی کی بے کسی میں

نانی ۔ بھلا آگ کا کام جلانا ہی یا نہیں ۔ میں ۔ ہی اور خدا نے یہ تاثیر آگ میں رکھ دی ہی ۔ نانی بس نظر اور پرچھائیں میں بھی خدا ہی نے یہ تاثیر رکھی ہی ۔ میں ۔ تم نے زبردستی یہ ناحق کی

---

[۱] یعنی چند روز اور ۱۲ [۲] یعنی جب سے ماں کے پیٹ میں تھا ۱۲ [۳] دوہرے گہن سے مراد یعنی چاند گہن اور سورج گہن دونوں ۱۲

تاثیریں مان رکھی ہیں کہیں سے اس کی اصل نہیں پائی جاتی۔ نانی۔ اے لڑکی نظر کی تاثیر میں بھی کلام
ہے نظر تو مشہور ہے پتھر کو توڑ دیتی ہے آدمی جانور کی نظر لگ جاتی ہے۔ میں۔ کس جانور کی۔ نانی۔ کتے
کی۔ چھپکلی کی۔ میں۔ درودیوار کی نظر لگنے لگی تو غضب ہے کہاں زمین کے پردوں میں جاکر کھائے
نانی۔ زمین کے پردوں میں نہ جائے تو آدمی ایسی بے احتیاطی بھی نہ کرے کہ ہر کس و ناکس کے سامنے
کھانے لگے تم علاج علاج بہت پکارتی ہو دیکھو ایک نظر ہی ہے لاکھ علاج کرو جب تک وہ چیز نظر
والے کو نہ پہنچ جائیگی کوئی علاج تو فائدہ کرنے ہی کا نہیں۔ میں۔ آخر نظر کا کچھ دفعیہ بھی ہے۔ نانی۔
نظر والے کے پاؤں تلے کی مٹی یا لہسن۔ پیاز۔ مرچ۔ نمک چولھے میں جلاتے یا وہی کھانا چوراہے
میں رکھوا دیتے یا نظر والے کو کھلا دیتے یا نظر رسیدہ کے ہاتھ سے گوشت چھوا کر چیلوں کو دے
دیتے ہیں بعض لوگ کھانے سے پہلے حق نظری نکال کر رکھ چھوڑتے ہیں کچھ کرو ہے صدقہ اور صدقہ
و یار دبلا۔ ثواب کا ثواب اور علاج کا علاج۔ میں۔ نہ ثواب نہ علاج۔ ثواب تو جب ہو کہ صرف
خدا واسطے کو دیا جائے ایسا دینا تو ایک طرح کی بھینٹ ہوئی۔ اور علاج سے تو کچھ علاقہ ہی نہیں۔
نانی۔ جو کچھ سمجھو مگر نظر کے زہر کے آثار کا منتر اگر ہے تو یہ ہے۔ میں۔ نانی تم اتنی تو احتیاط کرتی ہو مگر
اس کا اثر تو خاک نظر نہیں آتا ہم نے تم کو سدا روتے ہی دیکھا تم سے ہزار درجہ تو وہ لوگ خوش ہیں
جو ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ نانی۔ بیٹی۔ میرے رونے کی کچھ نہ پوچھو جب سے آنکھ
کے نیچے یہ مسہ اٹھا آنسو نہیں تھما۔ میں۔ پھر اس بیچارے لڑکے کو اسی طرح جھلائیے گا یا کچھ تدبیر
بھی کیجئے گا۔ نانی۔ اس کو کھانسی اور بخار دو روگ ہیں سو کھانسی کو تو ابھی چار دن اور میں نہیں
چھیڑتی۔ میں۔ کیوں۔ نانی۔ اس کی کھانسی کالی کھانسی ہے اور اس کی بڑی عمدہ دوا یہ ہے کہ
کالے گھوڑے کے سوار سے پوچھے جو کہے سو کرے سو گیارہ دن ہوئے ایک شخص کالے ٹٹو پر
چڑھا چلا جاتا تھا اس سے پوچھا تو اس نے کہا دو ہفتے میں آپ اچھی ہو جائیگی۔ رہا بخار سو اسکی
منتیں اتارنی مقدم ہیں دیکھتی ہو چار چار چوٹیاں سر پر ہیں گردن میں ہنسلیاں اور چاندوں کا
ڈھیر ہو گیا ہے۔ کہیں کی چادر دینی ہے۔ کہیں کا بکرا مانا ہوا ہے یہ منتیں اتریں اور تم بخار ہوا ترا سمجھو
تکلیف اس کو ہے میں جانتی ہوں مگر میری خاطر جمع ہے میں اس کو خواب میں مردہ دیکھ چکی ہوں
اور جس کو مردہ دیکھو اس کی زندگی دراز ہوتی ہے۔ غرض کہ ہزار ہزار تدبیر کی کہ علاج ہو نہ ہوا اب وہ ہوا

کی تبدیل سے خود بخود لڑکے کی طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی تھی یکایک سُنا کہ نانی کل جا رہی ہیں۔ میں۔ اچھی نانی ایسی جلدی۔ نانی۔ ہاں بوا مکان اچھا نہیں کیا کروں میں۔ ہاں کچھ بند بند سا ہی ہوا کم لگتی ہوگی رات کو بالاخانے پر سو رہا کرو۔ نانی۔ آگ لگے اس گھر کو اور اس کے بالاخانے کو کوئی آدمیوں کے رہنے کا ہی۔ میں۔ نانی۔ ایسا بہت چھوٹا تو نہیں ہی اور بالاخانہ تو خوب ہی ہوادار ہی۔ نیچے کا صحن البتہ ذرا بھچا بھچا ہی۔ نانی۔ تم ہوا ہی کو پیٹتی ہو رات بھر بچہ اُچھل اُچھل پڑتا ہی اور کچھ ایسا بھیانک[1] بھیانک ہی کہ خود مجھی کو ڈر لگتا ہی تمام رات بُرے بُرے خواب نظر آتے ہیں۔ میں۔ کبھی کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہی۔ نانی۔ جھوٹ کیونکر کہہ دوں دیکھا بھالا تو کچھ نہیں خدا نہ دکھائے مگر نہیں بوا مکان ہی بُرا ہی۔ میں۔ اچھی کیا بُرائی ہی۔ نانی۔ تمام رات تو کمبخت بلیاں روتی ہیں پچھواڑے بڑ کا درخت ہی اُس پر اُلو رہتا ہی رات کو جب آنکھ کھلے گی لگی ہیں کتوں کو روتے سنو کوٹھا سب سے زیادہ خراب ہی۔ میں۔ دو برس تک ایک کرایہ دار بال بچوں سمیت اسی کوٹھے پر رہا ہم نے تو کچھ شکایت نہیں سُنی۔ نانی۔ اس کے اُٹھ جانے پر خراب ہو گیا ہوگا۔ میں۔ اچھی ایسا بھی ہوتا ہی۔ نانی۔ کیوں اچھے گھر میں چالیس دن چراغ نہ جلے تو اس میں دخل کر لیتے ہیں۔ میں۔ نانی شہر کی ہوا لڑکے کو خوب راس آئی ہی دیکھو تو پہلے کی نسبت ماشاء اللہ کتنا فرق ہی مہینہ سوا مہینہ اور رہ جاؤ تو یہ لڑکا بالکل اچھا ہو جائے۔ نانی۔ اجی ان کا تو وہی منتوں کا تقاضا تھا سو میں کر چکی اب کچھ ڈر کی بات نہیں اصل خیر سے اس کی سالگرہ ہو جائے تو پھر مجھکو کسی طرح کا کھٹکا نہیں۔ میں تو آپ باہر سے گھبرا اُٹھی ہوں اس کی سالگرہ ہوئی اور میں سب کو ساتھ لے کر آئی۔ غرض ایسا وہم دل میں سمایا کہ نہ ٹھیریں پر نہ ٹھیریں دیکھو ان ہماری نانی کے کیسے خیالات تھے جن کو دین اور عقل سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ سب دیہات کے رہنے کا اثر تھا سب سے بڑا عیب تو دیہات میں یہ ہی۔ دوسرے عورتوں پر کچھ اس طرح کی سختی اور قید ہی کہ بیان نہیں ہو سکتا آٹھ آٹھ دس دس برس کی بیاہی ہوئیں اور تین تین چار چار بچوں کی مائیں مگر گھونگھٹ کا تو برا چڑھا ہوا ہی۔ بات چیت سے معذور۔

---

[1] ڈراؤنا ۱۲

گونت دشنود سے محروم ۔ غرضکہ شرعی پردہ داری کے ساتھ جو آزادی عورتوں کو حاصل ہونی چاہیئے
دیہات میں میسر نہیں غلامی کی حالت میں بیچاریوں کی زندگی بسر ہوتی ہے ۔ از بسکہ حسن آرا کی منگنی
بجھر میں ہوئی تھی اس بات کو سنکر ایسے سناٹے میں گئی کہ پھر بولی ہی نہیں ۔ جب شام ہونے
آئی استانی جی نے کہا لڑکیو کیا تم کو خدا کی سنوا ہے ۔ سیح الملک کی کہانی کو کچھ ایسی گھڑی کا تر
کیا ہے کہ پھر اس کا نام تک نہیں لیا کوئی معمول ہو ایک روز بھی ناغہ ہو جاتا ہے تو چالیس دن
کی برکت اُڑ پڑ جاتی ہے تم کو کہانیوں میں کھیل سو جھتا ہے اور میں سبق سے بڑھ کر ان کو ضروری
سمجھتی ہوں جاؤ کتاب نکال لاؤ ۔

حسن آرا نے مسیح الملک کی کہانی پڑھ کر سنائی

اس اثنا میں حسن آرا نے بھی چپکے چپکے اتنی استعداد پیدا کر لی تھی کہ عبارت پڑھ لے سکتی تھی
فراٹے کے ساتھ تو نہیں پڑھ جاتا تھا مگر اٹکتی بھی نہ تھی شاذ و نادر کوئی عربی فارسی کا لفظ آگیا تو
ذرا کے ذرا رکی اور چل نکلی ۔ کہانیوں کا نام سن کر حسن آرا کے دل میں گدگدی ہونے لگی ۔ اور محمودہ
پاس جا کر آہستہ سے کہا آج جی چاہتا ہے کہ میں پڑھوں ۔ محمودہ ۔ بسم اللہ ۔ حسن آرا ۔ استانی جی
سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے ۔ محمودہ ۔ شرم کی کیا بات ہے میں کہہ دوں ۔ حسن آرا ۔ کسی کو میرے پڑھنے
کا حال معلوم نہیں سنکر سب کو تعجب ہوگا ۔ محمودہ ۔ ہوگا تو سہی ۔ حسن آرا ۔ سب کان لگا کر سنیں
گی ۔ ایسا نہو میری سٹی[1] بھول جائے ۔ محمودہ ۔ ان میں کوئی اجنبی آدمی نہیں ہے پڑھنے میں کتاب
کے سوائے تم دوسری طرف خیال نہ کرنا ۔ حسن آرا ۔ آگے کی کہانی کچھ بہت مشکل ہے ۔ محمودہ ۔ نہیں ۔
منتخب الحکایات تم بے تامل پڑھتی ہو اس سے تو کہیں سہل ہے ۔ حسن آرا ۔ تم میرے پاس بیٹھنا
محمودہ ۔ ضرور ۔ حسن آرا ۔ استانی جی کچھ خفا تو نہیں ہوں گی ۔ محمودہ ۔ ہرگز نہیں خوش ہونے کی
بات ہے ۔ یا خفا ہونے کی ۔ حسن آرا ۔ اے ہے جی ڈرتا ہے ۔ محمودہ ۔ استانی جی کی خفگی سے حسن آرا
نہیں سب کے سامنے پڑھنے سے ۔ محمودہ ۔ اجی آنکھیں نیچی کیئے تم پڑھ چلنا ۔ تھوڑی دیر میں

[1] سٹی ۔ رعب میں آجاؤں پڑھنے میں لڑکھڑاؤں ۱۲

ہیا و کھل جائیگا۔ اتنے میں رابعہ کتاب نکال پہنچی جوں ہی چاہتی تھی کہ پڑھے محمودہ نے کہا اُستانی جی آج حکم ہو تو حسن آرا بیگم کہانی پڑھیں یہ سنکر سب کو حیرت ہوئی۔ اُستانی جی۔ ہاں محمودہ۔ حسن آرا بیگم کئی مہینے سے چپکے چپکے مجھ سے پڑھتی ہیں اب عبارت پڑھنے لگی ہیں استانی جی شروع میں ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے پڑھنے کو کہا تھا میں نے اس خیال سے روک دیا کہ ان کا شوق خوب تیز ہولے تب شروع کراؤں پھر انھوں نے کچھ تذکرہ نہیں کیا میں سمجھتی تھی کہ ابھی ارادہ نہ ہوگا۔ محمودہ۔ جناب اسی دن سے انھوں نے پڑھنا شروع کیا ماشاء اللہ ایسا ذہن ہی کہ میں نے تو نہیں دیکھا ایک دن میں تو انھوں نے ساری الف بے پہچان لی تھی اور کچھ ایسا حافظہ[1] خدا نے دیا ہی کہ جو پڑھا بس پتھر کی لکیر[2]

غیرت اور غور

اُستانی جی۔ حسن آرا بیگم! محمودہ سے تمھارے پڑھنے کا حال سن کر میں بہت خوش ہوئی اور اتنی تھوڑی مدت میں جو تم نے عبارت پڑھ لینے کی استعداد حاصل کی میں سب لڑکیوں کے روبرو تم کو اس کی شاباش دیتی ہوں میں جانتی ہوں کہ محمودہ سے چھپ کے پڑھنے کا یہ سبب ہوا ہی کہ تمھاری غیرت نے چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے روبرو جو کتابیں پڑھتی ہیں الف بے پڑھنا پسند نہیں کیا سو میں تمھاری اس غیرت پر آفرین کہتی ہوں۔ غیرت آدمی کو خدا نے اسی واسطے دی ہی کہ وہ نیک کاموں میں اس سے مدد لے۔ غیرت سستی اور کاہلی کا تازیانہ[3] ہی غیرت سے شوق کو تیزی اور ارادوں کو پائداری[4] حاصل ہوتی ہی۔ غیرت ہمارے حق میں امداد الٰہی اور تائید غیبی ہی۔ مشکلوں پر غالب آنے اور دقتوں کے رفع کرنے کے لئے غیرت ایک عمدہ ہتھیار ہی۔ غیرت محنت کو راحت اور تکان کو آسایش کر دیتی ہی۔ غیرت ہمارے دلوں کی توانائی اور ہماری جانوں کی قوت ہی غیرت وہ تیر ہی جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ غیرت وہ تدبیر ہی جس کا نتیجہ ہمیشہ کامیابی اور فتحمندی ہی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے مزاج غیور[5] ہیں

[1] یادداشت ۱۲ [2] جسطرح پتھر کی لکیر نہیں مٹتی جو یاد کر لیا نہیں بھولتا ۱۲ [3] کوڑا ۱۲ [4] مضبوطی ۱۲ [5] غیرتمند ۱۲

اور اقبال مند ہیں وہی جو غیرتمند ہیں۔ حسن آرا بیگم ہزار خوبیوں کی ایک خوبی تم میں یہ غیرت ہے۔ اے
لڑکیو تم سب اِس کا اہتمام کرو کہ تمھاری غیرتیں ماند[1] اور مدھم[2] نہ ہونے پائیں۔ حسن آرا بیگم یہ چند مہینے
جو تم نے پڑھنے میں صرف[3] کئے تم خود سمجھ گئی ہوگی کہ تمھاری عمر کا یہ بہت چھوٹا سا حصہ کیسا عمدہ تھا
ایسے ایسے نہیں معلوم کتنے مہینے تم نے باتوں اور نیند میں ضائع کردئے اور اگر اس وقت کی طرح ان کو
بھی کام کی باتوں میں لگاتیں تو کیا کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ہوتا۔ افسوس آدمی وقت پر قابو پا کر اسکو
اکارت کرے۔ حسن آرا بیگم! اب تم نے اس نیک کام کو شروع کیا ہے تو تندہ[4] ہوکر اس کو ختم
تک پہنچاؤ وہ شخص جو شوق کرتا ہے مگر ناتمام۔ اور ارادہ کرتا ہے مگر ناقص اُس سے زیادہ بُرا ہے
جو بالکل بے شوق ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں نے تمھارا پڑھنا سنا وہ کبھی یہ بھی
سُنیں کہ حسن آرا بیگم نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ حسن آرا بیگم کسی آدمی کو اپنی نادانی کی انتہا معلوم
نہیں جس کو جتنا آتا ہے وہ اُس چوہے کی طرح جو ہلدی کی ایک گرہ پا جانے سے اپنے آپ کو
عطار خیال کرتا تھا بڑا عالم سمجھا کرتا ہے اور تھوڑی ہی معلومات پر فخر کرتا ہے۔ سو عجب نہیں کہ
تم کو بھی اپنی حالت پر ناز ہو کہ جو کتاب سامنے آجائے میں پڑھ سکتی ہوں اور سب کچھ مجھ کو آگیا
خبردار ہرگز ہرگز ایسا خیال اپنے دل میں مت آنے دینا میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ دریائے علم
کی تھاہ کسی نے نہیں پائی عبارت پڑھ لینے کو علم نہیں کہتے یہ تو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے علم وہ
باتیں ہیں جو کتابوں میں لکھی ہیں۔ حساب۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ اخلاق۔ طبعیات۔ طب۔ صرف
نحو۔ منطق۔ ہندسہ۔ ریاضی وغیرہ۔ حسن آرا بیگم! بہت چیزوں کے جاننے اور بہت کتابوں
کے پڑھنے سے چنداں فائدہ نہیں ہے تمام تر علموں کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی ہر ایک چیز کی اصل اور
ہر ایک بات کی تہ کو دریافت کرے تم شروع سے سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو کوئی چیز جو
دیکھو اُس کی حقیقت اور کوئی بات جو سنو اس کی وجہ سوچنی چاہیئے۔ جو چیزیں ہم رات دن دیکھتے
ہیں کچھ ایسی سرسری نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا بالکل اُن سے بے خبر ہیں۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ درخت
غلہ۔ کپڑا۔ زیور۔ برتن۔ بلکہ ضرورت اور خانہ داری کی سب چیزیں۔ آسمان۔ ستارے

[1] کند [2] سست [3] خرچ [4] متوجہ آمادہ

کبھی بھی کسی نے غور کیا ہی کہ کیا ہیں اور جنھوں نے کیا تو سمجھا کہ ایک ایک چیز بجائے خود ایک علم ہے۔
سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہی ؎

برگ[1] درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

غرض ذہن کو خوض[2] و فکر کی عادت رہے اور عقل کو تفتیش[3] کا روگ لگ جائے یک من[4] علم را دہ من عقل می باید کا یہی تو مطلب ہی ورنہ طوطے کیطرح پڑھا بھی تو کیا ؎

آدمیت اور شے ہی عقل ہی کچھ اور چیز	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

ہاں صاحب اب کہانی شروع ہو۔ حسن آرا نے پڑھنا شروع کیا دو چار جملوں تک تو آواز اٹکھڑائی مگر پھر تو صاف پڑھنے لگی۔

مسیح الملک کی باقی حکایت اسکا بعد معزولی[5] حج کو جانا اور اسکی بیٹی ناز پرورد کا جس نے امیرزادیوں کی طرح تربیت[6] پائی تھی بدّوؤں کے ہاتھ میں ہوشمند کنیز[8] کے ساتھ گرفتار ہونا اور اس حالت میں بے ہنری سے تکلیف پانا اور ہوشمند کی کوشش سے رہا ہونا

مسیح الملک کی شامت جو آئی بیٹی کا بیاہ کرنے اٹھے پہلا کام تھا پس[9] و پیش کچھ نہ سوچا اور لوگوں کے حق مار مار کر زور و ظلم سے جو کچھ جمع کیا تھا سب خرچ کر ڈالا بلکہ ہزاروں کا قرضہ سر کر لیا اور

[1] پتہ خدا کی رحمت ۱۲ [2] یہ جو ہرے درختوں کے پتے دیکھتے ہو ان میں کا ایک ایک پتا ہوشیار آدمی کی نظر میں خدا کی پہچان کا ایک دفتر ہو ۱۲ [3] سوچنا ۱۲ [4] تلاش ۱۲ [5] خدا من بھر علم دے تو اسکے ساتھ دس من عقل بھی دے ۱۲ [6] موقوفی ۱۲
[8] پرورش ۱۲ [9] لونڈی ۱۲ [10] پیچھا اور آگا مراد انجام ۱۲

نام و نمود کے پیچھے مرمٹے شادی کے سامان دیکھ کر جہاں پناہ[1] کو بدگمانی ہوئی اور ستم رسیدوں[2] کو کہنے سننے کا موقع ملا غرض دفتر شاہی سے نام کٹ گیا نام کا کٹنا تھا کہ قرض خواہوں نے تنگ کرنا شروع کیا متوسلانِ[3] شاہی ناراض تو تھے ہی راہ میں چلتے پھرتے آوازے کسنے لگے[4] مسیح الملک سے سوا اسکے اور کچھ بن نہ پڑی کہ کعبۃ اللہ جائیں نو سو چوہے[5] کھا کے بلی حج کو چلی۔ سفر کا نام سنکر نوکروں چاکروں نے ٹکا سا[6] جواب دیا گھر کے لونڈی غلام کنی کاٹ گئے[7]۔ اتنی بڑی بھیڑ میں سے صرف ایک کنیز ہوشمند نام ساتھ ہوئی اس کو حکیم صاحب کی چھوٹی بیٹی نازپرور دسے ساتھ کھیلنے اور ہم عمری کی وجہ سے بڑی محبت تھی اور اسی تعلق سے اس نے نازپرور کی رفاقت[8] اختیار کی۔ ہوشمند تھی تو کنیز زادی مگر بڑی ہی عقلمند اور اسم بامسمی تھی گو عقلمندی کے سبب سے اہلِ خدمت میں ممتاز اور سلیقہ مند اور صاحب شعور تھی مگر اُس کی عقل آزادی چاہتی تھی اپنی حالت کو نہایت ناپسند کرتی اور جی ہی جی میں غور کیا کرتی کہ گھر میں تین قسم کے آدمی ہیں ایک تو خود گھر والے جنکو سب طرح کا آرام اور اختیار حاصل ہے دوسرے نوکر کہ یہ لوگ گھر والوں کی ٹہل خدمت تو کرتے ہیں مگر خاطر خواہ اپنی مزدوری لیتے ہیں اور جب کوئی نوکری سے ناخوش ہوتا ہے تو چھوڑ کر چل دیتا ہے تیسرے ہم لوگ ہیں جو لونڈی غلام کہلاتے ہیں ہماری محنت اور مصیبت کی کچھ انتہا نہیں نہ ہم چھوڑ کر کہیں جا سکتے نہ کچھ تنخواہ کا استحقاق رکھتے سب میں ہم ہی کمبخت گئے گزرے ہوئے ہیں۔ ہوشمند اس کے سبب کی تفتیش میں تھی کہ آخر میں نے ایسا قصور کیا کیا ہے کہ اسکی پاداش[9] میں مجھ کو عمر بھر قید ہے بہتیرا سوچتی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا دو ایک مرتبہ اُس نے قصد کیا کہ اپنے ہمجنسوں میں اس کا تذکرہ کرے مگر کسی کو اس دل و دماغ کا نہ پایا وہ لوگ سب کے سب اسی قدر عقل رکھتے تھے کہ کسی دن کام زیادہ پڑ گیا یا مارے پیٹے گئے تھوڑی دیر کو روئے دھوئے پھر ویسے کے ویسے

مصرع

چکنے گھڑے پہ بوند پڑی اور ڈھل پڑی

۱ بادشاہ ۱۲ ۲ مظلوموں ۱۲ ۳ بادشاہ کے علاقہ دار ۱۲ ۴ چھیڑنے لگے ۱۲ ۵ یہ ایک مثل ہے ۱۲ ۶ صاف ۱۲ ۷ کترا گئے الگ ہٹ گئے ۱۲ ۸ ساتھ رہنا ۱۲ ۹ سزا ۱۲

اگر ہوشمند ہمیشہ اپنے تئیں سنبھالے رہتی[۵۱] تھی مارنا پیٹنا کیسا کوئی سخت بات بھی کہتا تو مہینوں اس پر صدمہ رہتا ہر وقت اپنی حالت اُس کو پیش نظر رہتی اور اسی وجہ سے سدا اُداس رہا کرتی تھی اکیلی ہوتی تو کبھی اپنی مصیبت پر رو یا بھی کرتی آزادی کا تصور اس کے ذہن میں ایسا سمایا تھا کہ کوئی چیز اس کو خوش نہ آتی اور جس قدر ہوشمند آزادی کی خواہشمند تھی اسی قدر گھر والوں کی نظروں میں ذلیل تھی خصوصاً جانب بدرو اس کی دماغداری سے نہایت جلتی اور کہا کرتی تھی لونڈی اس .... [۵۲] کے بید ماغ ہیں جھونپڑوں میں رہنا اور محلوں کے خواب دیکھنا - ہوشمند نے اپنے ذہن میں چپکے چپکے اپنی نسبت یہ تحقیق کیا کہ چورانوے کے قحط میں اس کی ماں کو اس کا نانا دو روٹیوں پر بیچ گیا تھا اس وقت اس کی ماں چھ سات برس کی تھی جب بڑی ہوئی تو حکیم صاحب نے کسی اپنے غلام سے نکاح کر دیا یہی ہوشمند ایک لڑکی ہوئی تھی کہ ماں باپ دونوں مر گئے ہوشمند کو جب یہ حال دریافت ہوا تو دل میں کہنے لگی کہ البتہ اس گھر کا مجھ پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ کو اور میری ماں کو پرورش کیا مگر نرے حق پرورش سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں تمام عمر کے لئے ایسی ذلت اور مصیبت میں رکھی جاؤں حق پرورش جیسا مجھ پر ویسا خود گھر کے بال بچوں پر بس کیا سبب کہ میں بڑی ہو کر لونڈی رہوں اور یہ لوگ برابری کے درجے میں سمجھے جائیں یہی نا کہ میرا نانا قحط میں دو روٹیوں کا حاجتمند تھا اور اُس وقت دو روٹیاں دے کر ان لوگوں نے میرے نانا کی جان بچائی لیکن جب ان کو اتنا مقدور تھا تو ان پر بھی میرے نانا کی مدد کرنی فرض تھی دنیا میں اس سے بڑھ بڑھ کر لوگ سلوک کرتے ہیں لیکن کوئی کسی کو غلام نہیں بنا لیتا اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ نانا نے میری ماں کو بیچ کیونکر دیا ضرور میری ماں اُن کی بیٹی تھی مگر کسی کو کسی کے بیچ دینے کا اختیار تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ غرض اس طرح کے بیسیوں منصوبے ہوشمند کے ذہن میں بھرے تھے جب حکیم صاحب کا کام بگڑا اور سب لونڈی غلام شتر بے مہار[۵۳] کی طرح چلتے پھرتے نظر آئے ہوشمند کی نسبت بھی کسی کو اطمینان نہ تھا بلکہ سب کے بعد اس کا ٹھہرا رہنا اور کار و خدمت میں پہلے سے زیادہ تن دہ ہونا ہر ایک کو موجب حیرت تھا آخر جب انگریں

---

[۵۱] سنبھالے رہتی ۱۲ [۵۲] اِن لفظوں کا یہ مطلب ہے کہ نازپروردنے ہوشمند کی شان میں اور بھی الفاظ نا ملائم کہے مگر وہ لکھے نہیں گئے ۱۲ [۵۳] بے نکیل کا اونٹ ۱۲

وو دنی رہ گئے تو ناز پرورد نے خود کہا کہ کیوں ہوشمند وہ آزادی جس کی تمنا تجھ کو برسوں سے تھی اب
یہ وقت ہے بسم اللہ جہاں جی چاہے جاؤ ہوشمند نے کہا البتہ میں آزادی کی بڑی قدر کرتی ہوں
مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اس گھر سے چلی جاؤں آپ سے جُدائی اختیار کروں دنیا میں اس
گھر کے سوا مجھ کو کسی سے تعلق نہیں اگر اس بگڑے وقت میں میری جان بھی آپ کے کام آئے اور
حق پرورش ادا ہو جائے تو مجھ کو اس کے صرف کرنے میں بھی ان شاء اللہ دریغ نہ ہوگا غرض حکیم صاحب
بی بی اور چھوٹی بیٹی اور ہوشمند کو ساتھ لے بمبئی پہنچے اور یہاں جواہر[1] بیش بہا جو پاس تھے ہیچ سامان
ضروری اور نقد روپیہ جہاز میں رکھ سولھویں دن جدے[2] میں جا داخل ہوئے حج کو ابھی بہت توقف تھا
یہ صلاح ہوئی کہ چلو پہلے مدینے میں ہو آئیں۔ راہ میں بدّوؤں[3] نے آ گھیرا مال و متاع ذرا ذرا کر کے
لوٹ لیا ہوشمند اور ناز پرورد دونوں کو جابر بدوی پکڑ کر لے گیا اور گھر لے جا کر بی بی کے حوالے کیا کہ لو
ان دونوں کو لونڈی بناؤ گھر کی ٹہل خدمت ان سے لو جب ریحانہ[4] اور ضیمران کا نکاح کریں گے تو یہی
لونڈیاں ان کے جہیز میں دیں گے۔ بیچاری ناز پرورد کے حق میں تو گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اسکو
چھوٹا دیس چھوٹا۔ ماں باپ چھوٹے۔ عزیز و یگانے چھوٹے۔ بیگم سے لونڈی بنی اور اس پر طرہ یہ کہ لونڈی
بھی بنی تو کہی اندوذیں جابر کے گھر چھالیا کترنی نہ تھی پان بنانے نہ تھے ورنہ شاید قہر درویش[5] بر جان
درویش ناز پرورد کر بھی گزرتی یہاں تو بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کو چرانا۔ پانی پلانا۔ دودھ دُہنا۔ گھر کا
پیسنا پکانا یہ کام تھے سو ان میں سے کوئی بھی ناز پرورد کے بس کا نہ تھا ناز پرورد کو دن رات رونے
سے کام تھا اس کی مصیبت کو دیکھ ہوشمند کا کلیجہ[6] بھی منہ کو آ جاتا تھا دو چار دن تو کسی نے ان سے کچھ
پوچھا گچھا نہیں جابر اپنی بی بی بیٹیوں سے شاید ان کے بارے میں کچھ کہتا سنتا ہو سو اُنھوں نے سمجھا

---

[1] قیمتی موتی ۱۲ [2] جدہ عربی میں دادی کو کہتے ہیں اور جدہ ہمارے حساب سے سمندر پار عرب کا پہلا شہر ہے ہندوستان سے
جو لوگ حج کو جاتے ہیں ان کا جہاز جدے میں جا کر لگتا ہے چونکہ وہاں اماں حوا کی قبر ہے اس سے اس شہر کا نام جدہ پڑ گیا
[3] ملک کے عرب دیہاتی بدّو کہلاتے ہیں ۱۲ [4] جابر کی دونوں بیٹیوں کے نام ہیں ۱۲ [5] فقیر کا غصہ فقیر کی جان پر
یعنی فقیر دوسرے کا تو کچھ کر نہیں سکتا پس وہ غصہ کرے گا تو اپنے ہی پتے کو مارے گا ۱۲ [6] یعنی اُسکو اسقدر رنج ہوتا تھا
کہ گویا کلیجہ نکلا چلا آتا ہے ۱۲

نہیں ناز پرورد تو روتی ہی رہی مگر ہوشمند نے گھر کے کام کاج میں ہاتھ لگانا شروع کر دیا ایک دن
جابر اپنی بی بی سے باتیں کرتا تھا اور ناز پرورد کی طرف آنکھیں نکال نکال دیکھتا بھی جاتا تھا یہ
ہوشمند سمجھی کہ اب اس کو ناز پرورد کا رونا اور کام نہ کرنا ناگوار ہے ڈری اور ناز پرورد سے جا کر کہا کہ
تقدیر کا جو لکھا تھا سو ہوا اور جو کچھ اور لکھا ہے سو ہوگا مگر رونے سے حاصل کیا پانچ پانچ چھ چھ دن
ہوئے دانہ تک آپ کے منہ میں نہیں گیا آنکھیں تمام سوج گئی ہیں ذرا دل کو مضبوط کیجئے یہ کہنا
تھا کہ ناز پرورد اور بھی بے اختیار ہو کر رونے لگی تھوڑی دیر بعد ہوشمند نے کہنا شروع کیا کہ رونا
کچھ آج ختم تھوڑا ہی ہوا جاتا ہے یہ تو عمر بھر کو روگ لگا ہیں گے تو بہتیرا رولیں گے۔ ناز پرورد۔ کیا
کروں دل ہے کہ اندر سے اُمڈا چلا آتا ہے۔ ہوشمند۔ سچ ہے مصیبت سی مصیبت ہے۔ جتنا رنج کیجئے تھوڑا
ہے مگر میں کہتی ہوں اسکا انجام کیا ہوگا۔ ناز پرورد۔ میں اسی طرح اپنی جان دوں گی۔ ہوشمند۔ اے
کاش۔ جان کا دینا اپنے اختیار میں ہوتا تو بھلی ہی بات نہ ہوتی مجھ کو مرنا قبول تھا مگر آپ کی تکلیف
دیکھنے کا یارا[1] نہیں۔ ناز پرورد۔ غش یہ غش تو مجھ کو آنے ہی لگے ہیں دو ایک دن میں جان بھی
نکل جائے گی۔ ہوشمند۔ سب کچھ تو ہوا مگر خدا نے اس وقت تک بے حرمتی[2] نہیں کی اب مجھ کو
اس کا بھی کھٹکا ہے۔ ناز پرورد یہ سُن کر چونک پڑی اور پوچھا کیا۔ ہوشمند۔ وہ بدوجو ہم کو پکڑ لایا
ہے اس کا نام جابر ہے آج وہ اپنی بی بی سے باتیں کر رہا تھا اور آپ کی طرف آنکھیں نکال نکال کر
دیکھتا جاتا تھا اس کے تیور اچھے نظر نہیں آتے۔ ناز پرورد۔ آخر کیا کہتا تھا۔ ہوشمند۔ اپنی
بولی میں بہت دیر تک ہنیں معلوم کیا کہتا رہا مگر تھا ضرور آپ ہی کا مذکور۔ ناز پرورد تم کو کیا معلوم
ہوا کہ وہ کیا چاہتا ہے (آج یہ پہلا مرتبہ تھا کہ ناز پرورد ساری عمر میں ہوشمند سے تم کہہ کر بولی)
ہوشمند۔ میرے قیاس میں وہ یہی چاہتا ہے کہ آپ رونا دھونا موقوف کر کے کام کاج کریں یہ
کہنا تھا کہ ناز پرورد پھر بیتاب[3] ہو گئی اور بہت دیر کے بعد سنبھل کر کہنے لگی کہ اگر میں اس کی مرضی
کے موافق نہ کروں گی تو یہی نا کہ مجھ کو مار ڈالے گا سو میں خود جان دینے کو موجود ہوں۔ ہوشمند۔
مرنے پر آپ سے زیادہ میں دلیر ہوں مگر یہی خوف ہے کہ شاید اس نے جان سے نہ مارا اور کچھ

[1] سہارا ۱۲ [2] بیعزتی ۱۲ [3] بیقرار ہو گئی پھڑک گئی ۱۲

بے حرمتی کی۔ ناز پرورد۔ پھر کیا کرنا چاہیئے۔ ہوشمند۔ سنگ[1] آمد و سخت آمد اٹھانا چاہیئے۔ ناز پرورد
تم جانتی ہو مجھ کو کچھ کام کرنا نہیں آتا۔ ہوشمند۔ کام تو میں کروں گی۔ صرف آپ میرے ساتھ چلتی پھرتی
رہئے۔ ناز پرورد۔ رات کو چھپکر بھاگ چلیں۔ ہوشمند اجنبی ملک اجنبی لوگ نہ شہروں کے نام
معلوم نہ کہیں کی راہ معلوم پاؤں میں چلنے کا بوتا[2] نہیں کہاں بھاگ کر جا سکتے ہیں۔ ناز پرورد۔ ابا
کی کچھ خبر نہیں۔ ناز پرورد۔ یہ جابر تو ضرور جانتا ہوگا۔ ہوشمند۔ بے شک۔ مگر پوچھے کون۔ اول تو
اُس کی بولی نہیں آتی۔ دوسرے وہ کچھ اس طرح کا سخت مزاج آدمی معلوم ہوتا ہی کہ خود اسی کی
بیٹیوں کا اس کی صورت دیکھنے سے دم فنا ہوتا ہی ڈر کے مارے سامنے تک تو جاتی ہیں نہیں
ناز پرورد۔ عورتوں میں کوئی بھلی مانس ہی۔ ہوشمند۔ ابھی کیا معلوم مگر بڑی بیٹی ضیمراں کچھ ملنسار
معلوم ہوتی ہی وہ جب ہم لوگوں کی طرف دیکھتی ہی تو اُس کی نگاہ میں ایک رحم پایا جاتا ہے۔
ناز پرورد۔ چلو اسی سے اپنی مصیبت بیان کریں۔ ہوشمند۔ کس زبان میں۔ ناز پرورد۔ کچھ
اشاروں ہی سے اس کو سمجھائیں۔ ہوشمند۔ ابھی جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ ناز پرورد۔ زبان
نہ جاننے کی کیسی خرابی آبنی ہی۔ ہوشمند۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ زبان کا نہ آنا اس وقت ہم کو بہت
فائدہ دے رہا ہی۔ اول تو اگر ہم کوئی کام ان لوگوں کی مرضی کے موافق نہ کر سکیں تو نہ سمجھنے کا
عذر معقول ہی دوسرے میرے اور آپ کے ارادے اِن پر ظاہر نہیں ہو سکتے بے تکلف ہم لوگ
باتیں کیا کریں اِن کو خاک خبر نہیں ہوتی۔ ناز پرورد۔ جابر کی بی بی اور بیٹیاں تو اپنے ہاتھوں
سب کام کرتی ہیں اب کیا یہ لوگ سارا کام ہمارے سر ڈال کر الگ ہو جائیں گے۔ ہوشمند۔ نہیں
یہ تو ان لوگوں میں بڑا عمدہ دستور معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ لونڈی غلاموں کو کام اور کھانے اور
کپڑے اور سب باتوں میں گھر والوں کے ساتھ برابر رکھتے ہیں غرض ہوشمند کے ڈھارس دلانے سے
ناز پرورد بھی اُٹھنے بیٹھنے لگی مگر کام کی عادت تو تھی ہی نہیں اس پر دل غمزدہ کچھ ہوتا ہوا تا نہ تھا اور
بے سلیقگی کے سبب جس کام کو ہاتھ بھی لگاتی خراب کرتی۔ جابر کے گھر والے اسکو نری احمق اور کام چور[3]

---

[1] یہ ایک مثل ہی نہ تقدیر سے پتھر بھی گرا تو کمبخت بھاری بوجھ کہ اٹھائے نہ اُٹھے [2] سکت زور، سکت [3] سکت
جو کام سے جان چرائے۔

اجلنتے تھے وہ تو ہوشمند ہر ایک کام میں اس کی شریک ہوجاتی تھی اس سے نازپرورد کا پردہ ڈھکا چلا گیا ورنہ خدا جانے کیا نوبت ہوتی ہوشمند اپنی ہڈیاں پیلتی[1] اور اکیلے دم پر تمام مصیبت جھیلتی مگر نازپرورد کی تکلیف گوارا نہ کرتی اور جہاں تک ہو سکتا اسکو کسی کام میں ہاتھ نہ لگانے دیتی جابر بدوی کے گھر جاکر نازپرورد پر اپنی ساری حقیقت کھل گئی ہوشمند کے ساتھ اپنی حالت کو مقابلہ کرتی تو آپ اپنی نظروں میں تھوڑی[2] تھوڑی ہوکر رہ جاتی اب اس نے جانا کہ جن لوگوں کو نظر حقارت سے دیکھتی تھی واقع میں وہی بڑے کام کے تھے اور میں ہی بڑی نکمی بے مصرف دوسروں کی محتاج دوسروں کی دست نگر[3] ہوں اب اس نے سمجھا کہ آزادی کیا چیز ہے اور دوسروں کی لونڈی ہوکر رہنا کتنی بڑی تکلیف کی بات ہے اب اسکو ہوشمند کی قدر آئی کہ آزادی کی تمنا[4] اسکو بیجا نہ تھی اس پر بھی یہ غنیمت تھا کہ جابر کے گھر یہ دونوں ایسی ذلیل نہ تھیں جیسی خود اس کے اپنے گھر کی لونڈیاں یہاں تو جسطرح ضیمراں اور ریحانہ جابر کی دو بیٹیاں رہتی تھیں اُسی طرح نازپرورد اور ہوشمند تھیں کھانا ایک کپڑا ایک سب کام برابر یہ نہیں کہ دلی لکھنؤ کی بیگموں کی طرح جابر کی بی بی بیٹیاں پلنگوں پر لدی بیٹھی رہیں اور ہل کر پانی تک نہ پئیں کچھ ایک جابر پر کیا موقوف تھا اس ملک کا دستور ہی ایسا ہے کیسے ہی بڑے امیر کیوں نہ ہوں کام کرنا عار نہیں سمجھتے جابر تھا تو لٹیرا مگر خوش حال تھا سو اونٹ تو لدو[5] تھے ہزار کے قریب بھیڑ بکریاں رہی ہوں گی یہی اسکا دھن دولت تھا اور جو کبھی برس دو برس میں کچھ لوٹ ہاتھ لگ گئی تو وہ علاوہ باایں ہمہ اس کی اور اس کے گھر والوں کی زندگی نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ تھی ہر شخص سیر چشم ـ مہمان نواز[6] ـ سخی ـ دلیر ـ محنتی ـ جفاکش ـ وعدے کا سچا اور قول کا پکا ـ ہر چند کہ یہ باتیں مدت تک نازپرورد کو عجیب معلوم ہوتی رہیں مگر چونکہ سب میں نیکی کا پرتو تھا رفتہ رفتہ نازپرورد ان کو پسند کرنے لگی ـ اور ہوشمند سے کبھی کبھی کہا بھی کرتی کہ یہ جنگلی بدو گو وحشی ہیں مگر بہت باتیں میں ان میں شہر والوں سے بہتر پاتی ہوں ـ

ہوشمند ـ ایک بات تو مجھ کو بھی اس ملک کی بہت پسند آئی ہے وہ یہ کہ عورتوں کی اس طرف زیادہ

---

[1] سخت محنت کرنی ۱۲ [2] ذلیل ۱۲ [3] دوسروں کا ہاتھ دیکھنے والی ۱۲ [4] آرزو ۱۲ [5] بوجھ لادنے کے ۱۲ [6] مہمان کی خاطرداری کرنیوالا ۱۲

قدر ہی - ناز پرورد - آخر اس کا سبب کیا معلوم ہوتا ہی - ہوشمند - ایک تو یہ کہ عورتیں اپنی رائے سے شادی کرتی ہیں اب دیکھئے ضیمراں کی باتیں اِدھر اُدھر سے آتی ہیں اور ضیمراں بے تامل ان میں گفتگو کرتی ہی - ہمارے ہندوستان میں اول تو لڑکیوں کو ایسی چھوٹی عمر میں بیاہ دیتے ہیں کہ ان کو ایسی باتوں کی تمیز ہی نہیں ہوتی اور جو لڑکی بڑی عمر کی بھی ہو جائے تو اپنی شادی میں وہ کچھ بول نہیں سکتی اس کو بے حیائی قرار دے کر رکھا ہی دوسرے عورتوں کی زیادہ قدر ہونے کا ایک بڑا سبب اور ہی اور وہ یہ کہ نکاح کے بارے میں جیسی آزادی مردوں کو ہی ویسی ہی عورتوں کو ہی مرد یہاں کئی کئی نکاح کرتے ہیں عورتوں کا بھی یہی حال ہی طلاق یہاں عیب نہیں دوسرا نکاح عورتوں کو یہاں منع نہیں - عذرا[1] کا حال آپ کو معلوم ہی یہ جابر سات‌ویں جگہ ہی - اور پھر دیکھئے تمام گاؤں میں ساری بیبیاں عذرا کی کیسی عزت کرتی ہیں - نکاح کا تعلق اس ملک میں ایسا قوی تعلق نہیں ہی جیسا ہمارے ملک میں ہی تھوڑے تھوڑے مہر ہوتے ہیں مرد ناخوش ہوا فوراً طلاق دیدی عورت ناراض ہوئی جھٹ سے خلع[2] کر لیا پھر اب یہ نہیں طلاقن ہی تو کوئی اسکو عیب لگائے نہیں ہزاروں اُسکے خواہاں سینکڑوں اس کے طالب ہمارے ہندوستان میں مردوں نے اپنی آزادی تو قائم رکھی جسکو مقدور ہوا وہ دو دو تین تین چار چار بیبیاں کر لیتے ہیں عورتوں پر قید ہو کسی حالت میں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں اس سبب سے مرد کے مقابلے میں عورت بہت دبی ہوئی ہی اس اثنا میں ضیمراں کا نکاح بھی ٹھہر گیا - مغیرہ ان بدوں کا ایک سردار تھا اسی کے بیٹے ثابت سے بات قرار پائی - جابر کے گھر تو بڑی خوشیاں ہونے لگیں مگر ہوشمند اور ناز پرورد کے غم پھر تازہ ہو گئے کیونکہ جابر اسی نیت سے ہوشمند اور ناز پرورد کو لایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کے جہیز میں دے سو اب ہوشمند اور ناز پرورد کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آ پہنچا - جابر نے ضیمراں کو اختیار دیا کہ ہوشمند اور ناز پرورد سے جس کو پسند کرے لے - ضیمراں نے ہوشمند ہی کو لیا - ضیمراں مزاج کی ایسی نیک تھی کہ اگر ہوشمند کہتی سنتی تو وہ اس کے عوض ناز پرورد کو لے لیتی مگر باوجودیکہ ناز پرورد کی جدائی نہایت شاق تھی ہوشمند نے ضیمراں کے ساتھ اپنا ہی جانا مناسب سمجھا اس واسطے کہ

[1] ریحانہ اور ضیمراں کی ماں کا نام ہی ۱۲ [2] عورت جب مرد سے ناراض ہو کر نکاح فسخ کرا لے اسکو خلع کہتے ہیں ۱۲

اتنی مدت جابر کے یہاں رہی اور کسی وقت فکر آزادی سے غافل نہ تھی مگر کوئی سبیل[1] نہ نکلی ہرچند کوئی وجہ امید کی نہ تھی مگر ہوشمند کا دل اندر سے خود بخود گواہی دیتا تھا کہ مغیرہ کے گھر جا کر ضرور کوئی صورت رہائی کی نکلے گی اور اس امید کو ہوشمند نے اس طرح وثوق[2] کے ساتھ نازپرورد کے روبرو بیان کیا کہ اس کو بھی تسلی ہوگئی۔ ضیمران کا بیاہ ہوا تو وہ بھی سادہ اور بے تکلف شرعی نکاح تھا اور مہمانی اور جہیز کا سامان بھی اتنا مختصر کہ اگر جابر دلی یا لکھنؤ میں ایسا مقدور رکھ کر یوں بیٹی کا بیاہ کر لیتا تو دنیا کھڑی تھڑی[3] کرتی غرض ضیمران ماں باپ سے رخصت ہو کر مغیرہ کے گھر آئی۔ ہوشمند ساتھ تھی تھوڑے دنوں کے بعد کیا اتفاق ہوا کہ ہوشمند ثابت اور ضیمران کو کھانا کھلاتی تھی ثابت کے ہاتھ پر جو ہوشمند کی نگاہ جا پڑی تو اس کو بعینہ اسی طرح کی انگوٹھی پہنے دیکھا جیسے حکیم صاحب پہنے رہا کرتے تھے تا بدیر غور سے دیکھتی رہی وہی حلقہ تھا وہی نگین ایک دو دفعہ موقع پا کر ثابت کے سونے کی حالت میں بھی ہوشمند نے اس انگوٹھی کو دیکھا اور اچھی طرح یقین کر لیا کہ ضرور انگوٹھی ہو حکیم صاحب کے ہاتھ کی۔ اب اس بات کے درپے[4] ہوئی کہ یہ انگوٹھی ثابت تک کیونکر پہنچی۔ بدو بڑے لڑاکو ہوتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات میں کشت و خون پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ضیمران کو سسرال گئے ہوئے تیسرا یا چوتھا مہینہ تھا کہ دفعتہً مغیرہ کے یہاں لڑائی کی طیاریاں ہونے لگیں اور اُس نے یہ صلاح کی کہ عورتوں کو شیخ بصرہ کے گھر پہنچا دے یہ ایسی بات نہ تھی کہ ہوشمند کو اس کی وجہ معلوم کرنے میں کچھ دقت ہوتی تھوڑی ہی تفتیش سے یہ امر دریافت ہوا مغیرہ بدوؤں کے بڑے گروہ کا سردار ہے اور وہ لوگ جہاں کہیں لوٹ مار کریں مغیرہ کو گھر بیٹھے عشر یعنے دسواں حصہ بھیج دیتے ہیں پارسال حج سے پہلے مدینے کی راہ میں ہند کا قافلہ لوٹا گیا تھا اور اس لوٹ میں شداد نامی مغیرہ کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک تھا اُس نے لوٹ میں سے جسقدر حصہ پایا تھا اس کے عشر کے عوض ایک انگوٹھی جو ثابت کے ہاتھ میں تھی مغیرہ کو دی اب چند روز ہوئے مغیرہ کو یہ خبر پہنچی کہ شداد میر قافلہ کو بھی پکڑ لایا تھا اور اُس کو غلام بنانا چاہا وہ شخص پیر مرد تھا اُس نے کہا کہ میں ضعیف ہوں کار و خدمت کے لائق نہیں مجھ کو غلام بنانے سے تجھ کو

---

[1] راہ [2] اعتماد سے پکے طور پر [3] یعنی تھوکتی [4] یعنے اس بات کے پیچھے پڑی ۱۲

کیا حاصل ہوگا تب اُس سے یہ شرط کی کہ تو مجھ کو ہزار درہم دے تو چھوڑدوں وہ پیر مرد ہندی طبیب بھی تھا۔ چنانچہ مکہ میں آکر کچھ اپنے پیشے سے کمایا اور کچھ اپنے ہم وطنوں سے لیا اور ہزار درہم شداد کو دیے مغیرہ نے اس ہزار درہم کا عشر شداد سے مانگ بھیجا شداد نے انکار کیا اسی بات پر تکرار بڑھتے بڑھتے لڑائی ٹھہری۔ پہلے تو شداد نے اس ہزار درہم سے انکار کیا مغیرہ کو پکی خبر ملی تھی کہ وہ طبیب ہندی ہنوز مکے میں ہے اس نے اپنے دوست شریف مکہ کی معرفت دریافت کرایا تو ہزار درہم کا ملنا صحیح تھا مغیرہ نے عشر کے لئے تنگ طلبی کی۔ اب تو ہوشمند کو حکیم صاحب کا ٹھیک ٹھیک پتہ مل گیا نہایت خوش ہوئی اور جی میں کہنے لگی ہائے پر ہوتے تو اسی وقت اُڑ کر جاتی اور ناز پرورد کو خوش خبری سُناتی حقیقت حال سننے کے ساتھ ہوشمند دل میں منصوبے کرنے لگی کہ حکیم صاحب مکے میں ہیں تو وہاں سال درسال ہر طرف سے آدمی حج کو جاتے ہیں۔ کہلا بھیجنا کچھ مشکل نہیں۔ مغیرہ اور شداد میں جو لڑائی ہونے والی تھی حج کے دن قریب آجانے کی وجہ سے وہ بھی ملتوی ہوگئی ہوشمند نے تحقیق کیا تو متوکل نامی ایک معلم مغیرہ کے گاؤں کا رہنے والا ہندی لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم کے لئے ہر سال مکے جایا کرتا تھا یہ شخص ایک طرح کا مجاور تھا یلملم سے جہاز سے اُترتے اُترتے ہندیوں کو جالیا اور دس بیس کو حج کرادیا اُنھوں نے اس خدمت کے صلے میں جو کچھ دیدیا وہی متوکل کی معاش تھی متوکل بڑا نیک دل اور خدا پرست آدمی تھا اور بدو اس کے زہد و صلاح کے بہت معتقد تھے خصوصًا مغیرہ۔ ہوشمند جو کچھ مغیرہ کے گھر سے پاتی اپنا پیٹ کاٹ کر متوکل کے گھر دے آتی۔ رفتہ رفتہ جب ہوشمند نے متوکل سے اچھی طرح تعارف پیدا کر لیا اور اس کی دینداری اور امانت پر اُس کو اعتماد ہوگیا تو اس نے متوکل سے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک حاجت ہے وہ یہ کہ آپ مکے جائیے تو شریف مکہ کے پتے سے ایک ہندی طبیب مسیح الملک کا پتا لگا کر اتنا ان سے کہہ دیجئے گا کہ ناز پرورد نے جو بیرالاعراب میں جابر بدوی کے

عرب کا روپیہ ۱۲ رسمیں یا دستور ۱۲ بزرگوں کے مزاروں کے خادم مجاور کہلاتے ہیں ۱۲ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں سے ہندوستان کے لوگ احرام باندھتے ہیں ۱۲ عوض ۱۲ پرہیزگاری اور نیکی ۱۲ جان پہچان ۱۲ اُس گاؤں کا نام ہے جس میں جابر کا گھر تھا ۱۲

پاس ہی آپ کو سلام کہہ بار ہی متوکل نے بہت وثوق کے ساتھ وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمھارا یہ پیام میں ضرور ضرور مسیح الملک تک پہنچا دوں گا۔ غرض یہ کہ جانے کے ساتھ متوکل نے مسیح الملک کو ڈھونڈا تو جلدی سے پتہ مل گیا اس واسطے کہ مسیح الملک خود شریف مکہ کے ہاں معالج تھے۔ جوں ہی مسیح الملک نے ناز پرورد کا نام سنا بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے متوکل چونکہ خدا پرست آدمی تھا مسیح الملک کو روتے دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اگر آپ کی مصیبت میں مجھ سے کچھ مدد ہو سکے تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں دریغ نہ کروں گا تب مسیح الملک نے اپنے لوٹے جانے اور قید رہنے کا قصہ بیان کر کے کہا کہ ناز پرورد مجھی بدبخت کی بیٹی ہے آپ مجھ کو صرف اتنی بات بتائیے کہ اسکی رہائی کی عمدہ تدبیر کیا ہے متوکل نے کہا کہ تمام اعراب[۱] اگرچہ خود سر ہیں مگر شریف مکہ کا ادب کرتے ہیں اگر شریف ساعی[۲] ہو تو آپ کی بیٹی کی رہائی بہت سہل ہے۔ مسیح الملک یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً شریف مکہ سے جا کر عرض حال کیا شریف مکہ نے اسی وقت نامہ[۳] لکھ دیا اور اپنا خاص خادم مسیح الملک کے ساتھ کر دیا مسیح الملک خادم شریف کو ساتھ لے بیرالاعراب میں گئے اور جابر کو شریف کا نامہ دیا جابر نے خط پڑھتے کے ساتھ مسیح الملک کو بہت خاطر داری سے اپنے گھر میں لے جانا چاہا۔ مسیح الملک نے تامل کیا۔ جابر۔ یہ امر ہرگز قرین انصاف نہیں ہے کہ آپ کی بیٹی برس روز میرے اہل وعیال میں داخل رہے اور میں اس کے ناموس[۴] کا حافظ رہوں اور آپ کو اجنبی سمجھوں غرض جابر مسیح الملک کو گھر کے اندر لے گیا ناز پرورد باپ کو دیکھتے ہی دوڑ قدموں سے لپٹ گئی اور جدائی کے حالات جو دونوں کو یاد آئے تو بیٹی باپ دونوں ایسی ڈاڑھیں مار مار کر روئے کہ جابر کے گھر بھر کے دل ہلنے لگے ؎

وہ درد کے اس طرح دونوں لڑے کہ جس طرح ساون[۵] سے بھادوں لڑے

ناز پرورد نے تھمتے کے ساتھ اپنی ماں کی خیریت پوچھی۔ مسیح الملک۔ تمھاری مفارقت[۶] میں زندہ درگور ہے پھر ہر ایک نے اپنی اپنی مصیبت کا تذکرہ کیا۔ مسیح الملک بر متوکل سے ناز پرورد کا سلام

---

[۱] بدو ۱۲ [۲] کوشش کرے ۱۲ [۳] خط ۱۲ [۴] آبرو ۱۲ [۵] نگہبان ۱۲ [۶] غیر۔ اوپری ۱۲ [۷] ساون بھادوں برسات کے دو مہینے ہیں دونوں کے سنجوگ میں اکثر بہت پانی برستا ہے ۱۲ [۸] جدائی ۱۲ [۹] جیتے جی گور میں ۱۲

اور چپا شکر ایک شادیٔ مرگ[1] کی حالت طاری ہوگئی تھی اس وقت اس نے متوکل سے کچھ اور نہیں
پوچھا اس واسطے مسیح الملک کو اس وقت تک ہوشمند کا حال معلوم نہیں تھا بلکہ جب اس نے ہوشمند کو
نازپرورد کے پاس نہیں پایا تو یہ جانا کہ شاید وہ کہیں اور ہوگی۔ نازپرورد نے مسیح الملک سے پوچھا کہ
یہاں تک آنا کیونکر معلوم ہوا۔ مسیح الملک مجھ سے متوکل نامی ایک معلم نے تمہارا اسلام اور پتا بیان کیا۔ نازپرورد میں متوکل کے نام سے
بھی واقف نہیں تھی شاید خدا تعالیٰ نے میری مصیبت پر رحم کر کے رجال الغیب[2] میں سے کسی کو آپ کے پاس بھیجا ہو یا ہوشمند یہاں
تھی اُس نے کسی سے کچھ تذکرہ کیا ہو مگر مجھکو معلوم نہیں۔ مسیح الملک۔ ہوشمند بھی تمہارے ساتھ تھی۔ نازپرورد شروع سے
تو آپ یہ پانچواں مہینہ ہے کہ جابر کی بیٹی ضیمران کے جہیز میں دی گئی اور اُسکے ساتھ روانہ ہوگئی۔ مسیح الملک ضیمران
کہاں بیاہی گئی۔ نازپرورد۔ یہاں سے چھ سات منزل کوئی مقام عمرانہ ہے وہاں مغیرہ کے بیٹے ثابت سے۔ مسیح الملک
متوکل کا سخت عجب ہے۔ نازپرورد۔ فی الواقع عجب ہے۔ جابر سے پوچھیے شاید کوئی شخص بیرالاعراب میں
اس نام کا ہو۔ مسیح الملک نے جابر سے پوچھا تو اُس نے کہا یہاں تو نہیں عمرانہ میں ایک
معلم ہے تب تو مسیح الملک اور نازپرورد کو یقین ہوا کہ اُنکی رہائی میں ہوشمند نے تحریک کی ہے
تب نازپرورد نے ہوشمند کی وفاداریاں اور اُس کے احسان اور دلجوئیاں سب مسیح الملک سے
بیان کیں۔ مسیح الملک نے دل میں کہا کہ ہرگز اقتضائے محبت و مروت نہیں ہے کہ میں نازپرورد
کو لیے جاؤں اور ہوشمند کی رہائی میں سعی نہ کروں یہ سوچ اس نے عمرانہ جانے کا ارادہ کیا اور جابر
سے منزلوں کا حال پوچھنے لگا جابر نے کہا کہ آج شام تک ایک قاصد عمرانہ سے آنیوالا ہے اس سے
ٹھیک حال معلوم ہوگا گھڑی بھر رات گئے قاصد آیا اور ہوشمند بھی اس کے ساتھ تھی۔ مسیح الملک
کو دیکھتے ہی سر قدموں پر رکھ دیا۔ مسیح الملک نے پوچھا تو اپنا حال بیان کیا کہ متوکل جو حج سے واپس
آیا تو میں نے اپنے پیام کا حال اُس سے پوچھا معلوم ہوا کہ آپ ملے اور چھوٹی[3] بیوی کی رہائی کی تدبیر
ہوگئی اور شریعت کا فاصلہ لے کر آپ بیرالاعراب روانہ ہوئے۔ متوکل نے مجھ سے آپ کا ماجرا پوچھا
میں نے شروع سے آخر تک بیان کیا تب اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے اپنی رہائی کی کچھ فکر نہ کی

---

[1] حد سے زیادہ خوشی جس میں آدمی کے مرجانے کا احتمال ہو ۱۲ [2] ایک قسم کے فرشتے جو مصیبت کے وقت خدا
کے لوگوں کی مدد کرتے ہیں ۱۲ [3] یعنی نازپرورد ۱۲

میں نے جواب دیا کہ مجھ کو رہائی کی ضرورت نہیں میں تو جنم کی کنیز ہوں جن کو ضرورت ہے خدا اُن کو نصیب کرے متوکل کو نہیں معلوم کیا سوجھی اور کیا مشیر سے کہا غرض مجھ کو آزاد کر دیا۔ میں نے کہا میں یہ احسان اپنے سر نہیں لے سکتی تا وقتیکہ اپنی بیوی کو آزاد نہ دیکھ لوں یہاں قاصد آنے والا تھا مجھ کو اس کے ساتھ کر دیا یوں خدا نے ناز پرور اور ہوشمند دونوں کی رہائی کی اور مسیح الملک ہنسی خوشی دونوں کو ساتھ لے جابر سے رخصت ہوئے۔ مسیح الملک نے ہوشمند کو بیٹی اور ناز پرور نے اُسکو اپنی بہن بنایا۔ کہانی ختم ہوئی تو سب لڑکیوں نے تعریف کی کہ سبحان اللہ بڑی عمدہ اور بڑی مزے کی کہانی ہے۔ ہزار آفریں ہے۔ ہوشمند کی ہوشیاری اور وفاداری پر حسن آرا۔ عرب میں تو لوگ حج کرنے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینداری کا چرچا زیادہ ہے پھر بدوؤں نے اِن بیچاروں کو ناحق کیوں لوٹا اور پرائی بہو بیٹیوں کو پکڑ کر کس طرح لونڈی بنایا۔ اُستانی جی۔ کلثوم تم نے عرب کا جغرافیہ عرب کی تاریخ بہت کچھ پڑھی ہے وہاں کا کچھ حال تو حسن آرا بیگم کو سناؤ۔

عرب کا جغرافیہ اور بدوؤں کے حالات

کلثوم۔ عرب ایک ویران ملک ہے اُس کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بہت کم ہے صدہا کوس کے ریگستان پڑے ہیں جن میں نہ پانی ہے نہ درخت۔ نہ گاؤں۔ نہ بستی اگر عرب میں مکہ مدینہ نہ ہوتا تو کوئی عرب کی طرف منہ بھی نہ کرتا اور ملکوں میں جو لوگ جاتے ہیں تو آخر کسی غرض سے جاتے ہیں۔ کہیں غلے کی افراط ہے کہیں میوے کی کثرت۔ کہیں جواہرات پیدا ہوتے ہیں۔ غرض کوئی نہ کوئی چیز نایاب یا کثرت سے اُس ملک میں ہوتی ہے کہ اس کی ضرورت لوگوں کو کھینچ بلاتی ہے سو عرب میں صرف خدا کا نام ہے نہ غلہ نہ میوہ نہ جواہرات نہ کچھ نہ کچھ۔ محمودہ۔ کیوں عرب کے اونٹ۔ عرب کے گھوڑے تمام جہان میں نامی ہیں اونٹ تو بھلا خیر ہندوستان میں بیکانیر کی طرف اور افریقہ کے ملک میں بھی ہوتا ہے مگر گھوڑے جیسے عرب میں عمدہ اور بیش قیمت ہوتے ہیں کسی ملک میں نہیں ہوتے کلثوم۔ آپنے درست کہا عرب میں گھوڑے بڑے نفیس ہوتے ہیں مگر ایک تو گھوڑا ایسی عام ضرورت کی چیز نہیں دوسرے عرب کے لوگ اپنے عمدہ گھوڑوں کو دوسرے ملکوں میں جانے بھی نہیں دیتے وہ لوگ گھوڑونکے خود ایسے شوقین ہوتے ہیں کہ دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ غرض عرب میں تجارت کے لئے لوگ بہت کم جاتے ہیں

البتہ حج کے لئے ہر سال اطراف وجوانب سے لاکھوں آدمی مکے میں جمع ہوتے ہیں اور بعض دیندار لوگ ہجرت[۱] کرکے بھی عرب میں جا رہتے ہیں۔ وہاں کے اصلی باشندے بدو ہیں جن کا نہ کوئی شہر ہے نہ گھر یہ لوگ اس ملک کے کنجروں کی طرح خانہ بدوش[۲] ہوتے ہیں سرکی کی جگہ چرمی[۳] خیموں میں رہتے اور بال بچے مویشی ساتھ لئے پھرتے جہاں پانی قریب ہوا اور مویشیوں کا چارہ پایا رہ پڑے جب پانی گھاس کی تکلیف ہونے لگی دوسری جگہ جا رہے لوٹ کھسوٹ ان لوگوں کا موروثی پیشہ ہے ہر سال حج کے دنوں میں دو چار کمزور قافلے لوٹ رکھتے ہیں۔

عام جغرافیہ مختصر

حسن آرا۔ کیوں بوا کلثوم یہ سب حال تم نے کس کتاب میں پڑھا۔ کلثوم۔ جن کتابوں میں شہروں اور ملکوں کا حال لکھا ہوتا ہے ان کو علم جغرافیہ کی کتابیں کہتے ہیں اس علم میں بہت سی کتابیں ہیں مگر حال میں بابو شیو پرشاد صاحب نے جام جہاں نما ایک کتاب لکھی ہے۔ بڑی اچھی کتاب ہے۔ حسن آرا کیا تمام روئے زمین کے شہروں اور ملکوں کا حال اس میں ہے۔ کلثوم۔ بیشک تمام روئے زمین کی مختصر کیفیت بھی اس کتاب کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے مگر ایشیا اور خاص کر ہندوستان کا حال تو نہایت ہی تفصیل سے لکھا ہے۔ حسن آرا۔ ایشیا افریقہ نئے نئے لفظ سننے میں آتے ہیں ان کا مطلب میں خوب نہیں سمجھتی۔ محمودہ۔ میں آپ کو سمجھا دوں جس طرح مکان میں ہر ایک حصے کا کچھ نام رکھ لیتے ہیں۔ غسل خانہ[۴]۔ آبدار خانہ[۵]۔ باورچی خانہ۔ توشے خانہ[۶]۔ بالاخانہ۔ صحن۔ غلام گردش[۷]۔ سائبان۔ اصطبل۔ خانہ باغ[۸]۔ پائیں باغ[۹]۔ شہ نشین[۱۰]۔ دالان۔ کوٹھری وغیرہ۔ اسی طرح زمین کے حصوں کے نام رکھ لئے ہیں جو حصہ سمندر کے پانی میں ڈوبا ہوا ہے اسکو تری یا بحر اعظم[۱۱] کہتے ہیں اور

---

[۱] وطن چھوڑ کر ۱۲ [۲] ہر وقت اپنا گھر کندھے پر لادے ہوئے جسکو ہندی میں اٹھاؤ چولھا کہتے ہیں ۱۲ [۳] چمڑے کے ۱۲ [۴] نہانے کی جگہ ۱۲ [۵] پانی کے رکھنے کی جگہ ۱۲ [۶] کپڑے کی قسم کا اسباب رکھنے کی جگہ ۱۲ [۷] نوکروں کے چلنے پھرنے کی جگہ ۱۲ [۸] گھر میں جو باغ لگا ہو ۱۲ [۹] جو باغ ایسے موقع سے لگا ہو کہ ایک جگہ بیٹھیں تو نیچے باغ دکھائی دے ۱۲ [۱۰] مکان کا صدر مقام ۱۲ [۱۱] بڑا سمندر ۱۲

اور جو پانی سے کھلا ہی اُسکو خشکی یا برِّ اعظم[1]۔ بحرِ اعظم کے بھی ٹکڑے کرتے ہیں۔ لال سمندر۔ کالا سمندر۔ ہند کا سمندر۔ شمالی سمندر۔ جنوبی سمندر ان ہی ٹکڑوں کے نام ہیں۔ خشکی کے دو بڑے حصے ہیں بڑا پُرانی دنیا اور چھوٹا نئی دنیا۔ حسن آرا۔ نئی پُرانی دنیا کیسی۔ محمودہ۔ نئی دنیا کا حال پہلے کسی کو معلوم نہ تھا اب کوئی چار سو برس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی بستی ہی نئی دنیا کو امریکہ کہتے ہیں اس کے دو ٹکڑے ہیں شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ۔ ہم لوگ پُرانی دنیا میں رہتے ہیں اس کے تین ٹکڑے ہیں۔ ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ ایشیا میں ہندوستان۔ چین۔ افغانستان۔ عرب۔ ایران۔ توران۔ وغیرہ ہیں یورپ انگریزوں کا ملک ہی اور افریقہ حبشیوں کا۔ مجمل حال تو یہ ہی اور مفصل سے کتابیں بھری پڑی ہیں اگر آپ نقشہ دیکھئے تو خوب سمجھ میں آئے۔ ہاجرہ۔ ذرا وہ کتاب تو دو جس میں نقشے ہیں۔ محمودہ نے ہاجرہ سے کتاب لے پہلے کرۂ زمین کا نقشہ حسن آرا کے روبرو پھیلا دیا اور کہا کہ دیکھو یہ تمام زمین کی تصویر ہی

کرۂ زمین کا نقشہ مع حالات عامہ

حسن آرا۔ تم تو کہتی تھیں زمین گول ہی یہ بیچ میں سے دو پارٹ الگ الگ کیسے ہیں۔ محمودہ۔ اِن دونوں کو جوڑ کر بیچ میں مٹی یا کچھ اور چیز بھر دو تو ٹھیک زمین کی شکل بنجائے۔ ایک مٹی کا گولہ بنا کر اُس پر موقع موقع سے ملکوں اور سمندروں اور پہاڑوں اور ندیوں کے نشان بنا دیتے ہیں وہ خوب ہوتا ہی اُس کو کرہ کہتے ہیں ہمارے یہاں کا کرہ فراش خانے کے مدرسے کی اُستانی جی نے منگوا بھیجا ہی وہ ہوتا تو اس سے خوب سمجھ میں آتا مگر خیر اسی نقشہ میں دیکھئے کہ نیلی پیلی لال سبز لکیروں سے جو جگہ گھری ہی وہ تو خشکی ہی باقی جو جگہ آپ خالی دیکھتی ہیں تمام سمندر ہی۔ حسن آرا۔ آہا ہر چہار طرف سمندر ہی سمندر پھیلا ہوا ہی۔ محمودہ۔ بیشک۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین حصے کے قریب سمندر ہی اور ایک حصے کے قریب خشکی۔ حسن آرا۔ بھلا یہ کنکھجورے کی طرح کیا بنا ہی۔ محمودہ۔ پہاڑ ہیں۔ حسن آرا۔ امریکہ میں پہاڑوں کی بڑی کثرت معلوم ہوتی ہی۔ محمودہ۔ واقعی۔ حسن آرا اور یہ لہریے دار لکیریں کیا ہیں۔ محمودہ دریا ہیں۔ حسن آرا ہماری دلی اس

---

[1] بڑی خشکی ۱۲

نقشے میں کہاں ہے۔ محمودہ۔ دلی اس میں نہیں ملے گی ایک بالشت میں تمام زمین ہے اس میں
اتنی گنجایش نہیں ہو سکتی کہ تمام شہروں کے نام لکھے جائیں ورنہ نقشہ ایسا پیچ پیچ ہو جاتا کہ پڑھا
بھی نہ جاتا مگر یہ دیکھیے ہندوستان موجود ہے۔ حسن آرا۔ ایک بڑا کنکھجورا یہاں کیں چل رہا ہے۔ محمودہ
ہاں۔ یہی ہمالہ پہاڑ ہے۔ جس میں کشمیر۔ سباٹو۔ شملہ۔ منصوری۔ لنڈھور۔ نینی تال۔ وغیرہ وغیرہ آباد
واقع ہیں جہاں گرمی کے دنوں میں انگریز جا کر رہا کرتے ہیں۔ حسن آرا۔ بھلا یہ دکھن کی طرف
ایک پھندا سا کیا لٹک رہا ہے۔ محمودہ۔ ہندوں کی لنکا جس کے قصے کی نقل رام لیلا دسہرے
میں بناتے ہیں۔ حسن آرا۔ خالی میدان میں جو رنگین نقطے نقطے دیے ہیں یہ کیا ہیں۔ محمودہ۔
چھوٹے چھوٹے ٹاپو۔ حسن آرا۔ ٹاپو کیا۔ محمودہ۔ چاروں طرف سمندر بیچ میں اونچی زمین جس پر
آدمی بستے ہیں۔ حسن آرا۔ دونوں سروں میں نہ آبادی کا نشان ہے۔ نہ سمندر کا یہ کیا بات ہے۔
محمودہ۔ زمین کے دونوں سرے قطب کہلاتے ہیں۔ ایک شمالی۔ دوسرا جنوبی۔ آج تک یہاں
کوئی پہنچ نہ سکا غضب کی سردی ہے۔ سمندر مارے خنکی کے جم گیا ہے۔ حسن آرا۔ کیا تمام
روے زمین پر سردی گرمی یکساں نہیں۔ محمودہ۔ ہرگز نہیں بیچ میں جو یہ لکیر کھنچی ہوئی ہے اسکو
خط استوا کہتے ہیں۔ اس پر آفتاب کی کرنیں سیدھی پڑتی ہیں اور اس بلا کی گرمی ہے کہ سمندر ہے
تو کھول رہا ہے اور زمین ہے تو جلتے توے کی طرح تپ رہی ہے۔ اس خط سے جتنی دور چلو اتر کو یا دکھن
کو اسی قدر گرمی کم سردی زیادہ یہاں تک کہ قطبوں پر حد درجے کی سردی ہے۔ حسن آرا۔ یہ تو
آپ نے بڑی عمدہ بات بتائی تو انگریزوں کا ملک ہمارے ملک کی نسبت بہت سرد ہوگا۔ اور
افریقہ گرم۔ محمودہ۔ تم بہت درست سمجھیں واقعی ایسا ہی ہے۔ حسن آرا۔ حبشی شاید گرمی ہی کے
سبب بہت کالے ہوتے ہیں۔ محمودہ۔ آدمی تین رنگ کے ہوتے ہیں۔ کالے گورے اور
تانبے کے رنگ کے۔ سرد ملکوں کے رہنے والے گورے ہوتے ہیں۔ گرم کے کالے اور اوسط
والوں کا رنگ تانبے کا سا ہوتا ہے۔ حسن آرا۔ سردی گرمی کے اعتبار سے ہمارا ملک بیچ کی اوسط
ہے۔ اسی سے اور ملک والے بھی یہیں آ رہتے۔ محمودہ۔ جو جس ملک میں پیدا ہوا ہے۔ اسی کو
پسند کرتا ہے خدا نے اُن کی ویسی ہی طبیعت پیدا کی ہے اور ان کی ضرورت کی چیزیں اسی ملک میں
بہ آسانی میسر آتی ہیں۔

ایشیا - یورپ - افریقہ کے نقشہ جات

حسن آرا - بھلا اس کتاب میں اور نقشے کیسے ہیں - ہاجرہ - یہ نقشہ تمام زمین کا تھا اس سے آگے
صرف ایشیا - صرف افریقہ - صرف یورپ - صرف شمالی - صرف جنوبی امریکہ کے ہیں پھر ایشیا میں
جتنے ملک ہیں - ہندوستان - عرب - چین - افغانستان وغیرہ سب کے الگ الگ نقشے ہیں
اسی طرح ضلعے اور پرگنے اور گاؤں اور مکان کے نقشے ہوتے ہیں - حسن آرا - یہ کیا بات ہے
تمام زمین کا نقشہ تو چھوٹا اور ہندوستان کا بڑا - محمودہ - یہ تو پیمانہ کا فرق ہے - پرگنے کا نقشہ
بڑے پیمانے کا ہوتا ہے یعنے مثلاً ایک میل کا ایک انچ ضلع کا نقشہ اگر اتنے پیمانہ پر بنائیں
تو مکان میں نہ سمائے اس واسطے پیمانہ چھوٹا کر دیتے ہیں چار میل کا ایک انچ اور ہندوستان کے
اس نقشے میں پچاس میل کا ایک انچ ہے اور کرۂ زمین کے نقشے میں پانچ سو میل کا ایک انچ
نقشہ ایک تصویر ہے اور اس کا چھوٹا بڑا بنا لینا اپنے اختیار میں ہے - حسن آرا - اگر پرگنے کا
پیمانہ رکھیں تو تمام زمین کا نقشہ خدا جانے کتنا بڑا ہو قطب صاحب تک تو پھیل جائے -
محمودہ - عجب کیا ہے -

سمندر کے منافع

حسن آرا - سمندر تو خدا نے ناحق ہی بنایا تمام زمین خشک ہوتی آدمی مزے میں اِدھر سے
اُدھر چلتے پھرتے جہاں تک چاہتے بستے بساتے - اُستانی جی - یہ بڑا کفر کا کلمہ ہے توبہ کرو دنیا
میں کوئی چیز بے فائدہ اور بے مصلحت نہیں ہے اور خدا کے جتنے کام ہیں سب عقل اور حکمت
سے بھرے ہوئے ہیں آدمیوں نے اتنا غور کیا مگر اس کی حکمت کا ایک شمہ[1] بھی نہیں سمجھ پایا
حسن آرا (گلوں پر ہولے ہولے[2] طمانچے مار کر) لے ہے میری توبہ ہے الٰہی توبہ مگر اُستانی جی خدا سمندر کے

[1] ذرا سا حصہ ۱۲ [2] اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایک بیجا بات جو منہ سے نکلی تھی اس کے بدلے
اپنی سزا آپ کر لی ۱۲ -

فائدے مجھ کو تو بتائیے۔ اُستانی جی۔ میں دو چار فائدے جو مجھ کو معلوم ہیں بتاؤں گی لیکن انسان ایسا
ضعیف العقل[1] ہے کہ وہ بہت سی چیزوں کا فائدہ سمجھنے سے قاصر[2] ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اپنے
قصور فہم کی وجہ سے انتظام الٰہی پر اعتراض کر بیٹھے انتظام الٰہی عقل انسان کے لئے ایک کسوٹی ہے
جب عقل کوئی بات خلاف انتظام الٰہی سوچتی ہے تو یہ دلیل غلطی عقل ہے سمندر کے فائدوں میں تم کو
شک ہے تو لو سنو ایک فائدہ تو یہ ہے کہ سمندر سے لاکھوں روپے کے بیش بہا[3] موتی نکلتے ہیں جو
ہم عورتوں کے لئے موجب زینت ہیں سمندر میں لاکھوں قسم کی مچھلیاں ہوتی ہیں جن کو آدمی
کس خواہش سے کھاتے ہیں۔ مچھلیوں کی چربی جلانے کے کام آتی ہے بلکہ بعض مچھلیوں کا
تیل بہت سی بیماریوں کی دوا ہے سمندر میں مچھلیاں اتنی بڑی بڑی ہوتی ہیں کہ تم سنو تو حیران
ہو جاؤ ایک قسم کی مچھلی وہیل ہوتی ہے سینکڑوں گز کی لمبی چوڑی ہزاروں من کی وزنی یعنے بجائے
خود جہاز کا جہاز۔ پھر سمندر میں مال کے لدے ہوئے بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں اگر اتنا
مال خشکی کے راہ لے جائیں تو بڑی محنت بڑی دیر اور بڑے خرچ اگرچہ جہاز دخانی[4] سمندر اور
بڑے دریاؤں میں اسی طرح چلتا ہے جیسے خشکی میں ریل مگر صدہا جہاز صرف ہوا کی مدد سے چلتے
ہیں اور ہوا موافق ہو تو سینکڑوں کوس ایک دن میں چل جاتے ہیں یہ تھوڑے فائدے ہیں
اور فائدے تو فائدے سمندر نہ ہو تو کسی کی زندگی ہی نہ ہو۔ حسن آرا۔ جناب لاکھوں آدمی ہیں
جنھوں نے سمندر کی صورت بھی نہیں دیکھی بلکہ شاید نام بھی نہ سنا ہو۔ اُستانی جی۔ یہ
میں نے کب کہا کہ دیکھنے اور نام کے سننے پر موقوف ہے۔ میں نے تو یہ کہا کہ سمندر نہ ہو تو کسی
کی زندگی ہی نہ ہو۔ حسن آرا۔ مہربانی فرما کر مجھ کو اس کی وجہ سمجھا دیجئے۔ اُستانی جی۔ وجہ
تو ظاہر ہے کہ کھانے کے انواع و اقسام کے غلے سب مینھ سے پیدا ہوتے ہیں اور مینھ سمندر
سے آتا ہے۔ حسن آرا۔ آہا۔ تب ہی لوگ کہا کرتے ہیں کہ بادل سمندر میں پانی پینے جاتے
ہیں۔ اُستانی جی۔ یہ کہنا تو غلط ہے۔ مگر مینھ ضرور سمندر سے آتا ہے رابعہ تم نے ابھی چند روز

---

[1] عقل کی کمزوری [2] [illegible] [3] قیمتی [4] جو جہاز ریل کی طرح بھاپ کے زور سے چلے اُسکو دخانی جہاز کہتے ہیں دخان کے معنی ہیں دھواں اور بھاپ بھی ایک طرح کا دھواں ہے ۱۲

ہوئے یعنی اوس - کہر - قوس قزح - بجلی - اولا اولون کا حال پڑھا ہے - حسن آرا بیگم
کے روبرو بیان تو کرو -

بقیہ بجلی - بادل وغیرہ اور روشنی اور ہوا کی رفتار

رابعہ - گرمی کی وجہ سے سمندر اور دریاؤں اور ہر ایک گیلی اور سیلی چیزوں سے بھاپ نکلتی ہے اور
چونکہ سمندر کا پانی ہزاروں کوس میں پھیلا ہوا ہے - سب سے زیادہ بھاپ سمندر سے اُٹھتی ہے
اس بھاپ کا نام بادل ہے جو ہلکے ہونے کے سبب ہوا پر جا کر آفتاب کے عکس سے ہم کو رنگ
برنگ کے نظر آتے ہیں یہ بھاپ بلندی پر پہنچ کر خنکی[2] پاتی اور مینھ بن کر برستی ہے اور کبھی خنکی
کی وجہ سے جم کر اولا ہو جاتی ہے - حسن آرا - بہن تو وہ بھاپ ہوئی جو سردی پاکر پانی بن گئی تو بجلی
وہ بھاپ ہوگی جو آگ بن جاتی ہوگی اوپر کی خنکی بھاپ کو پانی تو بنا دیتی ہے مگر کیا اُس آگ
کو نہیں بجھا سکتی - رابعہ نے تامل کیا - محمودہ - کوئی چیز گرمی سے خالی نہیں یہاں تک کہ جمی
ہوئی برف میں بھی گرمی رہتی ہے اور دو چیزوں کو آپس میں گھسنے اور رگڑنے سے یوں بھی گرمی
پیدا ہو جاتی ہے - یہ ستارہ جو ٹوٹتا ہے ہوا کی گرمی اشتعال پاکر بھڑک اٹھتی ہے اور اس
قاعدے کے نہ جاننے سے لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے اٹھائے ہیں قبرستانوں اور مرگھٹوں
اور پرانی عمارتوں اور باغوں اور جنگلوں میں جو کبھی ہوا اسی طرح بھڑک اٹھتی ہے لوگ جانتے
ہیں بلا ہے - بجلی وہ گرمی ہے جو بادلوں میں رہتی ہے اور گرمی کا یہ بھی خواص ہے کہ جب دو
چیزیں برابر رکھی جائیں جن میں سے ایک میں گرمی زیادہ ہو اور دوسری میں کم تو زیادہ گرمی
والی چیز سے گرمی نکل کر کم گرمی والی چیز میں جائے گی یہاں تک کہ دونوں چیزوں میں برابر گرمی
ہو جائے گی مثلاً ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈالو تو ہاتھ کی گرمی پانی میں جائے گی یہاں تک کہ
دونوں میں یکساں گرمی ہو جائے اور تھوڑی دیر بعد پانی کی ٹھنڈک ہاتھ کو محسوس نہیں ہوتی اسکی

---

[1] جاڑے کے دنوں میں صبح کے وقت جو دھواں سا [illegible]
دیتی ہے [2] ٹھنڈک ۱۲

یہی وجہ ہو اسی طرح جس بادل میں گرمی زیادہ ہوتی ہو وہ پاس کے کم گرمی والے بادل میں زور سے جاتی ہو
اسکا نام کڑک ہو جس کی آواز ہم لوگ سنتے ہیں۔ حسن آرا۔ ٹھنڈے پانی اور ہاتھ کی مثال جو آپ نے دی
اس میں تو ہم کو ہاتھ سے آگ نکلتی نظر نہیں آتی۔ مگر بجلی میں تو ایسی آگ ہوتی ہو کہ آنکھ چوندھیانے لگتی ہے
محمودہ۔ گرمی سے آگ بنجانا کون تعجب ہی پتھر کو پتھر پر مارو صاف چنگاریاں جھڑتی ہوئی نظر آئیں گی۔ فخر النسا نے
مجھ سے بیان کیا تھا کہ ان کے وطن میں ایک مرتبہ آندھی آئی تھی بانسوں کی رگڑ سے جنگل میں اس بلا کی آگ
لگی کہ تمام نیستان جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ حسن آرا۔ بجلی تو زمین پر بھی گرا کرتی ہو اس کا سبب۔ استانی جی۔ جب
بادل زمین کے قریب ہوا نزدیک ہونے کی وجہ سے زمین اس گرمی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہو۔ حسن آرا۔ کیا
یہ بادل آسمان میں نہیں ہوتے۔ استانی جی۔ اکثر میل دو میل سے زیادہ اونچے نہیں ہوتے اور پہاڑوں
پر تو گھروں میں بادل گھستے پھرتے ہیں۔ بیٹھے ہیں کہ یکایک کہر کی طرح دھواں سا آ بھرا تھوڑی دیر بعد جاننا
ہوا تو دھواں ندارد پانی میں تربتر۔ حسن آرا۔ بجلی تو بڑی آفت ہو کچھ اسکی روک بھی ہو میں نے تو جہاں
کڑک کی آواز سنی اندر بھاگ جاتی ہوں۔ استانی جی۔ آواز کے سنے پیچھے بھاگنا تو بیوقوفی ہو۔ بجلی گرتی
ہو تو آواز پہنچنے سے پہلے گر چکتی ہے ہوا کی نسبت روشنی کی رفتار بڑی تیز ہوتی ہو تم نے کاہکو دیکھا ہوگا۔
غدر کے دنوں میں ہم لوگ کوٹھے پر سے باڑے کی توپوں کو دیکھتے تھے کہ رنجک کی چمک پہلے نظر آتی تھی۔
اس کے چند لمحہ بعد توپ کی آواز سن پڑتی تھی یہی حال بعینہ بجلی اور کڑک کا ہو خوب دھیان لگا کر جب چاہو
آزما لو پہلے چمک نظر آتی ہو اس کے تھوڑی دیر بعد کڑک کی آواز سنائی دیتی ہو اور بجلی کے روک کی جو تم نے
پوچھی تو ہاں عقلمندوں نے اس کی تدبیر بھی نکالی ہو بجلی تھی تو نقصان کی چیز عقل کے زور سے اس کو بھی
فائدہ مند کر لیا تار برقی کا نام تم نے سنا ہو۔ حسن آرا۔ ہاں دو چار مرتبہ بڑے ابا کے پاس سے سنا کہ تار
میں خبر آئی۔ استانی جی۔ دیکھو انگریزوں کی ولایت پانچ ہزار کوس دور ہو مگر تار کے ذریعے سے چار پانچ
گھنٹے میں خبر آنے لگی ہو۔ یہ سب بجلی کے کھیل ہیں۔ حسن آرا۔ روک کی نسبت آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ استانی جی۔
دھات کی چیزیں لوہا تانبا۔ پیتل وغیرہ بجلی کو کھینچتی ہیں۔ میگزینوں میں بارود کی حفاظت کے واسطے
بجلی کی روک کرنی پڑتی ہو چھتوں کے پہلو میں لوہے کی سلائیں گاڑ دیتے ہیں کہ بجلی گرے تو سلاخوں
کی راہ زمین میں چلی جائے اور بجلی کا ایک خاصہ یہ بھی تحقیق ہوا ہو کہ نوکدار چیز سے گریز کرتی ہو گنبدوں
اور مناروں بلکہ چھتریوں پر جو نوکدار کلس دیکھتی ہو اس کا اصلی سبب یہی ہو۔ میرے پاس ایک رسالہ ہو

جس میں تار برقی کا سب حال لکھا ہی اس میں بجلی کے عجب عجب خواص لکھے ہیں جب تم زیادہ پڑھ لوگی تو اُس کو دیکھنا۔

انگریزوں کا حال

حُسن آرا۔ انگریز بھی نرے عقل کے پتلے ہیں۔ اُستانی جی۔ قوم کی قوم کا یہی حال ہی۔ عقل کے پتلے نہ ہوتے تو کالے کوسوں آکر بادشاہ کس طرح بن بیٹھتے۔ ذرا انگلستان کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہو کہ ابتدا اِن لوگوں کی کیا تھی نرے وحشی[1] تھے۔ جانوروں کو مار کر گوشت کھاتے اور چمڑا پہنتے۔ پہاڑ کی کھوہوں[2] میں رہتے۔ کھیتی باڑی اور مکان بنانے تک کی عقل نہ تھی رومیوں کی سلطنت تھی اُن ہی سے انگریزوں نے ہنر اور سلیقہ سیکھا یہاں تک کہ رومیوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اب یہ وہی انگریز ہیں کہ روئے زمین پر کوئی قوم ایسی دانشمند اور ایسی شایستہ[3] نہیں ہی۔ حُسن آرا۔ اب تک میں یہ سمجھتی تھی کہ خدا نے سب آدمیوں کو برابر عقل دی ہی مگر آپ کے فرمانے سے معلوم ہوتا ہی کہ انگریزوں کے ملک کی آب و ہوا میں ایک خاص تاثیر ہی کہ وہاں کے لوگ زیادہ عقیل ہوتے ہیں۔ میری کتاب میں بھی کئی جگہ دانشمندان فرنگ آیا ہی۔ پھر اس میں دوسرے ملک والوں کا کیا دوش[4] ہی۔ اُستانی جی عقل واقعی خداداد[5] ہی مگر اُس کی ترقی بے علم کے نہیں ہوتی اسی طرح جسم بھی خداداد ہی مگر اُسکی توانائی اور بالیدگی[6] غذا پر موقوف ہی۔ عقل کی غذا علم ہی سو افسوس ہی کہ علم ہندوستان سے بالکل اُٹھ گیا اور جو ہی وہ جہل سے بدتر ناحق کی کٹھ حجتی اور جھوٹی شاعری کے سوا ہندوستان میں کچھ اور بھی ہی۔ حسن آرا۔ کیا انگریز بڑے مولوی ہوتے ہیں۔ اُستانی جی۔ لفظ مولوی کا استعمال تم کو اس مقام پر نہیں کرنا چاہئے۔ مسلمان عالم مولوی کہلاتے ہیں۔ ہندو۔ پنڈت۔ مگر کچھ شک نہیں کہ جو علم بکار آمد ہیں انگریز سب سے زیادہ جانتے ہیں اسی علم کے زور سے وہ وہ نادر کلیں ایجاد کی ہیں اور آئے دن ہوتی جاتی ہیں کہ سنکر عقل دنگ[7] ہوتی ہی تمام دنیا کا تمام کام کلوں سے لیا جاتا ہی کلیں سوت کاتیں کلیں

---

[1] جنگلی آدمی ۱۲ [2] غار دں ۱۲ [3] درست ۱۲ [4] گناہ قصور ۱۲ [5] خدا کی دی ہوئی ۱۲ [6] بڑھنا ۱۲ [7] حیران ۱۲

کپڑے بنیں۔ کلیں آٹا پیسیں۔ کلیں کتابیں چھاپیں۔ کلیں باجے بجائیں۔ کلیں لوہار بڑھئی کا کام دیں بلکہ کلیں وہ کام کریں جو آدمی سے نہ ہو سکے۔ حسن آرا۔ کیا ان کی میمیں بھی اسی طرح کی عقلمند ہوتی ہیں۔ استانی جی۔ بیشک عورتیں بھی سب کی سب پڑھی لکھی ہنرمند اور ممکن نہیں کہ مرد اس درجے کے لائق ہوں اور عورتیں ہم کمبختوں کی طرح بے علم بے ہنر۔ حلیمہ کے ہمسائے میں ایک میم رہتی ہیں ذرا ان کا حال سنو حلیمہ بوا کہو تو۔

ایک انگریزی خاندان کا حال اور اُس کی نیک زندگی

حلیمہ۔ جناب ہمارے مکان سے ملا ہوا مکان (وہ بھی ہمارا ہی ہے) پانچ چھ مہینے ہوئے ایک میم نے کرائے پر لینا چاہا ہمارے محلے کی بہشتن میم صاحب کے پاس آیاگری میں نوکر ہے وہی پیام لائی میم کا نام سنکر اماں جان نے صاف انکار کیا کہ ہم میم کو مکان نہیں دیتے۔ بہشتن۔ بیوی ڈیوڑھا دونا کرایہ ماہ بماہ لو ایسا کھرا کرایہ دار نہیں پاؤگی۔ اماں جان کرایہ لیکر کیا چولھے میں ڈالنا ہے دیوار بیچ تو مکان لگا ہے لڑکیوں بالیوں کی آواز برابر جاتی ہے میاں مرزائی اپنے کارخانے کے لئے منتیں کرتے رہے میں نے نہ دیا رکھوں گی تو کسی اشراف کو ورنہ بلا سے خالی پڑا رہنا اچھا۔ بہشتن۔ بیوی میم صاحب بھی بڑی ہی اشراف آدمی ہیں۔ ہیں تو غیر قوم غیر مذہب مگر مجھے اپنے نکھٹو کی قسم بڑی ہی بھلی مانس ہیں اور پاس کے رہنے سے آپ حال کھل جائیگا اگر میری بات میں فرق پاؤ تو میری ناک چوٹی کاٹ لینا۔ اماں جان۔ بھلا ان کے ہاں۔ انگریزوں کی آمد و رفت تو رہتی ہی ہوگی۔ بہشتن۔ بیوی! صاحب تارگھر میں نوکر ہیں رات کے نو بجے آتے ہیں اور صبح کے چار بجے کام پر چلے جاتے ہیں دن کی حاضری وہیں جاتی ہے اور کوئی باہر کا نہ آتا ہے نہ جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بڑی بیٹی مس بابا اصل خیر سے تمہاری لڑکی سے عمر میں تو کم ہیں مگر میری آنکھوں میں خاک ڈیل میں کوئی دو مٹھی نکلتی ہوئی ہے اماں جان۔ گویا مردوالوں کی آمد و رفت نہ ہو خود میم صاحب تو باہر نکلتی ہیں۔ بہشتن۔ صبح و شام

لہ انگریزوں کے گھر میں جو آیا کا کام کرے ۱۲ سلہ آیا کے بیٹے کا نام ۱۲ سلہ انگریزوں کے کھانے کو حاضری بولتے ہیں ۱۲ سلہ

مس لڑکی کی بابا بچہ ۱۲

پا پیادہ بچوں کو ساتھ لئے ہوا کھانے البتہ کشمیری دروازے کے باہر جایا کرتی ہیں۔ اماں جان۔ میم صاحب
یا ان کے بچے ہمارے گھر میں تو چلے آیا کریں گے۔ بہشتن۔ بے مرضی ہرگز نہیں۔ اماں جان۔ دیکھو کچھ قباحت
نہ ہو مجھے تو ڈر ہی لگتا ہے۔ بہشتن۔ بیوی کچھ شبہ مت کرو۔ سیراز مہ۔ غرضکہ میم صاحب آ رہیں دو چار
دن اماں جان ہم سب بچوں پر آہستہ بولنے کی تاکید کرتی رہیں اور کوٹھے پر چڑھنے کو بھی منع کیا تھا
اور ہم لوگوں نے بھی اتنے دنوں میم صاحب کی طرف سے آواز تک نہیں سنی اوپر پیاز چھیلی ہوئی تھی
اس کے لینے کو اماں سے پوچھ کر کوئی چار گھڑی دن رہے میں دبے پاؤں چڑھی دیکھتی کیا ہوں
باہر صحن میں میز بچھی ہے اور میم صاحب اور ان کے بچے آس پاس کرسیاں بچھائے سب کے سب کچھ
پڑھ رہے ہیں۔ چھت پر میرے چلنے کی دھم دھم سنکر چھوٹی لڑکی نے مجھ کو دیکھ لیا اور دیکھتے ہی آپ
سے آپ سلام کیا اس کا سلام کرنا تھا کہ سب کے سب مجھ کو دیکھنے لگے تب تو میں نے بھی میم صاحب
کو سلام کیا میم صاحب نے نہایت مہربانی سے میرا سلام لیا اور جلدی سے اٹھ چھت کے نیچے آ کھڑی
ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ہم لوگوں نے تم سے جان پہچان پیدا کرنے میں ابتدا کی ہے تم اس بات سے
کچھ ناخوش تو نہیں ہوئیں میم صاحب کو آتے ہوئے دیکھ جی میں آیا کہ بھاگ جاؤں لیکن ان کی بات
سنکر تو دل میں کچھ دلیری سی آئی اور میں نے کہا جناب اس میں ناخوشی کی کیا بات ہے آپ سے تعارف
کرنا تو ہمارے لئے فخر ہے۔ میم صاحب۔ مجھ کو ایک بات پوچھنی ہے اگر تمہاری اماں جان مہربانی کر کے
اپنے کوٹھے پر ذرا کی ذرا آ کھڑی ہوں تو بڑا احسان کریں اپنی اماں جان سے میرا بہت بہت سلام
اور یہ پیام کہنا میں نے کہا بہت خوب میں ابھی جا کر کہتی ہوں۔ نیچے آ کر میں نے اماں جان سے
سب حال بیان کیا پہلے تو اماں جان نے بھی کچھ تامل سا کیا بارے چلی گئیں۔ میم صاحب۔ سلام
کے بعد۔ میں نے آپ کو صرف اتنی بات پوچھنے کے لئے تکلیف دی ہے کہ اس آنے کے سوائے
اگر کچھ اور تکلیف ہم لوگوں کے رہنے سے آپ کو پہنچی ہو تو مہربانی فرما کر مجھ کو اس سے اطلاع دیجئے
اماں جان۔ آپ کے منھ پر کہنا تو خوشامد ہے مجھ کو تو آج تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ اس مکان میں
کوئی رہتا بھی ہے یا نہیں ایسا تو کوئی ہندوستانی بھی آ کر نہیں رہا۔ ہم لوگوں میں کمبخت پڑوسے کی ڑی

تیلمہ نہ ۔ بس اسی کا خیال تھا ۔ میم صاحب ۔ ہوں تو میں بیشک انگریز مگر میں اسی ملک میں پیدا ہوئی
اور اسی ملک میں ہوش سنبھالا ۔ میں بڑے آدمی کی بیٹی ہوں ماں باپ دونوں غدر میں مارے گئے اکیلی
رہ گئی شادی کرلی خدا کے فضل سے چار بچے ہوگئے ہیں ان کو پرورش کرتی ہوں اور میں آپ لوگوں کے
دستور سے بخوبی واقف ہوں خدا نے چاہا تو کوئی بات مجھ سے ایسی نہ ہوگی کہ آپ کی اذیت[1] کا باعث ہو
ہماری کتاب[2] میں ہمسائے کے بہت بڑے حقوق لکھے ہیں سو اگر مجھ سے وہ حق نہ بھی ادا ہوں تاہم
میں امید کرتی ہوں کہ میرے سبب سے آپ کو کسی طرح تکلیف بھی نہ پہنچے گی ۔ اماں جان ۔ آپ کے
رہنے سے تو سراسر راحت ہی مگر تم لوگوں کی وجہ سے عجب نہیں آپ کو ایذا ہوتی ہو ۔ ہیں اللہ رکھے
میرے بھی چار ہی بچے مگر دن بھر آپس میں اودھم[3] مچائے رہتے ہیں ۔ بہتیرا کہتی ہوں کوستی ہوں اور
عاجز آکر ایک آدھ طمانچہ بھی مار بیٹھتی ہوں لیکن دن بھر مجھ کو پریشان کئے رہتے ہیں سگے بھائی بہن
ہو کر ایک لمحہ کو ایک کی ایک سے نہیں بنتی جب سے آپ آ کر رہی ہیں ذرا امن بھی رہی میں بات بات
پر روکتی رہتی ہوں پھر بھی کیا اثر ہوتا ہی ممکن نہیں کہ ان کا شور و غل آپ کو تکلیف نہ دیتا ہو ۔ میم صاحب
کیا ہوا بچے ہی تو ہیں کھیلنے کودنے کی تو ان کی عمر ہی شرارت کیا ہی کرتے ہیں ان کے شور و غل ہی
کی تو گھر میں بستی ہی ۔ اماں جان ۔ مجھ کو حیرت ہی کہ آپ کے بچے کیوں نہیں غل کرتے ۔ میم صاحب کرتے
ہیں مگر نہ ہر وقت ۔ اماں جان ۔ برائے خدا کوئی تدبیر مجھے بھی بتائیے ۔ میں ان بچوں کے ہاتھ سے
سخت عاجز ہوں نہ اپنا دیکھیں نہ پرایا ان کو لڑنے سے کام ان کی وجہ سے میں نے شادی بیاہ میں جانا
کم کردیا لوگ کہتے ہیں تو سچ کیسی بے سری اولاد اٹھائی ہی ناحق شرمندہ ہونا پڑتا ہی ۔ میم صاحب
یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہی جس کیواسطے آپ اتنا سوچ کرتی ہیں بڑے ہو کر آپ درست
ہو جائیں گے ۔ اماں جان ۔ کیا بڑے ہونے کے لئے کوئی اور زمانہ آئے گا اللہ رکھے تیرھویں برس
میں تو یہ میری حلیمہ ہی بہتیرا کہتی ہوں تم بڑی ہو سمجھدار ہو چھوٹوں کے منہ مت لگا کرو چھیڑ چھیڑ کر
لڑتی ہی کچھ ان وقتوں میں ایسے خون سفید ہوگئے ہیں نہ چھوٹوں کو بڑوں کا ادب ہی نہ بڑوں کو
چھوٹوں کی محبت ہی ۔ میم صاحب ۔ بچوں سے کچھ آپ کام بھی لیتی ہیں ۔ اماں جان ۔ کام کیا ہے

[1] تکلیف ۱۲ [2] توراۃ انجیل ۱۲ [3] غل شور ۱۲

خدا کے دیے نوکر چاکر گھر میں ہیں ان کا یہی کام ہے کھائیں اور کھیلیں۔ میم صاحب۔ بس یہی خرابی ہے۔ میں نے تو ہر ایک بچے پر اس کے بساط[1] کے موافق اتنا کام ڈال رکھا ہے کہ اس کو اسی سے فرصت نہیں ملتی۔ ہم سب لوگ چھوٹے بڑے چاہے کوئی موسم میں صبح کے پانچ بجے اٹھ بیٹھتے ہیں ہر ایک نے غسل کیا کپڑے بدلے اور تھوڑا سا ناشتہ کھایا چھ بجتے بجتے میں ان سب کو لیکر شہر کے باہر ہوا کھانے چلی جاتی ہوں اور کوئی ساڑھے سات بجے آٹھ بجے لوٹ آتی ہوں آتے کے ساتھ سب کو لیکر نماز پڑھتی ہوں پھر سب کو سبق پڑھاتی ہوں گیارہ بجے سبق سن کر کھانا کھاتی ہوں اس کے بعد کوئی لکھتا ہے کوئی سیتا ہے دن کو ہم لوگ کبھی نہیں سوتے۔ تین بجے پہلے کچھ کھا لیا پھر دوسرا سبق دیا جاتا ہے پانچ بجے پھر غسل کیا اور کپڑے بدلے ہوا خوری کو نکل گئی سات بجے واپس آئی اتنے میں صاحب آجاتے ہیں سب بچوں کا سبق سنتے اور ہر ایک کا کام دیکھتے اور سب مل کر نماز پڑھتے ہیں نماز کے بعد کھانا کھا سو رہے۔ فرمائیے اب ان کو لڑائی کی فرصت کہاں ہے اور اگر میں ان کو آپس میں لڑتا دیکھوں تو کیا توقع رکھوں۔ جب یہ آپس میں ملاپ نہ رکھیں تو دنیا میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کیونکر گزر کریں گے۔ اماں جان۔ سبحان اللہ آپ نے بڑا عمدہ انتظام کر رکھا ہے اور تب ہی تو تم لوگ سلطنت کر رہے ہو۔ ہم ہندوستانیوں میں عورت کے یہی کام ہیں دو چار کھانوں کی ترکیب سیکھ لی اپنے ہاتھوں اپنے کپڑے سی لئے پڑھنے لکھنے کا تو دستور ہی نہیں نوکر چاکر رکھنے کا مقدور ہوا تو احدی بن کر بیٹھ رہے میم صاحب۔ ہم لوگوں میں ضرورت کی نظر سے ہنر نہیں سیکھتے بلکہ ہنر کو باعث عزت سمجھتے ہیں۔ مجھ کو اپنے باپ کی ایک بات یاد ہے کہ جب مجھ کو انھوں نے ولایت پڑھنے کے لئے بھیجا تو چچا کو چھٹی لکھ دی تھی کہ اسکو کسی اچھے مدرسے میں داخل کر دینا چچا نے لکھا کہ فلانے مدرسے میں بڑی عمدہ اور اعلےٰ درجے کی تعلیم ہوتی ہے مگر وہاں فیس[2] بہت دینی پڑتی ہے میرے باپ نے لکھا کہ دو سو روپیہ مہینہ میں نے اس لڑکی کے حق کا علحدہ کر دیا ہے اس میں اگر کچھ بچے گا وہ اسی کے واسطے جمع ہوتا جائیگا۔ لیکن اگر اس کا کل روپیہ اس کی تعلیم میں صرف ہو تو جمع ہونے سے بہتر ہوگا کیونکہ ہنر کا جمع کیا جانا روپے کے جمع کئے جانے سے کہیں مفید ہے چنانچہ مجھ کو چچا نے اسی بڑے مدرسے میں داخل کیا جس میں فیس اور میرا ضروری خرچ

[1] حیثیت ۱۲ [2] پڑھائی ۱۲

ملا کو دوسو روپیہ کا دوسو روپیہ مہینہ خرچ ہو جاتا تھا۔ جب میرے باپ غدر میں مارے گئے تو اب نہیں سہارا اللہ تھا ناچار مجھ کو مدرسہ چھوڑنا پڑا ایک برس کی کسر رہ گئی ورنہ میں ایک سال اور پڑھتی ماں باپ کے مارے جانے کا رنج اور مدرسے کے ایسی مجبوری کے ساتھ چھوٹنے کا صدمہ میں سچ کہتی ہوں دونوں نے میرے دل پر برابر اثر کیا ہر چند میں ناتمامی کی حالت میں مدرسے سے نکلی پھر بھی میری لیاقت کا چرچا دور دور تھا اور مدرسے سے نکلنے کے ساتھ جب لوگوں نے جانا کہ میں شادی کرنے کو آمادہ ہوں تو سینکڑوں آدمیوں نے مجھ سے شادی کی درخواست کی ہم لوگوں میں یہ بہت اچھا طریقہ ہے کہ شادی لڑکا لڑکی کی رضامندی سے ہوتی ہے میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ رضامندی آپ لوگوں کے مذہب میں بھی شرط ہے مگر میں دیکھتی ہوں کہ اسکا برتاؤ کچھ بھی نہیں ہوتا اکثر بے تمیزی کی حالت میں آپ لوگ اولاد کو بیاہ دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ لوگوں میں اکثر زن و شوہر میں بے لطفی[1] اور ناسازگاری[2] رہا کرتی ہے جب کثرت سے لوگ خواہاں ہوئے تو مجھ کو انتخاب میں بڑی دقت پیش آئی۔ کبھی حسن صورت پر دل فریفتہ ہوتا تھا۔ کبھی طمع دولت رغبت دلاتی تھی۔ کبھی فخر نسب[3] کی خواہش ہوتی تھی مدرسے کی اُستانی جو مجھ پر سگی ماں کی طرح مہربان تھیں میں نے ان سے مشورہ کیا اُنھوں نے مجھ کو یہ نیک صلاح دی کہ علم و لیاقت اور نیکی انسان کے بڑے جوہر ہیں جس میں یہ صفتیں پاؤ اُسی کو اختیار کرو چنانچہ خوب تحقیق و تفتیش کے بعد میں نے ان صاحب کو پسند کیا۔ صاحب بڑے عالم ہیں۔ مدرسے سے خطاب فضیلت حاصل کیا ہے اور نیک اس درجے کے ہیں۔ کہ یہاں کے سارے انگریز پادریوں کے برابر تعظیم کرتے ہیں اور میں تو صاحب کی نیک مزاجی سے اسقدر خوش ہوں کہ سلطنت کی خوشی بھی اُس کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہے صاحب کی تنخواہ تو کچھ بہت نہیں ہے صرف چار سو روپیہ مہینہ پاتے ہیں مگر جس محبت اور مہربانی سے وہ مجھ کو اور بچوں کو رکھتے ہیں میرا منھ نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کر سکوں پندرہ برس میرے بیاہ کو ہوئے کسی بات میں مجھ سے رد و کد کی نوبت بھی نہیں آئی بچوں کے ساتھ کچھ اس طرح مدارات ہے کہ ہر ایک بچہ دل و جان سے فدا ہے جب کچہری سے آتے ہیں تو بچوں کو عید کی سی خوشی ہوتی ہے مگر مجال نہیں کہ کوئی اُن کی خلاف مرضی

[1] بے مزگی ۱۲ [2] ناموافقت ۱۲ [3] ذات کی بڑائی ۱۲

بات کر سکے نہ مارتے ہیں نہ گھرکتے نہ ترش[1] روئی کرتے مگر کچھ ایسا ڈھنگ کر رکھا ہے کہ محبت میں رعب
پیار میں ڈر اور ان ہی کے انتظام سے بچوں کی اصلاح بھی میری خاطر خواہ ہوتی جاتی ہے خدا کا شکر ہے
کہ بیٹے اور بیٹیاں سب میرے کہنے میں ہیں میری بڑی لڑکی کا نام مس روز ہے آپ نے تو کھڑکی میں
قفل لگا رکھا ہے ورنہ میری لڑکیاں تو ایسی ملنسار ہیں کہ دن میں سو سو بار کھڑکی کے پاس آ کھڑی
ہوتی ہیں اور آپ کے بچوں سے ملنے کو ترستی ہیں قفل کھول دینے میں اگر کچھ قباحت نہ ہو تو ایک دن
آ کر ذرا ہمارے گھر کو دیکھئے اس سے خاطر جمع رکھئے کہ سوائے میرے اور میرے بچوں کے کوئی غیر
اندر نہ رہنے پائے گا۔ اماں جان۔ انشاء اللہ تعالے میں کسی دن ضرور آؤں گی۔ اگلے دن اماں جان
ہم سب کو ساتھ لے کھڑکی کی راہ میم صاحب کے گھر میں گئیں تو کیسا صاف ستھرا کہ صحن میں تنکے کا نام
نہیں خانہ داری کا اسباب اس سلیقے کے ساتھ لینے اپنے موقعہ سے رکھا تھا کہ ہم لوگوں میں شادی
بیاہ میں بھی ایسی آرایش نہیں ہوتی ہر ایک چیز نایاب اور قیمتی تو تھی ہی نہیں اکثر چیزیں ایسی تھیں کہ
ہمارے گھر میں بھی تھیں مگر وہاں کی چیزوں پر اور ہی کچھ رونق تھی منہ دھونے کا طسلہ کیسا صاف
منجھا ہوا کہ آنکھ نہ ٹھہرے بید کے مونڈھے کی بھی کچھ اصل ہے مگر تیلیاں چمکتی ہوئیں اوپر ایک دستکار
جالی کا نفیس غلاف سادگی میں تکلف غرض جو چیز تھی صفائی کا نمونہ تھی۔ گھر میں جانے سے جی
چاہے کہ صحن میں کھانا بکھیر کر کھا لیجئے۔ وہاں کا سامان دیکھ کر مجھ کو یقین ہوا کہ صفائی بڑی زینت ہے
میم صاحب کے بچے اپنے اپنے کمروں میں کوئی لکھ رہا تھا کوئی سی رہا تھا سب نے ہم کو آتے دیکھا
بھی مگر کیا مقدور کہ بے ماں کی اجازت کے باہر نکل آئیں۔ میم صاحب نے ہم سب کو ملاقات کے
کمرے میں بٹھایا ہم لوگ تو ادھر ادھر دیکھ ہی رہے تھے۔ اماں جان بھی کن انکھیوں سے چیزوں کو دیکھتی
جاتی تھیں۔ میم صاحب۔ کیا آپ کی تواضع کروں۔ پان میں نہیں کھاتی۔ عطر ہم لوگوں کا شاید آپ کو
پسند نہ ہو خشک مٹھائی کا تو کچھ پرہیز نہیں ایک کشتی منگا طشتریوں میں ہم لوگوں کے روبرو رکھ دیا ہم
لوگوں نے تامل کیا میم صاحب (ہنسکر) اجی بے تامل کھاؤ اس میں تو کچھ قباحت نہیں اور یوں
آپ کے مذہب میں تو ہمارے ساتھ کھانا جائز لکھا ہے اور روم اور مصر میں کوئی مسلمان بھی اس طرح کا
پرہیز نہیں کرتا۔ یہ ہندوستان کے مسلمانوں نے نیا مسئلہ نکالا ہے۔ اماں جان۔ نہیں

[1] مرادی معنے منہ بنانا لفظی معنے منہ کھٹا کرنا ۱۲

پر ہنر کی کیا بات ہے مگر ابھی سب کھانا کھا چکے ہیں۔ میم صاحب کیا ہوا آپ کچھ نقصان کا اندیشہ نہ کیجئے ہم لوگوں کی مٹھائیوں میں بھی دوا ہوتی ہے۔ غرض نہایت نفیس اور لطیف مٹھائی ہم سب نے کھائی اس کے بعد میم صاحب نے اپنے بچوں کو پکارا سب آموجود ہوئے میم صاحب نے بیٹھنے کا اشارہ کیا بچوں کی عقل دیکھئے کہ ہر ایک اپنے ہمجولی کے پاس آکر بیٹھا۔ مس روز میرے پاس بیٹھیں اور پہلا سوال انہوں نے مجھ سے یہی کیا کہ آپ کیا پڑھتی ہیں ان کا پوچھنا تھا کہ مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور میں نے شرمندہ ہو کر کہا کچھ نہیں۔ مس روز نے میری بات کو نہایت تعجب سے سنا اور چپ ہو گئیں پھر اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں۔ اپنے بُنے ہوئے قیمتی اور عمدہ سے عمدہ تکیوں اور کرسیوں کے غلاف میزوں کی چادریں۔ کپڑے کے پھول۔ موزے۔ کتاب میں رکھنے کی نشانیاں۔ گلوبند۔ موباف۔ دستی رومال۔ جھالریں۔ ڈورے کے کام دکھائے۔ میں تو میں اماں جان حیران ہو کر رہ گئیں پھر میم صاحب سب کمروں میں ہم کو لے گئیں کتابوں کی الماری سے ایک کتاب نکال کر اپنے رشتے داروں اور دنیا کی عمدہ عمارتوں اور نامی اور مشہور لوگوں کی تصویریں دکھائیں سگئے تو اس نیت سے تھے کہ ذرا سے ذرا بیٹھ کر چلے آئیں گے مگر کوئی چار گھڑی دن رہ گیا تب اماں جان نے کہا کہ آج میں نے آپ کا بڑا حرج کیا۔ میم صاحب۔ مجھ کو آپ کی ملاقات سے بڑی مسرت حاصل ہوئی اور ہرگز میرا کوئی حرج نہیں ہوا۔ اماں جان۔ مگر گستاخی معاف۔ میں آپ کے پاس سے اداس ہو کر چلی۔ میم صاحب۔ خیر ہے۔ بات تو کہئے۔ اماں جان۔ اب اپنی حالت پر جو نظر کرتی ہوں تو سخت افسوس ہوتا ہے بھلا یہ بھی کوئی زندگی کا ڈھنگ ہے خیر میری تو تیر ہو گئی افسوس یہ ہے کہ اولاد کو بھی میں نے اپنا ہی ایسا اُٹھایا۔ میم صاحب۔ افسوس کی کیا بات ہے ہر ملک کے دہر رسم ہے۔ اماں جان۔ آگ لگے اُس ملک کو جس میں ہنر کا نام نہیں ہم لوگ شہر میں بڑے سلیقہ شعار کہلاتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ ہنر اور سلیقہ آپ لوگوں پر ختم ہے۔ غرض میم صاحب سے رخصت ہو کر گھر آئے تو جدھر آنکھ پڑتی تھی ہر چیز حقیر اور بھونڈی نظر آتی تھی میرا تو یہ حال ہوا کہ اُس رات رنج کے مارے مجھ سے کھانا تک نہیں کھایا گیا۔ اگلے دن میں نے اماں جان سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں مس روز سے کچھ سیکھوں اماں جان۔ بھلا بیٹی مس روز کچھ اپنے دیس کی تو ہیں نہیں کہ جان پہچان کا پاس ہو خدانخواستہ کچھ محتاج نہیں کہ روپے پیسے کا لالچ کریں میں اُن سے کس منہ سے کہوں دیکھو کسی طرح اِن کی ماں سے

دریافت کروں گی۔ میں نے جاکر کھڑکی کھولی دیکھا تو مس روز صحن میں ٹہل رہی ہیں دیکھتے ہی مجھ سے پوچھا آپ کہیں تو میں آپ کے گھر آؤں۔ اماں جان ۔شوق سے۔ اماں جان نے مس روز سے آنے کو تو کہا مگر میں اپنے جی میں کہہ رہی تھی خدا کرے نہ آئیں۔ آئیں گی تو کہاں بٹھائیں گے ۔حسن آرا ۔کیوں کیا تمھارے گھر میں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی میں تو سنتی ہوں تمھارا مکان بڑا عالی شان مکان ہے اور فرش فروش کرسی مونڈھے ہر طرح کا وافر[1] سامان موجود ہے۔ حلیمہ ۔خدا کا دیا سب کچھ ہے مگر میں میم صاحب کے یہاں جاکر دیکھ چکی تھی اُن کے لائق ایک چیز بھی نہ تھی ہمارے یہاں وہ صفائی اور وہ اُجلاپن کہاں ۔حسن آرا ۔کچھ میم صاحب کی وقعت ہی تمھارے ذہن میں جم گئی ہے ورنہ ماشاء اللہ تم بھی خاصی صاف اور ستھری رہتی ہو ۔حلیمہ ۔ہاں تم یوں ہی سمجھو مگر میری طرح میم صاحب کا مکان دیکھے ہوتیں تو جانتیں کہ صفائی کس کو کہتے ہیں ۔حسن آرا ۔بلا سے تم نے مس روز کے لیئے سفید سوزنی بچھوا دی ہوتی ۔حلیمہ ۔آپ کے فرمانے پر موقوف نہ تھا جلدی جلدی جو کچھ ہو سکا کیا ہی مگر کس کس چیز کو چھپاتی ۔جب مس روز چلی آئیں تو میں نے باورچی خانہ کی طرف پشت کر کے کرسی بچھا دی تھوڑی دیر میں آفتاب سامنے آگیا مس روز کرسی پھیر عین باورچی خانے کے سامنے ہو بیٹھیں اور میرا یہ حال کہ اُن کو برابر باتوں میں لگائے جاؤں تاکہ اِدھر اُدھر اُن کی نظر نہ پڑے دو چار باتوں کے بعد مس روز بولیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ مجکو بہن بنا لیجئے ۔میں نے کہا بہن بننے کا تو مُنہ نہیں مجھ کو آپ شاگرد کیجئے اور کچھ سکھائیے تو بڑی مہربانی ہو ۔مس روز ۔پڑھنا لکھنا تو آپ کو اپنے ملک کا سیکھنا چاہیئے مس گریوز جو زنانے مدرسوں کی انسپکٹر ہیں مجھ سے (اُستانی جی کا نام لیا) اِن کے مکتب کی بہت تعریف کرتی تھیں مگر سلائی ہر قسم کی میں سکھا دوں گی اور اس سے زیادہ مجھ کو کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھ سے کچھ سیکھیں ۔میں ۔آپ کی اماں جان تو اس میں کچھ مضائقہ نہ کریں گی ۔مس روز ۔مضائقہ ۔آپ لوگ اِن کے مزاج سے ابھی واقف نہیں ہیں میری والدہ ضرور ہیں مگر از روے انصاف میں نے ایسی نیک عورت کوئی نہیں دیکھی زیادہ رہنے سے خود آپ معلوم ہو جائے گا دوسرے کے لئے میں تو جانتی ہوں شاید اپنی جان تک کا اُن کو دریغ نہیں ہے آپ سے تو ہمسائگی اور ملاقات ہے کوئی ہو اُن کو

---

[1] بہت کثرت سے ۱۲

ہمدردی کرنی ضرور ہیں۔ آپ کی اماں جان کبھی آپ کو گھرکتی تو نہیں۔ مس روز۔ ان کو ہر ایک طرح کا اختیار مجھ پر حاصل ہی مگر خدا مجھ کو ایسی نا فرماں بیٹی نہ بنائے کہ میری اماں جان کو گھرکنے کی نوبت آئے دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی نادانی کی بات ہوگی کہ میں اپنی پیاری اور مہربان اور خیرخواہ اور دلسوز ماں کے خلاف رائے کوئی بات کروں۔ میں۔ چھوٹے بھائی بہنوں سے اور آپ سے کسی بات میں ردوکد ہوتی ہوگی اُس وقت تو آپ کی اماں جان ضرور دخل دیتی ہوں گی۔ مس روز اگر میں اپنے چھوٹوں سے ردوکد کروں تو تف ہی میری بڑائی پر میں اپنے سب چھوٹے بھائی بہنوں کی شکرگذار ہوں کہ وہ لوگ ہر طرح میرا ادب کرتے ہیں اور میں بھی سب کو جان کی طرح عزیز رکھتی ہوں اور سب پر دم دیتی ہوں اور کیونکر نہ دوں اپنے بھائی بہنوں سے بھی کچھ پیارا ہی۔ میں۔ کیا سچ سچ تم بھائی بہنوں میں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔ مس روز۔ بھائی بہن تو بھائی بہن ہم لوگوں کو تو خدا کے فضل سے غیروں کے ساتھ بھی لڑنے کا اتفاق نہیں ہوتا۔ میں آپ کی باتیں سنکر مجھ کو سخت تعجب ہوتا ہی ایسا تو ممکن نہیں کہ اوپر تلے کے بھائی اور بہنوں میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ مس روز۔ اور مجھ کو آپ سے یہ سنکر تعجب ہوا کہ بھائی بہنوں میں لڑائی کا ہونا ضرور ہی۔ میں اجی لڑائی کچھ خدانخواستہ سر پیر نہیں یہی بحث و تکرار۔ مس روز۔ جی ہاں میں سمجھی مگر مجھ کو حیرت ہی کہ وہ کیسے بھائی بہن ہیں جو آپس میں تکرار رکھتے ہیں۔ میں۔ چھوٹے ناسمجھ کسی بات پر ضد کریں تو اُس کا کیا علاج۔ مس روز۔ نرمی سے پیار کے ساتھ اُن کو سمجھا دینا نہ کہ اُن سے لڑنا۔ میں۔ اور اگر وہ نہ سمجھیں۔ مس روز۔ وہ نہ سمجھیں یا بڑا نہ سمجھا سکے ہیں وہ ایک ہی بات ہی۔ مس روز تو یہ بڑے کا قصور ہی۔ میں۔ بھلا صاحب کھانے پہننے کسی چیز کو آپ کا جی چاہتا ہوگا۔ تو آپ کی اماں جان کسی بات میں روک ٹوک نہیں کرتیں۔ مس روز۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہی کہ مجھ کو اپنے کھانے اور پہننے کے واسطے مطلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں مجھ سے زیادہ اماں جان کو میری ضرورتوں کا خیال رہتا ہی اور میں دیکھتی ہوں تو جو چیز مجھ کو درکار ہی اور میری حالت کے لئے مناسب ہی اماں جان بے کہے خود اُس کا سامان کر لیتی ہیں۔ پھر مجھ کو اُس میں دخل دینے سے حاصل۔ میں۔ بھلا کبھی کسی نوکر چاکر پر آپ کو خفا ہونے کا اتفاق ہو۔ مس روز۔ میری اماں جان نے تو مجھ کو یہ تعلیم کیا ہی کہ اگر آدمی جس کا بال بال گنہگار اور خطاوار ہی چاہتا ہی کہ اُسکی خطاؤں سے

درگزر[1] کیا جائے تو چاہیے کہ وہ اپنی زیردستوں کی خطاؤں سے درگزر کرے پھر نوکروں پر خفا ہونے کا
کیا موقع ہے۔ میں۔ تب ہی اتنے دن آپ کو اس مکان میں رہتے ہوئے آواز تک نہیں سُن پڑی۔
مس روز۔ خدا کا شکر ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اسی طرح گھر کو غل غپاڑے سے خالی پاتی
ہوں۔ میں۔ کیوں صاحب کیا کسی بات پر چھوٹے بچوں کو آپ کے گھر مار نہیں پڑتی۔ مس روز۔ اگر
خدانخواستہ بچوں کو مار پیٹنے کی ضرورت ہو تو ہم سمجھیں کہ ان کی خرابی علاج سے درگزری مار پیٹ
آخری درجہ بچوں کی سزا کا ہے جیسے پھانسی۔ آخری درجہ مجرموں کی سزا ہے۔ میں۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ سینا
پرونا۔ آپ نے اپنی اماں جان سے سیکھا یا کسی دوسری سے۔ مس روز۔ بہت کچھ اپنی اماں جان سے
اور تھوڑا سا مدرسے میں پڑھنے پر بھی۔ میں۔ آپ کی اماں جان نے کبھی نہیں مارا۔ مس روز۔ کبھی
نہیں۔ میں (ہنسکر) آپ مجھ کو مار لیجیے گا۔ مس روز (ہنسکر) ضرور لیکن اسی طرح کی مار جیسی میں نے
کھائی ہے۔ میں۔ کب سے شروع کرائیے گا۔ مس روز۔ ابھی۔ میں۔ آپ اپنی اماں جان سے تو پوچھ
لیجیے۔ مس روز۔ میں کہہ چکی ہوں کہ ایسے کاموں میں ان سے دریافت کرنے کی مطلق ضرورت نہیں
میں۔ کیا ہوا پھر بھی آپ احتیاطاً اُن سے اجازت لے لیجیے۔ مس روز نے جیب سے کاغذ پنسل
نکال وہیں بیٹھے بیٹھے ماں کو رقعہ لکھ کر بھیجا اُسی کی پشت پر یہ جواب لکھا آیا کہ اگر تم بی ہمسائی کی بیٹی
کو (کہ مجھے تمھاری طرح عزیز ہیں) کچھ سکھا سکو تو جتنی محنت تم نے ان کاموں کے سیکھنے میں
کی ہے اس سے بہتر اس کا انعام نہیں اور بے شک اگر ہم بی ہمسائی کی بچوں کو سکھانے میں
کوشش نہ کریں تو ہمارا یہاں رہنا لاحاصل محض ہے اور جب یہاں سے اُٹھیں گے تو یہ حق
اپنی گردن پر لے جائیں گے اگر تم کسی تدبیر سے ان لوگوں کو سیکھنے پر آمادہ کر سکو تو میں نہایت
خوش ہوں گی اور میں آیندہ کی کوششوں میں ہر طرح تمھاری شریک رہوں گی غرض یہ کہ
اُسی دن سے میں نے اس مکتب میں آنا شروع کیا اور مس روز نہایت مہربانی سے مجھ کو سینا
سکھایا کرتی ہیں مگر پھر پھر بھی اس طرح کا نیک ہے کہ میں نے تو اس قسم کے آدمی نہیں دیکھے دو ہی
مہینے میں تمام محلے کو گرویدہ[2] کر لیا ہے غربا[3] کو چپکے چپکے بہت کچھ ملتا ہے کوئی بیمار پڑے میم صاحب

[1] یعنی آدمی اگر یہ چاہتا ہو کہ خدا اُس کے قصور معاف کرے ۱۲ [2] یعنی اپنا لیا ہو ۱۲ [3] غریبوں کو ۱۲

اپنے پاس سے مفت دلاتی ہیں اور دل جوئی[لہ] کیسی کہ کوئی اپنا بھی نہ کرے۔ ایک دن علیمہ میری چھوٹی
بہن کا جی اچھا نہ تھا میم صاحب پہر دن رہے سے آدھی رات تک بیٹھی رہیں کبھی یہ دوا پلا کبھی وہ دوا
پلا۔ بہتیرا اماں جان نے کہا آپ جا کر آرام کیجیے۔ بہت رات گئی سرکیں تک نہیں۔ جب علیمہ سو گئی
اور آرام ہو گیا تب گئیں یہ بات میں نے ان ہی میں دیکھی اپنے اوپر مصیبت ہو تو بڑی مستقل مزاج
بڑی مضبوط۔ بڑی صابر بھول کر بھی زبان پر نہ لائیں اور دوسرے کی آنکھیں دکھتی بھی سن پائیں تو
پھر ان کی آنکھیں بیتاب ہو جائیں۔ حسن آرا۔ ہم تو میم صاحب کی حد سے زیادہ تعریف کرتی ہیں لوگ تو انگریزوں
کو عموماً برا سمجھتے ہیں۔ علیمہ۔ ان کو انگریزوں سے سابقہ نہ پڑا ہوگا ہمارا بھی یہی حال تھا ڈرتے ڈرتے
ہم لوگوں نے میم صاحب سے ملاقات کی اور بہت دنوں تک دل میں کھٹکتے رہے۔ معاملہ پڑا تو جانا۔
حسن آرا۔ اچھی اتنی نیک ہیں تو باہر کیوں نکلتی ہیں۔ استانی جی۔ اپنی رسم۔ اپنا دستور۔ پردے
کا دستور مسلمانوں میں ہے اب ہندو بھی مسلمانوں کی دیکھا دیکھی عورتوں کو پردے میں چھپانے لگے
ہیں ورنہ روئے زمین پر اور کسی قوم میں پردے کا رواج نہیں۔

علم تاریخ کا تذکرہ اور آدمیوں کی مختلف رسمیں

حسن آرا۔ آدمی آدمی ایک ذات رواج کا مختلف ہونا بڑی حیرت کی بات ہے۔ استانی جی۔ ایک
رواج کا اختلاف۔ اچھی صورتیں۔ قد و قامت۔ لباس۔ وضع۔ بولی۔ راہ و رسم مذہب سبھی
میں تو اختلاف ہے دنیا میں کوئی دو ہزار تو بولیاں ہیں ملکوں کی تاریخ پڑھو تو معلوم ہو عجب عجب
دستور ہیں تاریخ چین میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہاں چھوٹا پاؤں بڑی خوبصورتی کی بات سمجھی
جاتی ہے بچپن میں لڑکیوں کو لوہے کی جوتیاں پہنا دیتے ہیں تاکہ پاؤں بڑھنے نہ پائے بڑھنے ہو کے
پر چھوٹے چھوٹے پاؤں بدن کا بوجھ نہیں سہار سکتے اور چلنے میں عورتیں گر گر پڑتی ہیں اور اس کو
داخل نزاکت سمجھتے ہیں چینیوں میں چپٹی ناک کی بڑی تعریف ہے ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ چہرہ ہونا
چاہیے سپاٹ اور ناک اگر ابھری ہوئی رہے تو اس سے چہرے کی ہمواری باقی نہیں رہتی۔

لہ خاطرداری تسلی۔

اس خیال سے چین کے لوگ بڑی بڑی حکمتوں سے ناک کے بانسے کو دباتے ہیں۔ مرہٹے۔ بیوہ عورت کا سر منڈا دیتے ہیں۔ راجپوت لڑکیوں کو پیدا ہوتے کے ساتھ مار ڈالتے ہیں۔ عرب کی عورتیں کئی کئی نکاح کرتی ہیں۔ جاپان میں سیاہ دانتوں کو بہت پسند کرتے ہیں اور عورت جب بیاہی جاتی ہے تو اپنی بھوؤں کے بال بالکل نوچ ڈالتی ہے۔ افریقہ میں عورتیں دانتوں کو رتوار تواکر نوکدار بنواتی ہیں ہمالیہ میں سرحد چین پر ایک مقام ہے جہاں مرد تو خانہ داری کے کام کرتے ہیں اور عورتیں باہر سودا سلف کھیتی باڑی وغیرہ برما میں دوکان داری عموماً عورتوں سے متعلق ہے۔ غرض ہر ملکے و ہر سمے حسن آرا۔ آخر اس اختلاف کا سبب کیا ہے شروع میں تو سب ایک آدم کی اولاد ہیں۔ استانی جی۔ آدم کی اولاد جب بہت بڑھ گئی تو ایک جگہ رہ نہیں سکتی تھی دس دس ہزار بیس بیس ہزار کے غول اطراف و جوانب میں جا بسے اور وطن اصلی سے کچھ تعلق نہ رہا شدہ شدہ اختلاف اس درجے کو پہنچا کہ گویا دو ملک کے لوگ ایک آدم کی نسل سے نہیں ہیں۔

اجرام فلکی[1] اور علم ہیاۃ کے اصول سرسری طور پر اور تھوڑا سا چاند گہن اور سورج گہن کا بیان

حسن آرا۔ کچھ خدا کی قدرت میں عقل کام نہیں کرتی کتنی بڑی زمین بنا دی ہے کتنے سارے آدمی بسا دیے ہیں۔ استانی جی۔ خدا کی قدرت کے آگے تو زمین نہایت چھوٹی ہے اس قادر مطلق نے تو ایسے ایسے عالم بےشمار پیدا کر دیے ہیں کہ ان کے مقابلے میں زمین کی کچھ حقیقت نہیں۔ حسن آرا۔ وہ کون عالم عاقبت۔ استانی جی۔ عاقبت نہیں۔ یہ ستارے جو تم آسمان میں دیکھتی ہو حسن آرا۔ یہ زمین سے بڑے ہیں۔ استانی جی۔ بہت بڑے ہیں۔ حسن آرا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ سچ مچ میں کچھ اندھی تو نہیں ہو گئی۔ استانی جی۔ خدا نہ کرے۔ حسن آرا۔ یہ ستارے جو آسمان میں ٹمٹماتے رہیں ان کو آپ زمین سے بڑا فرماتی ہیں مجھ کو تو بہت ہی ننھے ننھے اور چھوٹے چھوٹے

[1] آسمانی چیزیں ستارے وغیرہ ۱۲

معلوم ہوتے ہیں۔ اُستانی جی۔ تم اکیلی کو کیا سبھی کو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں گر واقع میں بہت بڑے ہیں آنکھ کا قاعدہ ہی کہ دُور کی چیز کو چھوٹا دیکھتی ہی اس نقص کے رفع کرنے کو عقلمندوں نے دوربین ایجاد کی وہ بھی ایک قسم کا شیشہ ہی مگر دُور کی چیز اُس کے ذریعے سے بڑی نظر آتی ہی۔ جن کتابوں میں چاند سورج اور ستاروں کا بیان ہوتا ہی وہ علم ہیاۃ کی کتابیں کہلاتی ہیں مجھ کو خوب یاد ہی کہ جب میرے والد نے اپنا تصنیف کیا ہوا رسالہ سیر آسمان مجھ کو پڑھایا ہی تو بات بات پر تم سے زیادہ تعجب مجھ کو ہوتا تھا بلکہ میں نے اپنے والد سے عرض بھی کیا کہ یہ باتیں مجھی کو عجیب معلوم ہوتی ہیں یا فی الواقع عجیب ہیں تو جناب والد نے فرمایا کہ انسان ناقص العقل جو کچھ زمین پر دیکھتا ہی اپنی کم فہمی کی وجہ سے جانتا ہی کہ خدا کی قدرت اسی میں منحصر ہی اور اُس کی کاری گری کے تمامتر کرشمے یہی ہیں اور خدائی کارخانے سب اُس نے سمجھ لیے ہیں انسان کا حال بعینہ گولر کے بھنگے کا سا ہی کہ وہ اُسی کے اندر پیدا ہوا اور اُسی کو جہان خیال کرتا ہی۔ لیکن سچ یہ ہی کہ دنیا کی پیدائش سے لیکر اب تک جو کچھ انسان نے جانا اور سمجھا ہی وہ خداوند عالم کے کارخانۂ قدرت میں ایسا ہی جیسے سمندر کے آگے ایک ننھی سی بوند بلکہ اس سے بھی کم۔ حسن آرا۔ اچھا پھر اُستانی جی کیا سچ مچ زمین سورج سے چھوٹی ہی۔ اُستانی جی۔ ہاں ہاں چھوٹی بھی کیسی چھوٹی جیسے بڑے مٹکے کے آگے مٹر کا دانہ۔ حسن آرا۔ بھلا آفتاب ہم سے دُور کس قدر ہوگا۔ اُستانی جی۔ پونے پانچ کروڑ کوس۔ حسن آرا۔ پونے پانچ کروڑ کوس لے ہے کچھ سمجھ میں بھی تو نہیں آتا۔ اُستانی جی۔ میں۔ آفتاب کی دوری تم کو دوسری طرح سمجھاؤں توپ کا گولہ کتنا تیز چلتا ہی بھلا تمھارے ذہن میں اس کی رفتار کا کچھ اندازہ ہی۔ حسن آرا۔ کوئی ریل سے دوگنا اُستانی جی۔ نہیں۔ ایک منٹ میں ڈیڑھ میل یعنی گھنٹے میں کوئی سو میل اور ریل کو تو گھنٹے میں تیس میل سے زیادہ چلتے ہوئے نہیں سُنا۔ شاید انگریزوں کی ولایت میں کچھ زیادہ تیز ہوگی۔ حسن آرا۔ گھنٹے کا حساب مجھ کو محمودہ بیگم نے بتایا تھا پر خیال سے اُتر گیا اچھی اُستانی جی ذرا آپ پھر سمجھا دیجئے اُستانی جی۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے اور گھنٹے کا ساٹھواں حصہ منٹ۔ حسن آرا۔ ہاں تو گولہ ایک منٹ میں ڈیڑھ کوس جاتا ہی (پھر سوچ کر) ایک منٹ میں ڈیڑھ کوس۔ اُستانی جی۔ اگر زمین سے توپ چھوڑی جائے تو ۱۹ برس میں گولہ آفتاب پر پہنچے۔ حسن آرا۔ اے ہے خدا کی پناہ کیا ٹھکانا ہی۔ حسن آرا۔ اور چاند زمین سے کتنا بڑا ہی۔ اُستانی جی۔ چاند بڑا نہیں چھوٹا ہی۔ حسن آرا

تو کچھ پاس بھی ہوگا۔ اُستانی جی۔ ہاں ایک لاکھ بیس ہزار کوس دُور ہے۔ حسن آرا۔ اچھی اُستانی جی یہ نور کے
اتنے بڑے گولے اللہ میاں نے اسی واسطے بنائے ہوں گے کہ زمین پر ان کی روشنی پہنچے اُستانی جی
آفتاب تو اپنی ذات سے روشن ہے مگر چاند کا یہ حال نہیں وہ ہماری زمین کی طرح بے نور ہے۔ حسن آرا
کیا جس طرح آنکھ ستاروں کے قد و قامت میں غلطی کرتی ہے ان کی چمک میں بھی غلطی کرتی ہے اُستانی جی
چمکدار تو سب ستارے ہیں۔ لیکن جو ستارے اپنی ذاتی چمک نہیں رکھتے۔ آفتاب کی شعاع جس طرح
زمین پر پڑتی ہے اور زمین چمک اُٹھتی ہے اسی طرح وہ ستارے بھی آفتاب کی دھوپ پڑنے سے ہم کو
چمکدار نظر آتے ہیں۔ حسن آرا۔ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض ستارے بے نور ہیں۔
جیسے چاند اور بعض مثل آفتاب اپنی ذات سے روشن۔ اُستانی جی۔ تم نے ٹھیک سمجھا یہی حال ہے۔
حسن آرا۔ مگر آفتاب کے برابر تو کسی میں چمک نہیں۔ اُستانی جی۔ آفتاب تو پھر بھی پاس ہے ستارے
اس قدر دور ہیں کہ بیاں نہیں ہو سکتا۔ حسن آرا۔ بھلا جو ستارے اپنی ذات سے روشن نہیں ہیں
کیا آفتاب کی شعاع اِن پر ہر وقت رہتی ہے زمین پر تو ہر وقت نہیں رہتی۔ اُستانی جی زمین پر بھی ہر
وقت رہتی ہے۔ حسن آرا۔ اُستانی جی۔ رات کے وقت جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو دھوپ
کہیں بھی نہیں ہوتی۔ اُستانی جی۔ زمین گول ہے جس طرف سے آفتاب کے سامنے ہوئی وہاں دن
ہوا اور دوسری طرف اندھیرا جس کو رات کہتے ہیں اسی طرح ستاروں کی بھی ایک نہ ایک طرف آفتاب
کے سامنے رہتی ہے۔ حسن آرا۔ زمین تو بے دھوپ کے بھی نظر آتی ہے مگر تارے جلتے ہیں چمکتے ہی
ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسکا کیا سبب ہے۔ اُستانی جی۔ اِس کا سبب ہے دور ہونا۔ ستارے اتنی
دور ہیں کہ صرف روشنی کے سہارے سے ہم کو ٹمٹماتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں ورنہ کیا اُمید انکے
نظر آنے کی ہے۔ حسن آرا۔ تارے دن کو کوئی نہیں دکھائی دیتے۔ اُستانی جی۔ خود آفتاب
کی دہکتی ہوئی شعاعیں ہم پر پہونچتی ہیں تاروں کی مدھم چمک نظر نہیں آتی جیسے دن کو چراغ کا نور
پھیکا پھیکا ہو جاتا ہے۔ حسن آرا۔ یہ جو آپ نے فرمایا کہ زمین کی ایک طرف اُجالا اور دوسری طرف
اندھیرا رہتا ہے بات تو ٹھیک ہے گول چیز کو روشنی کے سامنے رکھیں گے تو سامنے والی طرف
اُجالا ہوگا اور دوسری طرف تاریکی مگر چاہیئے تھا کہ زمین پر جہاں دن تھا سدا دن رہتا اور جہاں
رات تھی سدا رات۔ اُستانی جی کشش جانتی ہو۔ حسن آرا نے تامل کیا۔ محمودہ۔ ایں ابھی سے

بھول گئیں وہ کشش جس کے اثر سے چیزیں زمین پر گرتی ہیں۔ حسن آرا۔ ہاں جانتی ہوں پھر اُستانی جی وہ کشش صرف زمین ہی میں نہیں ہی۔ ہر ایک چیز ایک دوسری کو کھینچ رہی ہی۔ چاند۔ سورج۔ ستارے سب ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اس کھینچا تانی کا آخر یہ اثر ہوا کہ زمین ملا کر گیارہ ستارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔ حسن آرا۔ زمین بھی ستارہ ہی۔ اُستانی جی۔ بیشک۔ حسن آرا اچھا زمین آفتاب کے گرد گھومتی سہی اس سے رات دن کا ادل بدل تو لازم نہیں آتا۔ اُستانی جی سہی کیا معنی یوں کہو گھومتی ہی اور رات دن کا ادل بدل یوں ہی کہ زمین اپنے اوپر بھی پلٹے کھاتی جاتی ہی ایک پلٹے کا نام رات دن ہی اور آفتاب کے گرد ایک چکر کا نام برس۔ حساب سے یہ نکلا کہ ایک گھنٹے میں اٹھارہ ہزار میل زمین اپنے چکر میں چل جاتی ہی اور جس طرح ریل اور ناؤ کے بیٹھنے والوں کو ریل اور ناؤ کی حرکت معلوم نہیں ہوتی ہم لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ زمین کہاں جا رہی ہی۔ حسن آرا۔ صرف گیارہ ستارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اور باقی۔ اُستانی جی۔ باقی ٹھہرے ہوئے ہیں اور کون جانے شاید ان ٹھہرے ہوئے ستاروں میں ایک ایک بجائے خود آفتاب ہو اور اس کے گرداگرد اور ستارے گھومتے ہوں جو ہمکو نظر نہیں آتے۔ حسن آرا۔ ایسا نہ ہو گھومتے گھومتے یہ گولے ایک دوسرے سے ٹکرا اٹھیں۔ ایسی اُستانی جی تب کیا ہوگا اُستانی جی۔ عجب نہیں کہ قیامت اسی طرح آئے بلکہ آفتاب کے گرد گھومنے والے چار ستارے انگریزوں نے نئے دیکھے ہیں لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ وہ چاروں کبھی ایک تھے نہیں معلوم کب اور کیونکر ٹوٹ کر چار بن گئے۔ حسن آرا۔ اِن ستاروں سے کچھ چندان روشنی تو ہم کو پہنچتی نہیں بھلا آفتاب ماہتاب تو قدرتی مشعلیں ہیں یہ ستارے اللہ میاں نے کیوں بنائے ہیں۔ اُستانی جی۔ تم ہی کو اللہ میاں نے کیوں بنایا ہی اپنی قدرت کے بھید وہی خوب جانتا ہی۔ جس طرح زمین ایک جہان ہے ہر ہر ستارہ بجائے خود ایک جہان ہی شاید ان میں بھی ہم جیسے انسان بستے ہوں۔ حسن آرا۔ یہ صرف آپ قیاساً فرماتی ہیں یا ستاروں میں آدمیوں کا رہنا تحقیق ہوا ہی۔ اُستانی جی۔ قیاسی بات ہی لیکن قیاس معقول ہی کچھ نامعقول نہیں۔ بعض ستاروں میں پہاڑ۔ سمندر۔ برف۔ بادل۔ ہوا۔ یہ چیزیں تحقیق ہوئی ہیں۔ پس کیا عجب ہی کہ آدمی بھی ہوں۔ چاند میں جو ایک دھبا سا دکھائی دیتا ہی جانتی ہو کیا ہی۔ حسن آرا۔ میں نے تو سنا ہی کہ کوئی بڑھیا چاند میں بیٹھی چرخہ کاتا کرتی ہی (سب ہنسنے لگے) اُستانی جی۔ یہ پہاڑوں کی بڑھیا ہی حسن آرا

جتنی باتیں آپ نے فرمائیں سب میرے دل نے قبول کیں اور علم ہیاۃ بڑی دلچسپ چیز ہی - اور میں تو رسالہ سیر آسماں ضرور پڑھوں گی - رابعہ نے آہستگی سے حسن آرا کے کان میں کہا کہ چاند اور سورج کو کبھی گہن لگتا ہی اُسکا سبب بھی اُستانی جی سے پوچھ لو - حسن آرا - پوچھنے کی کیا ضرورت ہی تمام دنیا اس کا سبب جانتی ہی کہ یہ ایک طرح کا عذاب الٰہی ہی - رابعہ - ہاں لوگ تو کہتے ہیں مگر شاید پوچھنے سے کوئی ٹھیک بات دریافت ہو - حسن آرا - میں تو ایسی موٹی بات پوچھ کر خفیف ہونا نہیں چاہتی - اُستانی جی نے - اِن دونوں کی سرگوشی سنکر پوچھا کیا ہی - حسن آرا - جناب کچھ بھی نہیں - رابعہ - چاند گہن اور سورج گہن کا سبب دریافت کرتی تھیں سو میں نے بتا دیا - اُستانی جی - کیا - حسن آرا - عذابِ الٰہی - اُستانی جی عذاب نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور اُس کا جلال[1] - اور سبب گہن کا یہ ہوتا ہی کہ شعاعِ آفتاب اوٹ میں آجاتی ہی - حسن آرا - کچھ خوب سمجھ میں نہیں آیا - اُستانی جی - میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ زمین اور چاند اپنی ذات سے نورانی نہیں گھومتی گھامتی جب سورج اور چاند کے بیچ میں زمین آپڑے گی چاند گہن ہوگا - اور جب سورج اور زمین میں چاند حائل ہوگا تو سورج گہن مگر یہ باتیں بہت مشکل ہیں اور ابھی تم کو ان کا سمجھنا دشوار ہی - انشاء اللہ جب تم رسالہ سیر آسماں کے پڑھنے کی لیاقت حاصل کرو گی تو میری باتیں بخوبی تمھارے ذہن نشین ہو جائیں گی -

حسن آرا کا مکتب سے رُخصت ہونا

ہم شروع کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ حسن آرا مکتب میں بیٹھی تو گیارہویں برس میں تھی جب اُسکو تیرھواں برس ختم ہو کر چودھواں برس لگا تو سسرال والوں کی طرف سے بیاہ کا تقاضا شروع ہوا اس عرصے میں حسن آرا نے سارا قرآن مجید پڑھا اور چونکہ دو سیپارے روز تلاوت[2] کا معمول تھا ایسا یاد تھا کہ گویا حفظ ہی اُردو بے تکان اور بے تکلف لکھتی پڑھتی تھی - سواد[3] خط بھی کچھ بُرا نہ تھا قرآن کا ترجمہ اور کنز المصلے قیامت نامہ - راہ نجات - وفات نامہ - قصۂ شاہ روم - قصۂ سپاہی زادہ - معجزہ شاہ یمن رسالہ مولد شریف مشارق الانوار - اتنی تو مذہبی کتابیں اِس کی نظر سے گزر گئیں اور ان کے علاوہ حساب ضروری

[1] بزرگی اور شان ۱۲ [2] پڑھ لینے کا ۱۲ [3] زبانی یاد ہی ۱۲ [4] یعنی شان خط ۱۲

قاعدۂ کسر تک اور ہندوستان کا جغرافیہ ہندوستان کی تاریخ ۔ چند پند منتخب الحکایات ۔ مرأۃ العروس سب کچھ سیکھ پڑھ کر فارغ ہو گئی اردو کے اخبار بے تامل پڑھ کر سمجھ لیا کرتی تھی اور لکھنے پڑھنے کے علاوہ خانہ داری کے جو ہنر عورتوں کو درکار ہیں سب اس نے حاصل کئے اور معلومات مفید کا اتنا ذخیرہ اس نے فراہم کر لیا کہ وہ اس کو تمام عمر کی آسایش[1] اور مسرت[2] کے لیے کافی تھا کتاب کے ذریعے سے جو کچھ اس نے سیکھا اس کا ہزار چند استانی اصغری خانم اور مکتب کی لڑکیوں سے باتوں باتوں میں حاصل کیا جب اس کے بیاہ کی تاریخ قریب پہنچی تو ہر چند گھر والوں نے اس کو مکتب جانے سے روکا مگر اس کو مکتب سے کچھ ایسا اُنس ہو گیا تھا کہ ایک لمحہ مکتب سے جدا رہنا اس کو شاق[3] تھا حسب دستور مکتب میں آتی رہی یہاں تک کہ مائیوں بیٹھنے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تب تو ناچار سلطانہ بیگم خود استانی اصغری خانم کے پاس آئیں سلام و دعا اور مزاج پرسی[4] کے بعد سلطانہ بیگم بولیں ۔ استانی جی ۔ تم میں ایسا جی پڑا تھا کہ ہر روز کہتی تھی آج جاؤں کل جاؤں لیکن تمہاری اس لونڈی کے بیاہ برات کی فکر میں ایک دم کی چھٹی نہیں ملتی ۔ سیتی میں نہیں پروتی میں نہیں ۔ مگر کام ہے کہ سمٹنے ہی میں نہیں آتا آخر آج میں زبردستی نکل کھڑی ہوئی ۔ سو کام کا حرج کیا اور میں نے کہا کہ چلوں ذرا کھڑے کھڑے استانی جی سے تو مل آؤں ۔ استانی جی ۔ درست ہے یہی تو کام کا وقت ہے آپ نے ناحق تکلیف کی مجھی کو بلا بھیجا ہوتا ۔ میں بھی دن رات آپ ہی کے کام میں لگی لپٹی رہتی ہوں جو جوڑے جہیز میں بننے سینے اور مصالح ٹانکنے کو آپ کے یہاں سے منگوا لیے تھے سب تیار ہیں پہلے تو میرا جی ڈرتا تھا کہ جوڑے ماشاء اللہ بھاری[5] ہیں اور خدا کے فضل سے امیر گھر جانے والے ہیں ایسا نہ ہو یہ لڑکیاں کہیں بگاڑ دیں مگر نہیں حسن آرا کی محبت سے لڑکیوں نے خوب ہی جی لگا کر سیا اور مصالح بھی بہت ہی صفائی سے ٹانکا اس جوڑی گلبدن کے پائجامے میں جو میں نے پرسوں سلوا کر بھیجا ہے ذرا کلیوں کا گوکھرو کچھ زیادہ گیا ہے بہتیرا شہر بانو کہتی رہی کہ استانی جی لاؤ اُدھیڑ کر پھر ٹانک دوں میں نے کہا خیر رہنے بھی دو اُدھیڑنے سے گوکھرو خراب ہو جائیگا آئندہ اس کا خیال رکھنا

[1] آرام ۱۲ [2] خوشی ۱۲ [3] ناگوار ۱۲ [4] مزاج کے پوچھنے کے بعد ۱۲
[5] یعنے قیمتی ہیں ۱۲

سلطانہ بیگم۔ وہ جوڑا میں نے اپنی یہاں کی مغلانیوں[1] کو دکھایا تھا پھڑک گئیں اور کہنے لگیں یہ بھر کہاں مردوں کی جُٹکی اور کہاں عورتوں کی۔ میں بولی ارے مردوں کا یہاں کیا مذکور۔ مغلانیاں۔ اے حضور یہ جوڑا میاں علی[2] جان کے کارخانے کا ٹانکا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ اسی سے ٹانکا ایسا درست بیٹھا چلا گیا ہی تو لونڈیوں کے غرض کرنے کا یہ مطلب تھا کہ عورتوں کا کام کیسا ہی سُجل[3] کیوں نہ ہو مردوں کے کام کو نہیں پا سکتا۔ میں۔ کہاں کے علی جان اور کیسے مرد یہ جوڑا تو میری اُستانی جی کے مکتب کی لڑکیوں نے سیا اور ان ہی نے اس میں مصالح ٹانکا ہی۔ یہ سنکر مغلانیاں بار بار جوڑے کو کھول کھول کر بغور دیکھتی تھیں اور کہتی تھیں حضور فرماتی ہیں تو ہم کو یقین ہی۔ لیکن عورتوں کے ہاتھ میں یہ صفائی اور یہ ستھراپن ہم نے تو نہیں دیکھا۔ اُستانی جی۔ خیر اور جوڑوں کی سلائی مجھ کو بھی پسند ہی۔ پھر آپ نے حسن آرا بیگم کے تمام جوڑے ہیں بھیجدیے ہوتے لڑکیاں تو خوشی خوشی سی دیتیں۔ سلطانہ بیگم۔ اور یہ سارا جہیز کس نے سیا اور کس نے ٹانکا مغلانیوں سے تو ہیں نے صرف موٹا کام لیا۔ چاندنیاں ہوئیں۔ گٹھڑیاں ہوئیں۔ دسترخوان ہوئے۔ سوزنیاں ہوئیں موباف۔ کُنسے غلاف۔ تکئے۔ توشک۔ لحاف۔ اس طرح کی چیزیں البتہ مغلانیوں نے سی ہیں۔ یا ہاں شب[4] خوابی کے کپڑے باقی پہننے کے کپڑے اکثر تو مکتب میں اور کچھ تھوڑے باجی اماں کے یہاں سئے پروے گئے۔ اُستانی جی۔ الٰہی خیر سے حسن آرا بیگم کو نصیب ایک یہ ہزاروں اور گھِس پس کر پُرانے ہوں۔ سلطانہ بیگم۔ ٹھنڈا سانس بھر کر۔ ہاں۔ اُستانی جی دعا کیجئے۔ اللہ نصیب اچھے کرے بیٹیوں کا بھی کچھ عجب نازک معاملہ ہی کن کن مصیبتوں سے پالو پرورش کرو اور پھر دشمن[5] پرایا کیا کروں کچھ بن نہیں پڑتی ورنہ میں حسنا[6] کو اپنی نظروں سے دُور نہ ہونے دیتی شہر میں ایک سمدھیانہ[7] کر کے وہ وہ آفتیں اُٹھائیں کہ میں نے آگے کو توبہ کی اور کان اُمیٹھا ورنہ حکیم صاحب[8] بیچارے کا کچھ قصور نہیں کیسی کیسی باتیں حسنا کے واسطے منگوائیں ایک سے ایک بڑھی چڑھی میں نے کہا حاشا[9]

لہ امیر زادی کے گھر جو عورتیں سلائی کا پیشہ کرتی ہیں مغلانیاں کہلاتی ہیں ۱۲ سلہ دہلی میں بڑے نامی ٹھُپے تھے اب علی جان تو انتقال کر گئے مگر اُن کا کارخانہ ویسا ہی نامی ہی ۱۲ سلہ عمدہ ۱۲ سلہ پہنکر سونے کی ۱۲ شہ ال ۱۲ سلہ حسن آرا کا پیار کا نام ۱۲ سلہ بڑی بیٹی جمال آرا کی سسرال ۱۲ شہ حسن آرا کے والد ۱۲ شہ ہرگز نہیں ۱۲

ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائیگی میں شہر میں اب بیٹی نہ دوں گی کالا مُنہ ایسے شہر کا جس میں یہ کچھ رسوائی اور فضیحت ہو سو استانی جی اب دیہات والوں سے معاملہ کیا ہو خدا کے ہاتھ شرم ہی۔ اُستانی جی حُسن آرا بیگم سے آپ مطمئن رہئے اول تو جھجر والے خود بڑے رئیس ہیں دوسرے خاک چاٹ[1] کر کہتی ہوں آپ انشاء اللہ دیکھ لیجئے گا کہ بیاہ کے دوسرے تیسرے ہی مہینے حسن آرا بیگم تمام ریاست کے سیاہ و سفید[2] کی مالک نہ بن بیٹھیں تو مجھ کو اُلٹا الاہنا[3] دیجئے گا کیا آپ کو حسن آرا بیگم کے مزاج میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ سلطانہ بیگم۔ فرق تو آپ کی عنایت سے زمین آسمان کا ہو آپ کے فیضان تعلیم نے خاک کو اکسیر۔ تانبے کو کندن۔ ذرّے کو خورشید[4]۔ پتھر کو لعل سفید[5]۔ حیوان کو آدم۔ حسنا کو ماشاء اللہ حسن آرا بیگم بنا دیا۔ اس کی خوبی تقدیر کی ایک یہی بڑی نشانی ہو کہ وہ شاگرد اور آپ جیسی اُس کی اُستانی ہو۔ یہ ایسا احسان آپ نے ہم سب گھر والوں پر کیا کہ جب تک جئیں گے آپ کے مرہون منت[6] رہیں گے۔ مگر جب سے حسنا نے بیاہ کی طیاری ہوتی دیکھی ہو کچھ سہم[7] سی گئی ہو یوں ہی گھر میں اس کا جی نہیں لگتا تھا اب اور بھی دل اُچاٹ سا ہو گیا ہو۔ نہ کھاتی ہو نہ پیتی ہو نہ کسی سے بولتی اور بات کرتی ہو ارادہ تھا کہ پورے مہینے بھر مائیوں بٹھاؤں گی۔ اِس کی حالت دیکھکر میں نے کہا کہ مائیوں سے بدتر تو یہ خود ہوتی جاتی ہو رنگت زرد ہو گئی ہو آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں چہرہ دیکھو اُداس صورت دیکھو غمگین میں کہتی ہوں اس کو اتنا فکر کیوں ہو اس عمر میں تو لڑکیوں کو دُلہن بننے کی بڑی خوشی ہوتی ہو۔ اُستانی جی۔ حسن آرا بیگم اور لڑکیوں کی طرح نادان نہیں ہیں ماشاء اللہ بڑی فہمیدہ اور زیرک[8] لڑکی ہو یہی کچھ گھر کے چھوٹنے کا خیال ہوگا۔ سلطانہ بیگم۔ گھر کی تو اس کو مطلق پروا نہیں البتہ مکتب اس کی جان ہو دیکھئے کیونکر بچی کا دل بہلے گا۔ اُستانی جی۔ میں سمجھاؤں گی اور یوں آدمی اپنے پیاروں سے جدا ہوتا ہی تو رنج ہوتا ہی ہی۔ سلطانہ بیگم۔ آج رسول خیر سے پچیسویں تاریخ اور جمعے کا دن ہو اگر آپ اجازت دیں تو حُسنا کو مائیوں بٹھلا دیا جائے گھر والے

[1] یعنی کچھ شیخی نہیں کرتی بلکہ خاک چاٹ کر اپنی عاجزی کا اقرار کر کے کہتی ہوں ۱۲ [2] یعنی بُرے بھلے ۱۲ [3] الزام ۱۲ [4] آفتاب ۱۲ [5] سفید رنگ کا لعل نایاب اور بہت بیش قیمت ہوتا ہو ۱۲ [6] یعنی آپ نے جو سلوک کیا ہو اُسکے بدلے گردی ۱۲ [7] ڈر سی گئی ہو ۱۲ [8] دانشمند ۱۲

پوچھوا پوچھوا بھیجتے ہیں۔ کہ اب تک لڑکی کو مائیوں نہیں بٹھایا۔ اُستانی جی۔ خدا مبارک کرے تاریخ بھی اچھی دن بھی اچھا اور حسن آرا بیگم کو مائیوں بٹھانے کی تو کچھ ضرورت نہ تھی مگر خیر دنیا کی رسم ہے۔ سلطانہ بیگم۔ پھر آپ فرمائیں تو حسنا گھر سے نہ نکلے میں تو کئی دن سے کہہ رہی ہوں منہ سے تو کچھ نہیں کہتی آنکھ بچی اور مکتب میں۔ اُستانی جی کل اور معاف کیجئے پرسوں انشاء اللہ میں حسن آرا بیگم کو مکتب سے رخصت کر دوں گی لڑکیوں کی خواہش ہے کہ کل دونوں وقت مکتب کی طرف سے حسن آرا بیگم کی دعوت ہو رت جگا کریں پرسوں سویرے ذرا آپ بھی جمال آرا بیگم کو ساتھ لیکر تشریف لائیے گا اور لڑکیوں کی ماں بہنیں بھی آئیں گی۔ اس کے بعد سلطانہ بیگم تو رخصت ہوئیں اگلے دن بڑے تکلف اور بڑی دھوم کے ساتھ حسن آرا کی دعوت ہوئی مکتب کی لڑکیوں نے اپنے ہاتھوں وہ وہ کھانے پکائے کہ کیا کوئی رکابدار[1] پکائے گا رات کو رت جگا ہوا حسن آرا کے سہاگ اور مائیوں کے گیت گائے گئے اور لڑکیوں نے یہ بھی صلاح کی کہ مکتب کی طرف سے چڑھاوے کا جوڑا تو خیر دیا ہی جائے گا مانجھے[2] کا جوڑا بھی مکتب ہی کا ہو اور حسن آرا بیگم وہی جوڑا پہنکر مکتب سے رخصت ہوں۔ صبح سویرے اُٹھ نہانا اور تلاوت سے فارغ ہو مکتب میں جھاڑو دلوا سلیقے کے ساتھ دالانوں میں صاف اور ستھرا فرش بچھوا دیا اتنے میں مہمانوں کی ڈولیاں آنی شروع ہوئیں کوئی چار گھڑی دن چڑھتے چڑھتے سارا گھر مہمانوں سے بھر گیا لڑکیوں کی ماں بہنوں میں تو کوئی بھی ایسی نہ تھی کہ نہ آئی ہو محلے کی ساری بیبیاں بے بلائے سیر دیکھنے کو آ موجود ہوئیں اور اچھی خاصی شادی رچ گئی[3] بیچ والے دالان میں جہاں سوزنی گاؤ تکیہ بچھا تھا اُستانی جی بیٹھیں اور سارے مہمان اُسی دالان میں آ کر بیٹھ گئے جب سب لوگ بیٹھ بٹھا چکے تو اندر کوٹھری سے لڑکیاں حسن آرا بیگم کو مانجھے کا جوڑا پہنا کر باہر لائیں اور اُستانی جی کے عین سامنے لا بٹھایا تب اُستانی جی نے حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر یہ تقریر کی کہ بوا حسن آرا بیگم آج میں تم کو اپنے اور اپنے مکتب کی لڑکیوں کی طرف سے رخصت کرتی ہوں آج اُستادی شاگردی اور ہم مکتبی سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ سنکر سارے مہمانوں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور اُستانی جی کا بھی دل اسقدر بھر آیا کہ گو ضبط کرتی تھیں مگر آواز سے رقت ظاہر تھی۔

---

[1] اعلیٰ درجہ کا باورچی ۱۲ [2] وہ جوڑا جو مائیوں کے دنوں میں پہنا جائے ۱۲ [3] یعنی شادی کا سامان جم گیا ۱۲

مگر محبت اخلاص انشاء اللہ جبتک دم میں دم ہی باقی رہیگا ۔ حسن آرا بیگم میں تمکو مثل اپنی بتول[1] کے اور محمودہ کے
چاہتی اور پیار کرتی تھی اور کرتی ہوں اور جب تک دنیا میں ہوں خدا نے چاہا کروں گی مگر اُستادی شاگردی کا
ایسا ناتا ہی کہ مجھکو اس محبت کا برتاؤ رکاوٹ کے ساتھ کرنا پڑتا تھا کبھی کبھی میں نے تمکو تمھاری غلطیوں پر تنبیہ
کیا ہوگا بلکہ شاید کسی بیجا بات پر ملامت بھی کی ہو سو وہ تنبیہ اور ملامت سب تمھارے فائدے تمھاری اصلاح
اور تمھاری بہتری کے واسطے تھی ۔ جب دو آدمی دنیا میں کسی طرح کا تعلق رکھتے ہیں چاہے وہ تعلق ہمسائگی اور
ہموطنی اور انسانیت ہی کا کیوں نہو مگر بہت سے حقوق ایک کے دوسرے پر ہوتے ہیں وہ تعلق جو مجھکو تمھارے
ساتھ تھا میں کہہ چکی ہوں کہ تعلق مادری و فرزندی کے قریب قریب تھا ہر چند میں تمھارے حقوق کے ادا کرنیمیں اپنے مقدور بھر کوشش
کرتی رہی ہوں لیکن ممکن ہی کہ مجھ سے تمھارے کسی حق کے ادا کرنیمیں کچھ فروگذاشت[2] ہوئی ہو سو آج میں اس بھرے مجمع میں تم سے
بہت اُسکی معافی چاہتی ہوں اسواسطے کہ میں بھی آدمی ہوں اور آدمی کو کبھی یہ غرور نہیں کرنا چاہیئے کہ اُسنے اپنے فرائض
انسانیت کو پورا پورا ادا کیا ہی (ہر طرف سے واہ واہ سبحان اللہ کا شور ہوا مگر اس کے ساتھ رقت بھی تھی)
بوا حسن آرا بیگم انسان کا خمیر اُنس سے ہی دو چار دفعہ کی صاحب سلامت سے آدمی کو آدمی کی محبت ہو جاتی
ہی اور تم سے تو تین برس کامل اس درجے کا اختلاط[3] رہا کہ رات دن پاس رہنے کا اتفاق ہوا پس
آج میں تم کو اُسی صدمے اُسی درد اُسی رنج کے ساتھ رخصت کرتی ہوں جس طرح بتول اور محمودہ
کو کروں گی اگر خدا کو منظور ہی (سب جتنے اس وقت موجود تھے پکار کر رو دئے) ام استانی جی
(تھوڑی دیر ضبط کرنے کے بعد) بوا حسن آرا بیگم! میں جدائی اور رخصت کے مضمون کو بار بار کہنا
نہیں چاہتی اس واسطے کہ اس سے تم کو اور مجھ کو اور سب سننے والوں کو تکلیف ہوتی ہی مگر غور
کرو تو تمھارا رخصت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہی دنیا جہان کی بیٹیوں کا دستور ہی کہ بیاہ ہوا اور
ماں باپ سے جدا ہوئیں مجھ کو بھی اپنی ماں سے کبھی ایسا ہی تعلق تھا کہ جیسا تمکو اب بیگم صاحب
یا مجھ سے ہی تمھاری طرح میں بھی ایک آپا رکھتی تھی تمھاری جیسی سہیلیاں میری بھی تھیں مگر آخر
سسرال کی نئی دنیا میں آکر بسی اور کیا میں اکیلی بسی مجھ ایسی ہزاروں لاکھوں تم کو شاید شہر کے

---

[1] بتول نام ہی استانی جی کی لڑکی کا اور محمودہ تو معلوم ہی کہ استانی جی کی نند اور مکتب کی خلیفہ ہی ۱۲ [3] میل جول ۱۲ [2] یعنی کوئی حق ادا کرنے سے چھوٹ گیا ہو ۱۲ منہ ۱۲

باہر بیاہے جانے کا خیال ہوتا ہوگا سو بجھ کچھ دور نہیں ہے باہر شہر ہی مگر تمھارے واسطے نہیں جنگلے لئے ماشاء اللہ ہر طرح کی سواریاں موجود ہیں اگر آنا چاہو تو پھر نہیں سوا پہر۔ بوا حسن آرا بیگم! میکے کے تعلقات یاد رکھو کہ رفتہ رفتہ خود بخود ضعیف[۱] ہو جاتے ہیں پس کیا دل کو اتنا سمجھا لینا کچھ بڑا کام ہے کہ پہلے ہی سے ادھر کے تعلقات کو ضعیف فرض کر لیا جائے۔ حسن آرا بیگم تمھاری حالت میں جو انقلاب[۲] عظیم ہونے والا ہے مجھ کو امید ہے کہ تم اس سے بیخبر نہیں ہو اور تم کو شکر کرنا چاہیے کہ جس امتحان کے لئے تم بلائی جاتی ہو تم کو اس کے واسطے طیاری کرنے کی اچھی خاصی فرصت اور فراغت حاصل تھی جو کچھ تم نے پڑھا اور سیکھا اور سنا اب اس امتحان میں تمھارا اصلاح کار اور مددگار ہوگا جو شخص تمھاری طرح کتابوں کا ذخیرہ[۳] پاس رکھتا ہے اگر وہ اپنے تئیں تنہا سمجھے یا وہ اپنے تئیں اپنے پیاروں سے بچھڑا ہوا خیال کرے تو یہ اس کی غلطی ہے یہی کتابیں تمھاری تنہائی کی سہیلیاں ہیں اور سہیلی بھی کیسی ماں کی طرح مہربان استانی کی طرح شفیق۔ مونس[۴] غمخوار[۵]۔ رفیق[۶]۔ غمگسار[۷]۔ ناصح[۸]۔ دوست دار۔ خیر خواہ[۹]۔ وفا شعار[۱۰]۔ بوا حسن آرا بیگم! اب تک تو جو کچھ تم پڑھتی رہیں تم کو قصہ اور کہانی معلوم ہوا ہوگا لیکن وہ کہانی اب تک جگ بیتی تھی اور اب اپنی بیتی ہوگی۔ جتنی کتابیں تمھارے پاس ہیں اگرچہ تھوڑی ہیں مگر غور کرنے اور عمل کرنے کو بہت ہیں اور میں تمھارے ہی فائدے کی نظر سے یہ آخری نصیحت تم کو کرتی ہوں کہ تم اسی طرح التزام کے ساتھ ان کو پڑھتی اور دیکھتی رہنا جیسے مکتب کے پڑھنے کی حالت میں پڑھا اور دیکھا کرتی تھیں۔ جس روز سے تم مکتب میں داخل ہوئیں میں نے تمھارے حالات قلمبند کرنے شروع کر دیے تھے اور اب تک جو مباحثے اور معارضے[۱۱] تم میں اور لڑکیوں میں واقع ہوئے ہیں سب کو سلسلہ وار لکھتی چلی گئی اب میں دیکھتی ہوں تو اچھی خاصی ایک کتاب بن گئی ہے بنات النعش[۱۲]

---

[۱] کمزور ۱۲ [۲] بڑی تبدیل ۱۲ [۳] سامان ۱۲ [۴] جی کی بہلانے والی ۱۲ [۵] غم کی غلط کرنے والی ۱۲ [۶] ساتھ رہنے والی ۱۲ [۷] غم غلط کرنے والی ۱۲ [۸] نصیحت کرنیوالی ۱۲ [۹] بہتری چاہنے والی ۱۲ [۱۰] باوفا ۱۲ [۱۱] جھگڑے ۱۲ [۱۲] بنات النعش اتر میں سات ستاروں کا ایک گچھا ہے چار ستارے ایک کوٹ سا ہے اور تین ستارے چوکٹھے کے پیچھے اوپر تلے واقع ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوکھٹا گویا جنازہ ہے اور اسکے پیچھے پیچھے تین آدمی چلے جا رہے ہیں عرب والے یہ سمجھکر ان کو بنات النعش کہتے ہیں کہ یہ تین ستارے تین لڑکیاں ہیں اور آگے آگے ماں کا جنازہ چلا جا رہا ہے ۱۲

مین نے اُسکا نام رکھدیا ہی۔ یہ وہی کتاب ہی جو مین تمکو بطور اپنی یادگار کے دیتی ہوں۔ یہ کہکر اُستانی اصغری خانم نے سرخ اطلس کے کامدار جزدان سے کتاب نکالی کلابتوں کا شیرازہ۔ جلد جیسے سونے کا ڈلا خود اُستانی جی کے دست خاص کی نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں لکھی ہوئی کہ دیکھکر آنکھیں روشن ہو جائیں۔ لوح[1] بین السطور[2] جدول[3]۔ سر آغاز[4]۔ ہر جگہ لاجورد[5] ی اور طلائی[6] کام پہلے تو حاضرین مجلس میں وہ کتاب دست بدست پھری پھر اُستانی جی نے بدستور جزدان میں رکھ حسن آرا بیگم کو دی حسن آرا گھونگھٹ نکالے نکالے سرو قد کھڑی ہو کر اُستانی جی کو بہت ادب سے سلام کر بیٹھ گئی۔ کتاب کی دیکھا بھالی میں کوئی دو چار لمحہ سلسلہ سخن منقطع[7] رہا اور پھر اُستانی جی نے اپنی تقریر شروع کی۔ بوا حسن آرا بیگم اس کتاب میں تمہاری بلکہ مکتب کی سب لڑکیوں کی ہو بہو تصویریں پاؤ گی۔ یہ سُنکر کل حاضرین جنھوں نے کتاب کو اچھی طرح اُلٹ پلٹ کر دیکھا تھا متعجب ہوئے۔ اُستانی جی۔ تصویر سے میری یہ مراد ہی کہ تمھارے مزاج۔ تمھاری عادت۔ تمھاری خو بو کا ایسا بیان کامل ہی کہ جو تمھارے حالات سے واقف ہی کتاب کے پڑھنے کے ساتھ سمجھ جائیگا کہ تمھارا تذکرہ ہی یہ کتاب تم کو وہ عادتیں یاد دلائے گی جنکی اصلاح میں مجھکو بڑے بڑے اہتمام کرنے پڑے ہیں تمکو اس کتاب کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ گویا پھر وہی تم ہو اور وہی مکتب ہی وہی بات بات پر ضد ہی اور وہی بات بات پر تعجب ہی اس کتاب کے پڑھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ مکتب کی تعلیم نے تمپر کہاں تک اثر کیا کون کون بُری عادتیں تھیں کہ چھڑا دیں کون کون سی غلط فہمی تھی کہ اُس کی اصلاح کی اور کون کون سی نیک باتیں ہیں کہ اولاً اُن کی بہتری تم سے تسلیم کرا کے پھر تمکو اُن کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ بظاہر میں تم آج سے اس مکتب سے جدا ہوئیں مگر میرے اور مکتب کی لڑکیوں کے دلوں سے ہمیشہ تم نزدیک ہوگی اور وقتاً فوقتاً جو فائدہ تم کو اس مکتب سے پہونچنا ممکن ہی پہنچتا رہیگا۔ جو نئی کتاب ہم لوگ پائیں گے یا جو عمدہ مضمون سُنیں اور دیکھیں گے ضرور تمکو اُسکے پڑھنے میں شریک کر لیا کریں گے۔ بوا حسن آرا بیگم تم جانتی ہو کہ میں ایک غریب آدمی ہوں لیکن خدا کا شکر کرتی ہوں کہ میں اپنی حالت سے رضامند اور اپنی حیثیت میں خوش ہوں کیونکہ میں بقول ایک بزرگ کے آسمان کو دیکھتی ہوں اور سمجھتی[8] ہوں کہ ضرور کسی نہ کسی دن طائر روح[9] کو قفس عنصری[10] سے

[1] شروع کا صفحہ ۱۲ [2] سطروں کے بیچ بیچ ۱۲ [3] صفحہ کے چاروں طرف کے خط ۱۲ [4] پیشانی ۱۲ [5] نیلا ۱۲ [6] سنہرا ۱۲ [7] یعنے بات کا سلسلہ ٹوٹا ہوا رہا ۱۲ [9] یعنے روح کے پرند کو ۱۲ [10] بدن کے پنجرے سے ۱۲

بحل کر اوج[51] فلک پر پرواز[52] کرتا ہی پھر زمین کو دیکھتی ہوں اور پاتی ہوں کہ جب مروں گی تو صرف چند بالشت زمین
میری ہڈیوں کے لئے درکار ہوگی پھر غور کرتی ہوں کہ دنیا میں نہ کچھ ساتھ لائی اور نہ کچھ ساتھ لے جاؤں گی اور
ہزاروں لاکھوں خدا کے بندے ایسے ہیں کہ اُن کے مقابلے میں ہر طرح اور ہر اعتبار سے میری حالت بدرجہا
بہتر ہی ان خیالات نے میرے دل پر یہ اثر کیا ہی کہ دوزخ شکم بھر لینے کو کچھ دال دلیا اور تن بدن ڈھانک لینے کو
کچھ موٹا جھوٹا کپڑا اسکے سوائے دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جسکا ہونا اپنے واسطے ضرور سمجھوں اور اسکے حاصل کرنے کا
فکر کروں پھر بھی خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجکو ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے بڑھکر بہت کچھ دے رکھا
ہی کچھ تھوڑا سا باقتضائے محبت اُس میں سے اور کچھ رقم مکتب سے لے کر میں نے دو سو روپیہ کا ایک جوڑا
تمھارے لئے بنایا ہی مکتب کی رقم تم جانتی ہو کہ میں اُس کی مالک نہیں ہوں لڑکیوں کی چیز ہی جن کے کاموں
کے دام سے یہ رقم فراہم[53] کی جاتی ہی پس یہ جوڑا خلعت[54] مکتبی ہی جو میں تم کو نہایت خوشی سے دیتی ہوں خدا
تم کو اس کا پہننا مبارک کرے تمھارے جہیز میں اس سے کہیں زیادہ قیمت کے جوڑے ہوں گے مگر جب
دیکھو گی کہ کس چاؤ اور کس شوق اور کس محبت سے ہم چند غریب آدمیوں نے ملکر یہ جوڑا بنایا ہی تو ہم سب
کو اُمید ہی کہ تمھارے قیمتی اور عمدہ اور نفیس جہیز میں اس کا شامل کیا جانا کچھ بدنما[55] نہ ہوگا یہ سُنکر حسن آرا نے
پھر اُسی حالت سے اُٹھکر سلام کیا۔ اُستانی جی۔ لو حسن آرا بیگم اب دن زیادہ چڑھ گیا ہی اور لوگوں کے
کھانے پکانے کا وقت ہی میں نہیں چاہتی کہ زیادہ دیر تک تم سب کو باتوں میں لگائے رکھوں مگر صرف ایک بات
اور کہہ لینے دو کہ اگر اس کو نہ کہوں گی تو گویا تمھارا فرض رخصت میرے ذمے رہ جائے گا لڑکیاں جو بیاہ ہوئے
پیچھے ماں باپ بھائی بہنوں اور عزیز و اقارب سے جدا ہو کر سُسرال جاتی ہیں اس انقلاب حالت میں خدا تعالیٰ
ہم عورتوں کو اپنے فضل سے اُس انقلاب کا نمونہ دکھاتا ہی جو ہر بشر کے واسطے مقدر[56] ہی دنیا ہمارا میکا ہی اور عاقبت
بجائے سُسرال کے ہی کوئی لڑکی سدا میکے میں نہیں رہتی دیر سویر ایک نہ ایک دن اُس کو سُسرال جانا ہوگا اسیطرح
کوئی شخص ہمیشہ دنیا میں نہیں رہیگا۔ سدا رہے نام اللہ کا جس لڑکی نے میکے میں رہ کر ہنر سیکھا عقل و تمیز حاصل
کی سُسرال میں بھی ساس سسرے کی لاڈو۔ نند بھاوجوں کی چہیتی اور اپنے میاں کی پیاری ہوگی اسی طرح جس نے

---

[51] آسمان کی بلندی ۱۲ [52] یعنے اڑکر جاتا ہی ۱۲ [53] جمع ۱۲ [54] یعنے مکتب کا دیا ہوا خلعت ۱۲ [55] یعنے دیکھنے میں بُرا نہیں معلوم ہوگا ۱۲ [56] یعنی جو ہر ایک شخص کو پیش آنے والا ہی ۱۲

دنیا میں رہ کر اچھے عمل اور نیک کردار کئے عاقبت میں اُسی کی عزت اور توقیر ہی اور ایسے ہی لوگ بہشت کے مالک ہوں گے مگر جس لڑکی نے ماں باپ کی نازبرداریوں میں وقت کو ضائع کیا اور اپنے مزاج کی اصلاح عادات کی درستی اور تحصیل ہنر کا کچھ فکر نہ کیا سُسرال میں جائے گی تو میاں کی نظروں میں ذلیل ساس نندوں کے نزدیک بے وقر بعینہ یہی حال ہوگا اُن کا جو زندگی کے دن غفلت اور بے پروائی میں اکارت کرتے ہیں قیامت میں رسوا اور فضیحت ہوں گے اسی طرح لڑکیاں میکے سے جہیز لے کر جاتی ہیں دنیا کے میکے کا جہیز اپنے اپنے عمل ہیں جو آدمی کے ساتھ جاتے ہیں۔

حسن آرا بیگم۔ میں جانتی ہوں کہ ان دنوں تمھارے دل میں عجب عجب طرح کے خیالات گزرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا مگر اپنے خیالات کو ذرا اونچا کرو اور اپنی نظر کو تھوڑا اور آگے بڑھاؤ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہی تو یہ ہے کہ دنیا کیا چیز ہے کس لئے ہم یہاں آئے ہیں کیا ہم کر رہے ہیں اور انجام کار کیا ہونا ہے جس طرح تمھارے میکے میں رہنے کے دن پورے ہو چکے ہر شخص کے واسطے ایک دن وہ بھی ہوگا کہ اُس کی مدت حیات[1] تمام ہو جائے گی اور سب ملکر اسوقت خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دے (ہر طرف سے آمین آمین کا شور ہوا) دنیا کے میکے اور سسرال میں تو چند روزہ ہیں الٰہی اُس جہان میں سدا سدا کو رہنا ہے پردہ رکھ لیجیو اور فضیحت مت کیجیو (سب نے پکار کر کہا آمین آمین) الٰہی یہ تیری کنیز جسکو ہم حسن آرا بیگم کہہ کر پکارتے ہیں منزل دنیا جس کو ہم سب تیرے حکم سے طے کر رہے ہیں شروع کرنے والی ہے تیرا فضل وکرم اسکا حافظ تیری توفیق اس کا بدرقہ[2] تیری عنایت و مہربانی اسکی زاد راہ[3] ہو (سب کو رقت ہوئی اور سب نے کہا آمین) اُس کے بعد اُستانی جی نے اُٹھکر دیر تک حسن آرا کو گلے لگا کر پیار کیا اور آہستہ آہستہ کوئی دعا پڑھ کر حسن آرا پر دم کی اور دروازے تک ساتھ لیجا کر پالکی میں سوار کرا دیا اور مجلس تمام ہوئی۔ فقط۔

خاتمہ

مراۃ العروس اور بنات النعش کا چولی دامن کا ساتھ ہے یعنی دونوں سگی بہنیں ہیں ایک کو چھپاؤ ایک کو نکالو۔ جو یہ سو وہ جو وہ سو یہ۔ مگر ہاں۔ ع "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست"۔ اپنی اپنی جگہ دونوں لاجواب ہیں

---

[1] زندگی ۱۲ [2] راہ دکھانیوالا ۱۲ [3] راستے کا توشہ ۱۲

جو مراۃ العروس پڑھے گا اس پر نہ صرف بنات النعش کا پڑھنا لازم ہی بلکہ اسکے ساتھ جب تک توبۃ النصوح بھی نہ پڑھی جائے تب تک یہ کورس پورا نہ ہوگا۔ نری مراۃ العروس بدون انضمام ان دونوں کتابوں کے سر تو ہی مگر پائیں تصویر ہی مگر نامکمل اور ادھوری۔ گو اس کتاب نے وہ شہرت اور اس کثرت سے ترجیح نہیں پائی جو مراۃ العروس کی تقدیر میں تھی مگر سچ پوچھئے تو مستورات کو واقفیت عامہ کا نسخہ بڑے سہل طریقے سے اسی میں حل کر کے پیش کیا گیا ہی۔ یہ کتاب کی کتاب ہی اور اُستانی کی اُستانی۔ مشکل سے مشکل مسائل کو سہل سے سہل طریقے سے اس خوش اسلوبی سے مصنف علام نے بیان کیا ہی کہ کہانی کی کہانی اور تعلیم گھاتے میں یعنی آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام۔ ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ کے بار چھپی اور کتنی چھپی اور کس کس نے کس استحقاق سے چھاپی اب ہم کس کس سے دست و گریباں ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ جب یہ کتاب بازار میں کثرت سے دستیاب ہوتی ہی تو مجھے اس دردسری کی کیا ضرورت۔ بات یہ ہی کہ میں اپنے باپ کی کتابوں کو اُنکے اصلی لباس میں پبلک کے سامنے پیش کرنا اپنے باپ کے نام کی بقا کے لئے لازم و ملزوم سمجھتا ہوں اور میں نے اس بات کا بیڑا اُٹھایا ہی کہ بڑی ہو یا چھوٹی جتنی کتابیں والد مرحوم کی ہیں میں خود بہترین طریقے پر چھپواؤں۔ جب ناظرین بازاری نسخوں کو جو ٹکے سیر بھاجی اور ٹکے سیر کھاجا ہیں دیکھیں گے اور ان کے ساتھ ساتھ اس مجلد سڈول اور انمول نسخے کو تو وہ خود فیصلہ کریں گے کہ قدر کے قابل کون ہی۔ ع۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

دہلی۔ اپریل ۱۹۲۰ء

خاکسار بشیر الدین احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ۔